

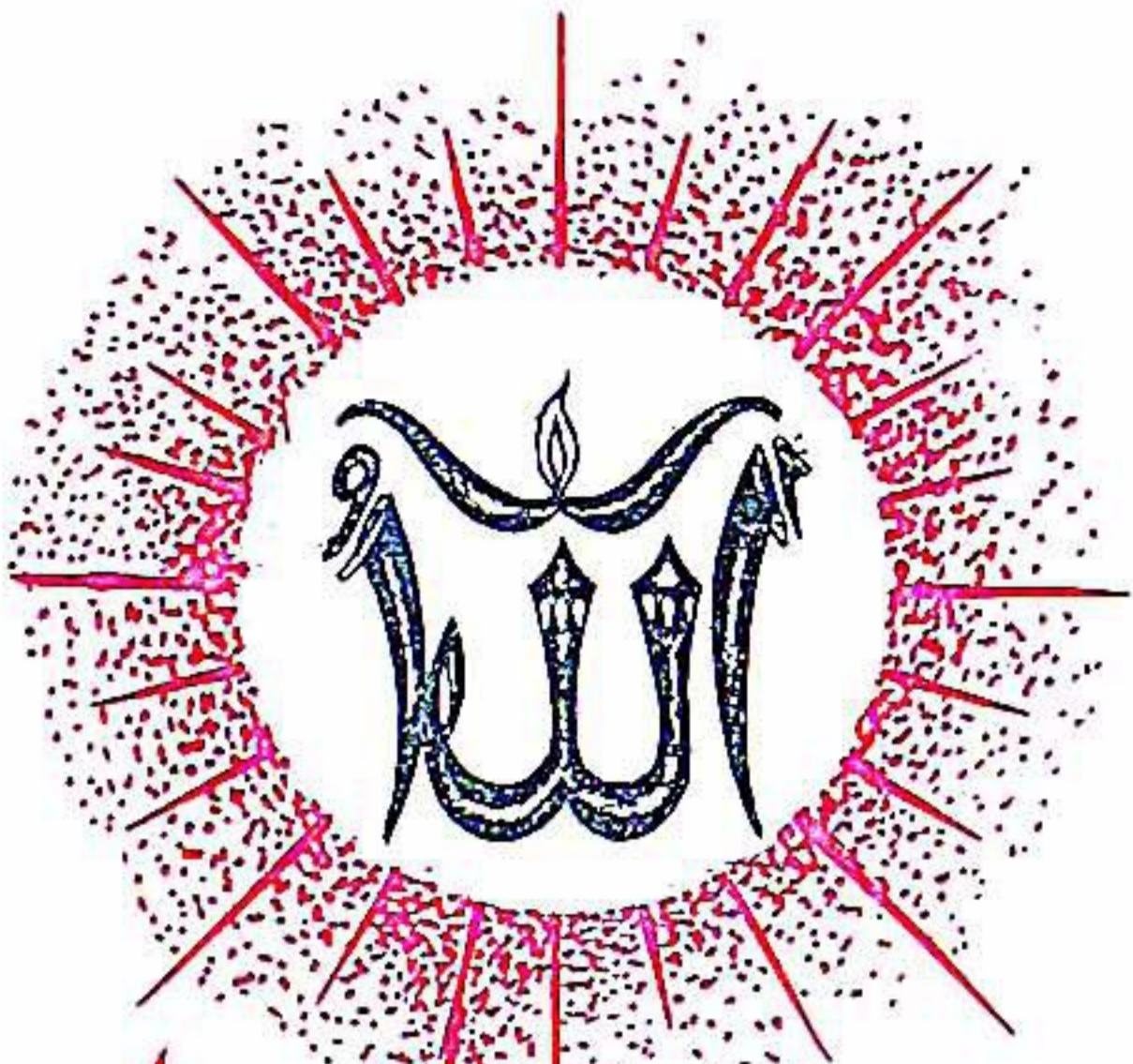
242

الله

لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَنْ فِيهِنَّ  
كُنَّ مِثْلَ نَوْءِ يَتِيمٍ

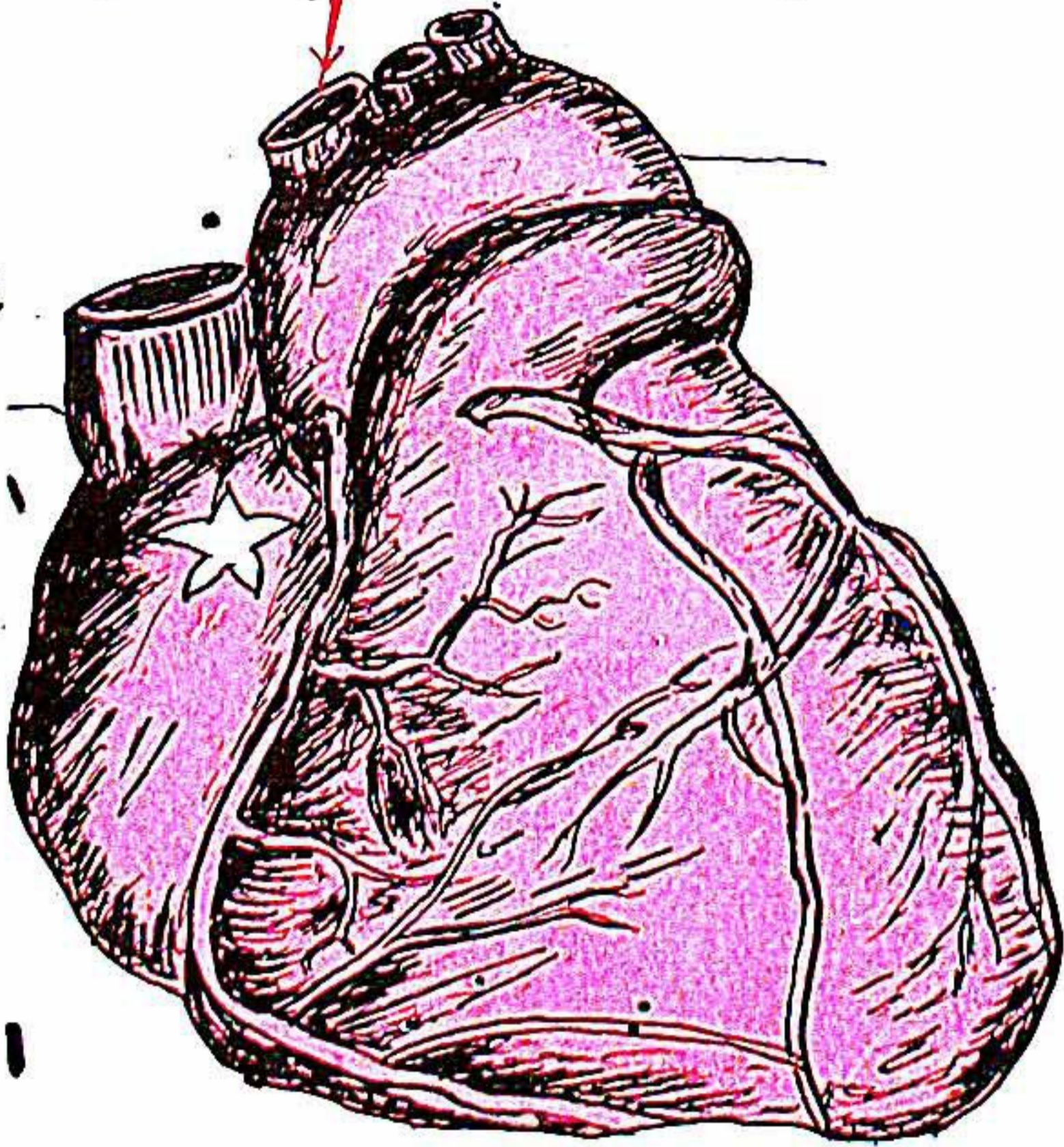
شجر توري

Marfat.com



# صدا کے دل

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا



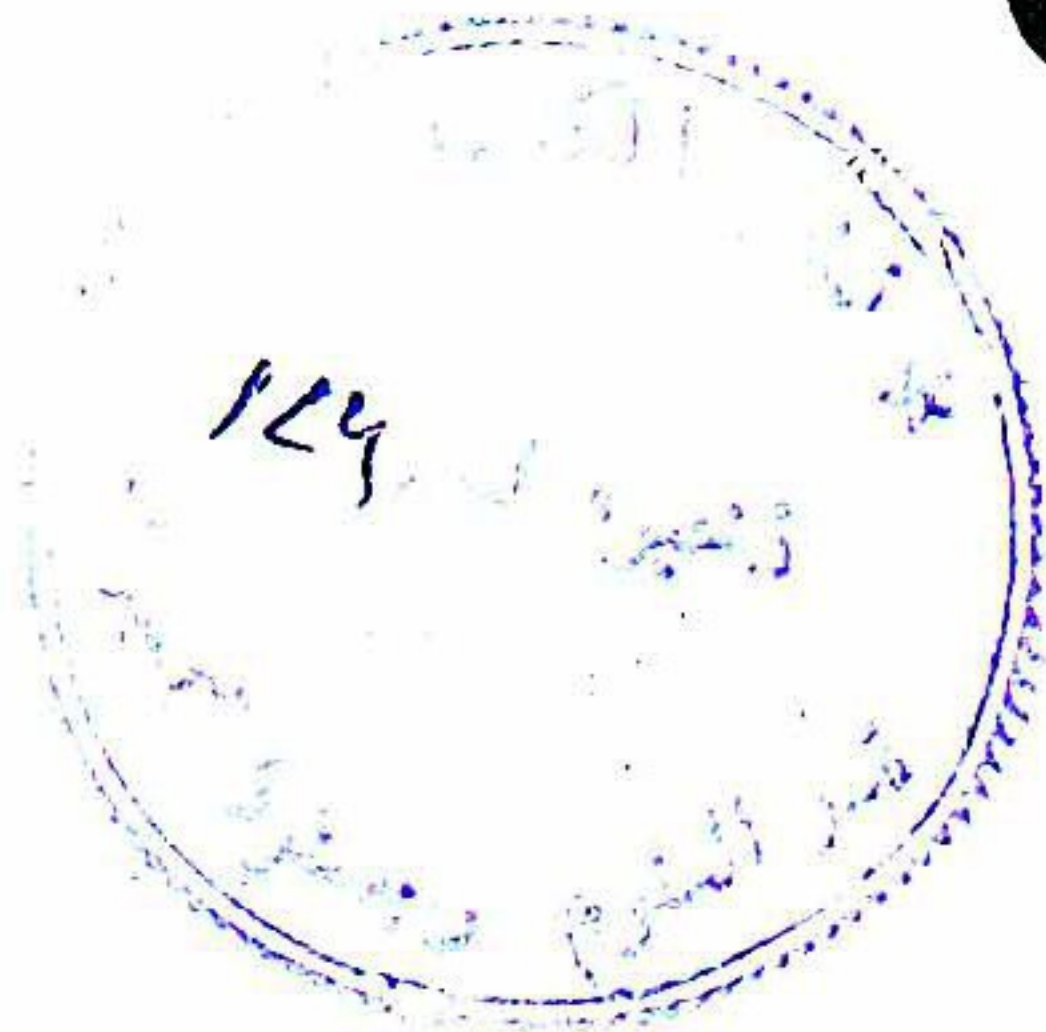
لیکھ

نہیں

کب اور کب؟

معارف القریباں  
کند

# شمس مع نور



ڈاکٹر السید اعجاز سرور الجیلانی

(بانی تحریک توحید پھلووان، سرگودھا)

جملہ حقوق محفوظ

ایورگرین پریس، لاہور

۲۰۰۰

مطبع

تعداد بار اول

# شجرۃ ابواب

صفحہ نمبر	تشخیص عنوانات	سلسلہ نمبر
۱	امت مسلمہ کیلئے لمحہ فکریہ	۱
۸	قرآن اور آج کا مسلمان	۲
۱۵	نماز میں سنتوں اور نوافل کی اہمیت	۳
۲۲	میری رہبری کی سرگزشت	۴
۳۸	رب کائنات	۵
۴۲	اللہ تعالیٰ کیا ہیں؟	۶
۴۷	مسئلہ توحید	۷
۴۸	دنیا میں ترازو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے	۸
۵۲	تمام سائنسی علوم اللہ تعالیٰ کی خدائی دربوہیت کے دعووں کو سچا کر رہے ہیں۔	۹
۵۴	ایٹھراصل میں نوری نظام کائنات ہے	۱۰
۵۶	لب ڈپ نہیں! لٹیک ہے	۱۱
۶۱	تخلیق کائنات کا قرآنی تصور	۱۲
۶۴	موجودہ کائنات کی پیدائش	۱۳
۶۵	زمین اور چاند	۱۴
۶۸	آسمان اور سموات	۱۵
۶۹	سماں بمعنی طبقہ	۱۶
۷۹	مختلف سیارے اور پانی	۱۷
۸۱	زندگی اور جاندار	۱۸

صفحہ نمبر	تختیص عنوانات	سلسلہ نمبر
۸۲	لاکھوں سال پرانی زندگی	۱۹
۸۳	پہلے سے موجود کائنات کا خاتمہ	۲۰
۸۴	مسئلہ معدنی تیل کا	۲۱
۸۷	پانی اور زندگی	۲۲
۹۰	مقصدِ حیات	۲۳
۹۱	صدائے قلب	۲۴
۹۲	رسولِ عظیم	۲۵
۹۶	اشرف المخلوقات	۲۶
۹۸	حقیقتِ حال	۲۷
۱۰۲	نوری نظامِ کائنات	۲۸
۱۱۳	خلافتِ انسان کا اعلان	۲۹
۱۱۴	حقیقتِ روح و قلب	۳۰
۱۳۱	رزقِ حلال و رزق	۳۱
۱۴۱	شہید اور مسئلہ شہید	۳۲
۱۴۸	قرضِ حسنہ؟	۳۳
۱۵۲	یوم الدین؟	۳۴
۱۶۰	انتخابِ نور و نار	۳۵
۱۶۵	نورانی کشش (المیزان)	۳۶
۱۶۷	نور و ظلمات	۳۷
۱۷۶	سموات مضافاتی طبقاتِ کائنات	۳۸
۱۷۸	سیاروں میں زندگی نہیں ملے گی؟	۳۹
۱۸۱	الجہاد فی الاسلام	۴۰

## ایک ضروری معذرت

کتاب ہذا کی تیاری میں راقم کی لاہور سے دُوری کی وجہ سے کثابت اور ترتیب میں چند خامیاں ضرور نظر آئیں گی۔ جنہیں محض مجبوری اور حالات کی نامساعدگی ہی خیال فرمائیں۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ان کا پورا حق ادا کیا جائے گا۔

## پڑھنے والوں سے درخواست

اس کتاب کا مقصد خدا نخواستہ نہ تو کسی کے جذبات کو مجروح کرنا ہے اور نہ ہی دین میں کسی قسم کے نئے فرقہ کو جنم دینا ہے۔ بلکہ اس کے مندرجہ جات میں قرآن کریم کی ان آیات کی باریک بینی سے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد کے ساتھ تشریح کی گئی ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی اسلام ہی ایک ایسا پختہ اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو کائنات میں اپنا حکم چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے اور قیامت تک کے لئے اس سے رہبری اور ہدایات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ نیز آج کل کے نوجوان جو ہر بات کو عقل و دلائل سے ماننا پسند کرتے ہیں کے لئے ان کے دلوں میں کھٹکنے والی تقریباً تمام باتوں کا جواب لئے ہوئے ہے تاکہ خواہ وہ دنیا کا کوئی بھی علم حاصل کر لیں۔ انہیں اللہ کی کتاب بودی نہ دکھائی دے۔ بلکہ ہر سائنس کی رہبری قرآن ہی سے عیاں ہو نیز سائنس نے جن مقامات پر محض فرض کر لینے کے بعد کسی مسئلہ پر چپ سادھ لی ہے۔ اس کے متعلق قرآنی تخیل بتایا جائے۔

پس آپ سے درخواست ہے کہ کتاب ہذا کا مطالعہ نیک نیتی اور پوری سمجھ کے ساتھ شروع سے آخر تک کرنے کے بعد ہی اس کے متعلق کوئی رائے قائم کریں اور اگر خدا نخواستہ آپ کی سمجھ میں کوئی حصہ نہ آئے تو راقم سے رابطہ قائم کر کے اس کی وضاحت فرمالیں۔ کیونکہ راقم کا مقصد اشاعتِ اسلام پر جمود کو توڑنا ہے جس کے لئے آپ سب کی امداد کی ضرورت ہے۔ نہ کہ مخالفت کی۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ



فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ (سورہ رحمن ۳۷)  
 پھر جب پھٹ جاوے آسمان تو ہو جائے گلابی جیسے تیل کی تلچھٹ۔

## امت مسلمہ کیلئے لمحہ فکریہ

باعثِ صد حیرت ہے یالیوں سمجھیے ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ شیطان لعین کی یلغار  
 فی زمانہ عالمِ اسلام پر بہت تند و تیز ہے۔ مسلمان عرصہ سے یا تو شاہی وقار کے تابع ہو کر رہ گئے  
 تھے اور یا مختلف ممالک میں دوسری اقوام کے محکوم تھے جیسا کہ اس برصغیر میں ۱۹۴۷ء تک  
 انگریزی راج قائم ہوا۔ اب جیسے ہی انہیں ہوش آیا۔ اور دنیا کی دوسری اقوام میں جب  
 مغربی استعماریت اور مشرقی کمیونزم آپس میں نبرد آزما ہونے لگے تو اگرچہ مسلمان بھی کئی  
 ایک جگہ ملکیت اور غیر اقوام کے تسلط سے آزاد ہوتے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مگر اسٹوس  
 کہ وہ اسلام کو اس کے اصل روپ میں اپنانے سے گریز کرتے گئے ہیں۔ وہ خدا اور اس کے  
 دیئے ہوئے نظامِ حکومت کی نص کو سمجھ ہی نہیں پائے وہ مغر لٹیت اور مہذبیت میں خود  
 کو ایسے سمو چکے ہیں کہ برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے خدائی قوانین۔ یعنی چور کے ہاتھ  
 کاٹنے۔ زانی کو سنگسار کر دینے۔ شراب کو برائیوں کی ماں سمجھ کر قانوناً ممنوع قرار دینے  
 نیز دوسرے تمام اسلامی اور قرآنی نظام کو اپنانے سے پس و پیش کرنے لگے ہیں۔ سمجھ  
 میں نہیں آتا۔ بلکہ پس پوچھتے تو دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بدقسمتی سے یہ  
 ملک جس کو ہم پاکستان کا نام دیتے ہیں اور جو محض اللہ کی ایک مثالی حکومت کے تجربہ کے  
 لئے کالاً اَلَا اللہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے اور جس کے قیام میں لاکھوں شہیدوں کا خون

اور بے گناہ پاک دامنوں کی عصمتیں قربان ہو گئیں تھیں۔ پورے چھبیس سال گزر جانے کے بعد بھی جبکہ یہاں کئی ایک قانون ساز اسمبلیاں بنی اور لٹٹی ہیں۔ صحیح اسلامی قانون کے زیر نگین نہیں آسکا۔ اگرچہ ہمارے سیاسی لیڈر جو کہ ہم میں سے مسلمان ہی ہوتے ہیں مگر وہ جیب کر سٹی اقتدار پر پہنچتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسلام اور مسلمان ہونا یاد ہی نہیں رہتا۔ انہیں اپنے اسلاف و خلفائے راشدین اور رسولِ مقبول کے نقش قدم پر چلنے کا وعدہ ہی بھول جاتا ہے۔ اور وہ ادھر ادھر سے تانک جھانک کر کے ایسے من گھڑت اور نام نہاد اسلامی قانون کا پلندہ نافذ کرنے میں کوشاں ہو جاتے ہیں جس سے ان کی حکومت کو مضبوطی حاصل ہو۔ اور آسانی سے کسی جمہوری طریقہ کے برخلاف نہیں مسندِ اقتدار سے نہ ہٹایا جاسکے۔

میں تو اس گذشتہ ربع صدی کے تجربات سے یہ نتیجہ نکال سکا ہوں کہ اصل وجہ ان لوگوں کا صحیح اسلام اور صحیح قرآنی تعلیمات سے تابلد ہونا ہے۔ اگر انہوں نے گہری نظر اور دل کے اندر سے اسلام کو قبول کر کے اپنے خدا، اپنے خالق اور کائنات کے حاکمِ اعلیٰ کا اقتدار دل سے تسلیم کیا ہوتا۔ اور انہیں یہ فکر ہوتی کہ آخر کار انہوں نے اسی حاکمِ اعلیٰ کے سامنے اپنی کارکردگی لے کر پیش ہونا ہے۔ تو وہ کبھی صحیح اسلامی نظام اور حکومتِ الہیہ کو برپا کرتے میں لیت و لال نہ کریں۔ بلکہ بغیر کسی خوف و فکر یا لالچ کے قرآنی ضابطہ حیات کو رسولِ مقبول کے احکام کی روشنی میں جاری و ساری کر گزریں۔ جس سے نہ صرف ان کی عاقبت سنور جاتی بلکہ اب تک یہ قوم اور یہ ملک دنیا میں امن و سلامتی کا گہوارہ بن جاتا۔ اور کیا تمام عالم اسلام بلکہ تمام انسانیت کے لئے ایک نمونہ کی "ریاستِ امن" بنکر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا مرکز ہوتی۔

افسوس کہ سب کچھ یہاں شیطان لعین کی منشاء کے مطابق جاری رہا۔ یہاں نام تو پاک تان مقرر کر دیا گیا۔ مگر اصل کام یہاں شیطانی فروغ پائے جو شراب حرام کاری کو فروغ حاصل ہوا۔ ہر شخص دنیاوی لالچ اور ظاہری وقار کی خاطر نہ صرف ایک دوسرے کا خون چوستے لگا۔ بلکہ قومی اور اجتماعی مفادات کو بھی بیچ کر ملک کو دشمنوں کے لئے آسان ٹولہ بنانے میں مدد دینے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری مثال تو ایسی ہی ہے کہ کسی مندر یا بت خانہ کے مانگتے پر مسجد یا خانہ کعبہ تخریب کر لیا گیا ہو۔ یعنی اندر تو شیطانی حرکات ہوتی ہوں۔ اور باہر خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کا جھوٹا دعویٰ ہو۔ مختصر یہ کہ ہم نے بظاہر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مذہب کے نام پر خود خدا سے دھوکہ کر لیا۔ تو آخر بکبرے کی ماں کب تک خیر منائے گی والا معاملہ ہو کے رہا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جھوٹ جھوٹ رہا حق نے اپنا آپ ظاہر کیا۔ ہم پر پہلے ۱۹۷۱ء کی شکست اور اس کے بعد ایک لاکھ فوج کا دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے اور ملک کے ایک حصہ کے سقوط کی صورت میں ذلالت پریشانی اور تمام دنیا کی رسوائی سامنے آئی۔ مگر افسوس کہ ہم اور ہمارے سیاست دان پھر بھی نہ سنبھلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں بے آواز بن کر شدید اور قیامت خیز بارشوں۔ سیلابوں اور مابعد سخت مہنگائی اور قحط کی حالت میں اب آپ کے سامنے ہے۔ ذرا غور کریں! ایک طرف تو ہمارا دھولے ہے کہ اسلام محض بندہ کو اپنے خالق اور معبود اللہ کی پہچان اور اس کی عبادت سے ہی رضائے الہی تلاش کرنے کی ہدایت نہیں دیتا بلکہ وہ ایک

مسلمان کے لئے دنیاوی زندگی کے تمام معاملات یعنی انفرادی حیثیت سے لیکر ملکی سیاست اور حکومت تک کا حق اپنے خالق و مالک جو سب سے بڑا حاکم اعلیٰ ہے کی منشا اور فرمانبرداری میں زندگی طے کرنے کے ضابطہ حیات کا حامل ہے۔ اور ان تمام پر عمل کرنا ہر ایک ایمان رکھنے والے مسلمان پر فرض ہے۔

مگر ہم جب عملی نقطہ نظر سے مسلمانوں پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو اس بات سے بڑی کوفت ہوتی ہے کہ اسلامی احکام اور قرآنی نظام کی باتیں محض مسجدوں تک ہی محدود ہیں۔ اور وہاں بس وہ تشستن و گفتن کی نظر ہو جاتی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر اگر ہم اپنے اندر جھانکیں اور دیانت داری سے سوچیں تو اس کی اصل وجہ صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم میں سے بیشتر نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو دل سے تو سمجھا ہے اور نہ ہی ہمارا ضمیر پھیر ہمیں عمل کی حد تک جھنجھوڑتا ہے۔

چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دنیاوی لحاظ سے خواہ کتنی بھی تعلیم کسی نے حاصل کر لی ہو۔ دین کی باتوں کو کانوں سے سننے سے زیادہ وقعت ہی کم دی جاتی ہے۔ مثلاً ہر مسلمان کو اسلام کے پانچ ارکان۔ کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کو معلوم ہیں۔ مگر ان کو اپنانے میں صرف پہلے رکن تک ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ اسلام کے بقیہ چار ارکان جو کہ اصل اسلام کی عملی صورت ہیں ان پر خال خال ہی عمل کیا جاتا ہے۔ ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے جو پانچوں ارکان پر فی زمانہ عمل پیرا ہوں۔ محض کلمہ پڑھ لینا تو صرف اسلام قبول

کرنے کا اقرار ہے۔ اور اقرار کے بعد اگر اصل کام پر ہم آمادہ نہیں ہوتے تو پھر کل کو اللہ تعالیٰ سے اجر کی کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟ وہ تو ایسے ہی ہے کہ کسی مزدور نے کام کرنے کی ہاں تو کر لی مگر کام سراسر انجام نہ دیا تو غور کیجئے کام لینے والا مزدور کو کیسی مزدوری دے گا؟

ان بقیہ چاروں ارکان پر عمل نہ کرنے والے وہی لوگ ہیں۔ جنہیں ان کی اصل حقیقت واضح نہیں۔ کاش کہ ایسے لوگ ان ارکان کی موٹی موٹی باتوں کو جان لیتے مثلاً نماز کو ادا کرنے کے متعلق اگر یہی نظر یہ قائم کر لیا جائے کہ ہماری روح کو ایک مادی بت عطا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ ہم اس کی حرکات سے دنیا کی کارکردگی (یعنی اعمال) کو بروئے کار لائیں۔ جو کہ ہر لمحہ اس کائنات کی کتاب میں رقم ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان ہی میں ہمارا اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس مادی بت کو تالبداری میں پیش کرنا ہے۔ جس میں اپنی پیشانی اپنے رب کو تصور میں لاکر اس کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ جبکہ اصل میں انسان کی انسانیت (عقل) بھی اسی پیش دماغ (ماخے) میں تخلیق کر دی گئی ہے۔ لہذا نماز سے خالق و مالک کی اطاعت اور اس کا بندہ ہونے کا واضح اعلان ہوتا ہے اور نہ صرف قرآن میں اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا عِبَادًا) سے انسان عہدہ برآ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی کائنات میں کارکردگی جو بطور اعمال نامہ بروز حساب پیش ہوگی اسی کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہے۔

وَوَضِعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمَعْرَمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ  
لَعَيْلَتَنَا مَا لِهَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا  
أَحْصَاهَا ۗ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

(سورۃ الکہف - ۲۹)

اور رکھا جاوے گا کا غذ۔ پھر تو دیکھے گا گنہگار ڈرتے ہیں اس کے بیچ لکھے سے اور کہتے ہیں اے خرابی  
کیا ہے یہ لکھا ہے نہ چھوٹے چھوٹی بات نہ بڑی بات جو اس میں نہیں گھیری اور پاویں گے، جو کیا ہے سامنے۔  
اور تیرا ظلم نہ کرے گا کسی۔

ان آیات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اعمال بالکل ایک فلم کی طرح  
سامنے دکھائے جائیں گے۔ اور پھر یہ خود بخود رقم ہو رہے ہیں۔ یہ بھی قرآن  
سے عیاں ہے فرمایا سورہ بنی اسرائیل آیات ۱۳،

اور جو آدمی ہے۔ لگادی ہے ہم نے اس کی بڑی قسمت اس کی گردن اس سے اور نکال دکھادیں گے۔  
تیا مت کے دن لکھا کہ پاد سے گا اس کو کھلا۔ ۱۳

اقْرَأْ كِتَابَكَ ط كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ط (سورہ بنی اسرائیل ۱۳)

پڑھ لے لکھا اپنا۔ تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا۔

اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ گردن یعنی انسان کے دماغ کا نچلا حصہ

جسے ہم حرام مغز MEDULLA AND SPINAL CORD کہہ سکتے ہیں رطب نے یہ  
واضح کر دیا ہے کہ انسان کی جملہ حرکات دماغ کی سونج اور احکام کے تحت اسی  
گردن کے حرام مغز کے راستہ سے تمام جسم کو کنٹرول کرتی ہیں اور یہیں سے تمام  
جسم کی حرکات خواہ وہ اچھی ہوں یا بری۔ چوری کرنے سے متعلق ہوں یا اللہ کی  
عبادت کرنے کے لئے ہوں، بہر حال اس مادی جسم کو اس اللہ کی کائنات کی  
کتاب پر جنبش دیتی ہیں۔ اب جیسا کہ بیان ہوا یہ سب حرکات انسان کے  
دماغ کے کنٹرول اور خود اپنی سونج و سمجھ کے مطابق ہوتی ہیں۔ لہذا یہ اس کی  
کارکردگی ہوئی۔ اور یہ بذریعہ نورانی اشعاع اسی کائنات میں ہر لمحہ رقم ہوتی جاتی  
ہیں۔ حالانکہ خود انسان کو اس کی خبر تک نہیں ہو رہی۔ جس کا واضح ثبوت  
وہ آیات ہیں۔ جہاں فرمایا نبی صلعم کو مخاطب کر کے۔ سورہ یونس آیت ۶۱ صفحہ

اس سے ثابت ہوا کہ انسان اس کائنات میں بالکل اس طرح سے رہ رہا ہے۔ جس طرح کہ خود انسان ہی کے ایجاد کردہ راڈر اور کمپیوٹر سسٹم میں کسی ہوائی جہاز کی پڑاؤ اس کے زیر اثر جہاں بھی جائے وہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مسلمان بن کر دل سے نہ بجالانا ظاہر ہے کہ ہم سب کے لئے کتنا بڑا خسارہ ہے۔ قربان جانیے یہ سب کچھ سورہ والعصر میں بیان فرما دیا۔

(ترجمہ) یعنی اے انسانوں! تم سب گھائے میں ہو تم اعمال نیک پیدا کرو ورنہ اب عنقریب سب کچھ تمہارے سامنے آنے والا ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا بیان سے نہ صرف نماز بلکہ دنیا کی تمام زندگی کی کارکردگی کو صالح اور حق پر مبنی بنانے کی ضرورت صحیح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کی آیات کی تشریح موجودہ دور کے حالات اور معلومات عامہ کو سامنے رکھ کر کی جائے۔ بس یہی اس کتاب کا مرکزی خیال ہے۔ گو بعض حقائق مختلف جگہوں پر کئی مرتبہ آپ کی نظر سے گزریں گے۔ مگر اس کا اصل مقصد آپ کو بار بار سمجھانے اور ذہن نشین کروانا ہے۔

دُعای ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنی آیات سمجھنے اور ان پر عمل کرنے نیز ان سے رہبری حاصل کر کے مستقبل میں دوسری قوموں سے بہت لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

# قرآن اور آج کا مسلمان

قرآن اور ما قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مختلف پیغمبروں پر نازل ہونے والی کتب و صحیفہ حیات کا مشترکہ مقصد دنیا میں انسان کی راہ حق کی طرف راہبری کرنا اور انسان کو اسلام پر ایمان لا کر مسلمان بننے کی ترغیب دینا ہے۔ اگر باریک بینی سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی پیدائش (حضرت آدمؑ) سے لے کر سرکار دو جہاں اشرف الانبیاء محمد مصطفیٰؐ پر آخری بار پیغام حق بطور مکمل ضابطہ حیات ایک سچے مسلمان کی راہبری کے لیے نازل ہونے تک گوہر دفعہ انداز بیان اور طریقہ تبلیغ متعلقہ قوم۔ فرقہ یا حالات زمانہ کے مطابق مشیت ایزدی سے بدل دیئے جاتے رہے ہیں، مگر اصل مقصد یعنی توحیدِ الہی روز حساب۔ اور ابدی زندگی کے نیک و بد پہلو کی نشان دہی، نہایت واضح انداز میں کر دی جاتی رہی ہے۔ تاکہ انسان اور خدا کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی یاد دہانی کر دے جاتے۔ جیسے کہ فرمایا۔

وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ إِنَّ قَوْلُوا  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غٰفِلِينَ ۝ (سورة اعراف - ۱۷۲)

اور جس وقت نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد اور اور اقرار کر دیا ان سے ان کی جان پر۔ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے البتہ ہم قائل ہیں کبھی کہو قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی۔



تاکہ انسان باوجود عقل و خرد عطا ہونے کے روزِ حساب، دنیا میں اس معاہدہ کو بھول جانے کی شکایت نہ کرے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ زمانہ قدیم میں اگر انسان کو سمجھانے کے لیے پیغمبروں نے ڈرنے دھمکانے اور عذابِ الہی سے متوجہ کرنے کی کوشش کی جیسا کہ قوم عاد، ثمود، صالحؑ کی قوم پر طوفانِ باد و باران سے عظیم سیلاب برپا کیا گیا، بعد میں حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جب کہ جادوگروں کا زور تھا۔ تو پیغمبر وقت نے ایسے ایسے معجزاتِ حق پیش کئے کہ جن سے عوام الناس کیا خود جادوگروں کو اللہ کی عظمت نظر آنے لگی اور وہ چلا اٹھے۔ کہ ہم موسیٰ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائے،

اسی طرح بعد میں جب حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آیا تو علم طب و کیمیا کچھ اس طرح کا عروج حاصل کر چکا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسولؐ کی برتری اُن پر ظاہر کرنے کے لیے جہاں کو ٹرھیوں۔ اور برص میں مبتلا لا علاج مریضوں کو شفا بخش دی وہاں مردہ تک کو زندہ کر دینے کے معجزات سے انسانیت کو بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں کی طرف سے بتائے جانے والے راہِ سچی (صراطِ المستقیم) کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دے ڈالی۔ خواہ اس کا اثر انسان پر کتنا اور کس حد تک ہوا ہمیں اس سے بحث نہیں مگر زمانہ میں موجودہ علم اور ایجادات پر برتری اور فوقیت ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی برقرار رکھی گئی اب زماں بعد جب ہم جنابِ رسولِ مقبول اشرف الانبیاء کے عہد مبارک پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے زمانہ میں عرب فصاحت و بلاغت میں خود کو دنیا میں سب سے بلند ترین مقام پر تصور کرتے تھے۔ نثر اور شاعری میں ان کو اس قدر عبور حاصل تھا، کہ فی البدیہہ شاعری بھی اپنے انتہائی عروج پر تھی یہاں تک کہ اہل

عرب خود کو عربی یعنی اہل بیان اور غیبیوں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے، حضور سرور کائنات پر جو کہ ایک معزز خاندان سے متعلق تھے، مگر پیدائشی طور پر یتیم ہونے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے بالکل راجح الوقت تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ قرآن پاک جیسی فصیح و بلیغ اور انسانی عقل سے بھی بلند پایہ شاعرانہ مزاج لیے کتاب انسانی راہبری کے لیے نازل ہوئی کہ جس کی عظمت سچائی اور من جانب اللہ ہونے کیلئے یہ دعوے کر دیا گیا کہ اگر تم خود کو اتنا ہی اونچا خیال کرتے ہو۔ تو قرآن کے مثل ایک آیت تو لے آؤ۔

بحوالہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳

لہذا اسی بات کو ایک بڑا معجزہ سمجھتے ہوئے کہ اتنا بلند پایہ اور فصاحت و بلاغت سے مزین کلام ایک نبی اُمّی کی زبان سے تمہارے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ تو اس کا تہ دل سے اقرار کر لوں اور راہ حق پہچان لو۔ چنانچہ دیکھنے والوں نے دیکھ لیا، کہ اس کلام پاک کی کشش اور جاذبیت اس حد تک محسوس کی گئی کہ حضرت عمرؓ جیسے سخت گیر انسان کے کانوں میں اس کی شریہنی نے ایک دم ان کا یا پلٹ دی اور ان کے دل کو جیت لیا۔ اللہ اللہ کہاں وہ ننگی تلوار لے کر حضور نبی اور ان کے ساتھیوں کا معاذ اللہ خاتمہ کرنے چلے تھے، اور کہاں راستہ ہی میں مسلمان ہونے کے لیے تیار کر ڈالی۔

مختصر یہ کہ انسانی عقل نے جیسے جیسے ترقی یافتہ حالات پیدا کئے خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغام سمجھانے کے لیے پیغام حق سمجھانے والوں کو ایسی طرح کے نور بصیرت سے نوازا کہ انسان کو اپنی عقل اور ادراک سے پیغام خداوندی برتر اور زیادہ موثر معلوم ہو۔ اب چونکہ نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ تو حضور نبی کے فریاد کے

ہی نہیں کی۔ حالانکہ بارہا ہمارے سامنے اس کی اپنی آیات نے ہمیں بھینچوڑ بھینچوڑ کر قرآن اور کائنات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔

مگر ہم پھر بھی آنکھیں بند کئے اور اپنے ذہنوں پر تالہ لگائے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ طاغوتی طاقتیں اور مخالفت قومیں ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہو گئیں اور اب ہمیں اُن کی ترقیات کو دیکھ کر خدا نخواستہ اللہ کے کلامِ حق اور کتابِ بصیرت کے دعووں میں فرق معلوم ہونے لگا ہے۔ حالانکہ اس کتابِ حق میں ہی صاف صاف ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ ہم نے اُس قوم کی حالت نہیں بدلی جو اپنی حالت خود بدلنے پر توجہ نہیں دیتی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

(الرعد ۱۱)

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ط قُلْ إِنَّ

اللَّهَ يُفَصِّلُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَىٰ مَن يَنْبَغِي (سورة الرعد - ۲۴)

اور کہتے ہیں منکر کیوں نہ اتری اس پر نشانی اس کے رب سے۔ کہ اللہ بچاتا ہے۔ جس کو چاہے

اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا۔

تو اسے میری پیاری قوم چونکہ سلسلہ نبوت منقطع ہو جانے کے بعد اب ذمہ داری

ہم میں سے سب پر عائد ہوتی ہے کہ ہم کلامِ حق اور توحیدِ الہی اور رسول اللہ کا مشن بلند کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دعوؤں کو سچا کرنے کے لئے اقدام کریں اور اس مقصد

عظیم کے لئے ایک جامع پروگرام مرتب کر کے اس پر عمل کریں تاکہ اپنی سچی کھچی قوم اور

ملک بلکہ بعدہ تمام ممالکِ اسلامیہ کو پھر سے متحد کریں اور زماں بعد اللہ تعالیٰ کا پیغام عالمگیر

بنیادوں پر پھیلانے کا بندوبست کریں۔ اس عظیم مقصد کے لئے سب سے پہلا کام ”ام الکتاب“ قرآن پاک کو نئے سرے سے سمجھنا ہوگا اور اس کے حقائق کو اس انداز سے بیان اور ادا کرنا ہوگا کہ اس کے فرمان کی تہ تک پہنچا جاسکے۔ تاکہ یہ تاقیامت عامی مسلمان کیا تمام علوم و فنون کے ماہرین مع سائنسدانوں اور خلائی علوم رکھنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو اور اس پر قیامت تک کے لئے نسل انسانی کا یقین و اعتماد سچتہ ہو جائے۔

قرآن پاک کے پیغامات کو پھر سے پرکھنے اور سمجھنے کی ضرورت کو اجاگر کرنے کے لئے زیر نظر کتاب میں قرآنی تصور تخلیق کائنات کو سائنسی انداز میں بیان کیا گیا ہے اور تمام کائناتی نظام کی پرکھ قرآن اور سائنس کی زبان میں بیان کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو سمجھانے کے لئے مرکز ربوبیت (نور حق) کی سمجھ پر زور دیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل نمازوں کی تشریح اور ایک سورہ العصر کی تفسیر لکھنے سے ناظرین کو یہ یاد رکھواتا ہے کہ تمام اسلامی فکر و سرائض نیز قرآن پاک کی تفسیر کو احسن ترین طریق پر سمجھانے کی اتنی صلاحیت انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں عطا کر دی ہے کہ وہ اب اس قابل ہے کہ انسانی سمجھ و عقل کے عین مطابق قرآن پاک اور دینی قرآنی کی اہمیت پورے مٹھوس دلائل سے ذہن نشین کر دینے کا انتظام کر دے تاکہ محض عقلی دلائل پر بھروسہ رکھنے والا آج کا مسلمان نہ صرف خود گمراہی سے بچے بلکہ دنیا کے ترقی یافتہ ترین انسان کو بھی دعوت دین دینے کی استطاعت حاصل کر سکے۔

مطابق پیغامِ حق اور مابطلہ اسلام جو کہ اس نسخہ کیمیا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی وساطت سے عطا کیا ہے اس کی صداقت، عظمت اور تاقیامت برتری و فوقیت ثابت کرنا ہم سب پر خدا اور اس کے رسول اکرمؐ کے حکم کے مطابق فرضِ عین ہے قرآن پاک کے پیغام کو سمجھنے کی ترغیب اور طور طریقہ جب تک ہم اپنا تے رہے اور ہم میں جب تک اس کلامِ حق کی تبلیغ کرنے والے علماء کرام موجود رہے۔ ہمارا دنیا میں ڈنکا بجاتا رہا۔ مگر اب سالہا سال کی غلامی اور علوم و فنون میں ترقی کے رجحان کی مخالفت کی فضا نے آہستہ آہستہ تبلیغِ اسلام پر بھی جمود طاری کر دیا۔ یہاں تک کہ اب اپنے لئے نیا ملک حاصل کر لینے کے بعد بھی جب ہم نے اپنی اصلاح اور نیک نیتی سے احکامِ الہی کے پرچار کی طرف دھیان دینے کے وعدہ (جو کہ ہم نے اس ملک کے حصول کے وقت خود سے اور اللہ تعالیٰ سے کیا تھا) کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دی تو اس کی سزا کے طور پر اس خطہ زمین کا ایک حصہ ایک المٹاک خانہ جنگی اور بے پناہ خون خرابہ کے بعد جس میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی بے دریغ گردن کاٹنے اور لاکھوں بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے سے بھی اجتناب نہ کیا۔ ہم سے جدا ہو کر ہمارے دشمنوں کی وساطت سے چند ایک کٹھ پتلی اور برائے نام مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔

ذرا سوچئے! کہ اگر ہم سب مسلمان ہیں اور سچے دل سے ایک خدا ایک رسولؐ ایک تشریح یعنی اللہ کے دیے ہوئے ضابطہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ہم میں یہ تفرقہ، سیاسی دھڑے بازیاں اور طرح طرح کے غلط نظریات کیوں جنم لے رہے ہیں؟ ہماری نئی پوز آخرا اپنے سچے دین پر اعتماد اور ایمان کی سنجیدگی سے کیوں محروم ہوتی

جا رہی ہے؟ اور آخر وہ کیا طریقہ یا نسخہ ہو سکتا ہے کہ جو ہم سب کو متحد اور ہم خیال بنا سکتا ہے؟ تو ان سب کا جواب آپ کو اپنی تاریخ اور ان واقعات و حالات پر غور کرنے سے آسانی سے یہی مل سکتا ہے کہ ہم نے یہ ملک مسلمان ہوتے ہوئے ایک خدا ایک رسول اور ایک دین پر عمل کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا تو بعد میں جب خود ہمارا اپنا یقین اور کردار ہی ان سب اصولوں کو خیر باد کہہ کر شیطانی اور طاغوتی طاقتوں کے اشاروں پر ناپچھنے لگا ہے اور ہم نے خدا، رسول اور قرآن کو بھلا دیا ہے۔ ساتھ ہی دوسری طرف اپنی نئی نسل کو ان کی عقل و دانش اور جدید تحقیقات کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے پیغام امن اور ضابطہ حیات کو سمجھنے کے لئے کوئی نیا طریقہ یا لائحہ عمل ہی نہیں دیا۔ تو پھر ہم میں یقین محکم عمل پیہم اور اتحاد جیسی نعمتیں کہاں سے آسکتی ہیں؟ ادھر علمائے کرام کو تو ہم اس قابل نہیں پاتے کہ وہ ہمارے نئی روشنی میں موجود علم طب سائنس اور خلائی تحقیق پر نظر رکھتے والے نوجوانوں کو اطمینان بخش طور پر دینی رہبری اور سکون قلب مہیا کر سکیں کہ جس سے اتحاد کا اصل سرچشمہ یعنی ہم سب کا مسلمان ہونا۔ ہماری اسلام سے وابستگی اور ہمارا ایک خدا ایک رسول اور ایک ضابطہ حیات پر ایمان پختہ ہو جائے تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ، وہ ضابطہ حیات اور نسخہ برکیمیا جس کا یہ دعوے ہے کہ وہ قیامت تک اب ہماری رہبری کرے گا نقص ہو چکا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، نقص اصل میں خود ہمارے ذہنوں اور انہماں میں ہے ہم میں سے بیشتر نے تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی اس کلام حق اور حزنزائے رحمت کی گہرائی تک پہنچنے کی جستجو ہی نہیں کی۔

ہم نے اس بیش بہا خزانہ کی ایک ایک آیت کے اصل مدعا کو پانے کی کوشش

کارآمد اور رائج سکھ یعنی عبادت الہی کو زیادہ سے زیادہ جمع کر لیا جائے تاکہ حضور کی شفا<sup>عبت</sup>  
کا مقام اور بلند ترین تشریح پائے۔ جیسے کہ بقول اقبالؒ یہ حیثیت ہو کہ

خدا بتدے سے خود پوچھے کہ تبا تیری رضا کیا ہے؟

ورنہ یوم الحساب تو وہ دن ہے کہ وہاں کسی نفس کو خود اپنے لئے بھی بولنے کی  
جرات اور سکت نہیں ہو سکتی تو کہاں اور کسی کے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت اور بخشش  
کی طلب؟ بلکہ وہاں تو نبیوں تک کو نفسی نفسی ہی یاد رہے گا۔

مگر اب رسول خدا آقائے نامدار سیدنا محمدؐ مجتبیٰ کی دورانہ لیشی اور امت کی فکر  
کے تشریحان جانیے کہ ایک طرف تو ان کی ذات پاک کو اشرف الانبیاء اور کائنات  
میں اللہ تعالیٰ کے بعد مالک و مختار ہوتے ہوئے۔ بعد از خدا تو ہی قصہ مختصر بہت  
اوپنچا مقام ہے مگر انہوں نے بہر حال رب کائنات کے اصل مقصد یعنی حوالہ آیت:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعَابِدُونِ ۝ کے مقام کو

سمجھتے ہوئے خود اور پھر اپنی امت کے فرمانبردار ہر ایک فرد سے یہی چاہا کہ اللہ تعالیٰ  
کے اس وعدہ سے اجتماعی طور پر جمع شدہ عبادت سے فائدہ اٹھانا چاہیے کہ وہ ذرہ برابر عمل  
صالح کو بھی ضائع نہ کریں گے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ  
إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ط وَمَا يَعْرُبُ عَنْ رَبِّكَ  
مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْفَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ  
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (سورۃ یونس ۶۱)

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے۔ اس میں سے کچھ قرآن اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ  
کلام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تم پر جب تم لگتے ہو اس میں۔ اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بھر  
زمین نہ آسمان نہ اس سے چھوٹا اور نہ اس سے بڑا۔ جو نہیں کھلی کتاب میں۔

پچنانچہ نماز فرض کے ساتھ ہر نماز میں کچھ رکعت سنت رسول کے طور پر عبادتِ الہی میں گزارنی چاہیے۔ مگر ہر امتی سے یہ نماز خود اس کی طرف سے رسول خدا حضرت صلعم کی ہلک کرنے کی تلقین کی جیسا کہ ہم سب سنتوں کی نیت باندھتے وقت کہتے ہیں۔ یعنی عبادت تو اللہ کی مگر ہلک ہوئی رسول کو۔ اب اندازہ کیجئے کہ گذشتہ تقریباً ۱۴ سو سال سے تمام مسلمان اپنی نمازوں کے ساتھ زائد رکعت نماز بطور سنت رسول پڑھتے آرہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور یہ سب زائد عبادت امتیوں کی طرف سے رسول خدا کے سپرد کی جا رہی ہے۔ پچنانچہ روزِ حساب جب پیغمبر خدا حضرت صلعم اپنی امت کی سرکردگی میں بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں گے تو جہاں اشرف الانبیاء اور محبوب خدا ہوتے ہوئے جناب رسول صلعم کا مقام سب مخلوق خدا سے بلند ہوگا۔ وہاں ساتھ ہی تمام امت اور خود رسول خدا صلعم کی زائد عبادت (سنت رکعتیں) ایک عظیم خزانہ کی صورت میں جناب رسول صلعم کا مقام بطور شافعِ محشر کہیں زیادہ بلند کر دیں گی پس جہاں دوسری امتوں کے نبی تک روزِ محشر نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے وہاں حضور اور حضور کی امت کے زیادہ عبادت گزار لوگوں (جو سنتوں کے بعد زیادہ سے زیادہ توافل سے عبادتِ الہی میں مشغول رہتے ہیں) کی پوزیشن بالکل ایسی ہی ہوگی۔ کہ ذرہ ذرہ نیک اعمال (جن میں عبادت کا مقام بہت بلند ہے) کا اجر دینے والا خدا تعالیٰ خوش ہو کر پکار اٹھے گا کہ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیرا رضا کیا ہے؟ پس آپ اندازہ فرمائیں کہ شروع اسلام سے قیامت تک کس قدر زائد رکعت نماز و عبادت اس طرح سے حضور نبی صلعم اور حضور کی فرمانبردار عبادت گزار امت جمع کرے گی کہ اس سے عین ممکن ہے کہ حضور کا شافعِ محشر ہونے پر پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

تو اب اندازہ فرمائیں کہ سنت نماز اور زائد توافل کی اصل حقیقت کیا ہو سکتی ہے؟



## تہذیب سنتوں اور توافل کی اہمیت

اسلام کے پانچ ارکان دین میں پہلے تین ارکان یعنی کلمہ، نماز اور روزہ وہ سرائس ہیں جن کی بجا آوری ہر امیر و غریب مسلمان کے لئے ضروری امر ہے مگر ہم سب جانتے ہیں کہ کلمہ پڑھ کر توحید الہی اور سلسلہ نبوت کا اقرار تو ہم کر ہی لیتے ہیں مگر اس سے آگے نماز اور روزہ جیسے سرائس جن میں اسلامی ذہن پیدا کرنے اور انسان کو دنیا کی تمام برائیوں سے بچنے کا عملی ثبوت موجود ہے اور جن پر عمل کرنے سے مزید احکام خداوندی کے اقرار اور عمل کی طرف بڑھا جاسکتا ہے مگر چونکہ ان کی بجا آوری میں کچھ نہ کچھ جسمانی محنت طلب کی گئی ہے۔ لہذا ان کے متعلق ہم نے طرح طرح کی توجیہات اور مختلف طرز فکر اپنایا ہے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے بعض نے تہذیب سنتوں اور توافل کی اہمیت اور ان کے پیچھے اصل مدعا نہ سمجھنے کی وجہ نہیں ترک کر دیا ہے (جیسے کہ کئی ایک ممالک اسلامیہ مصر، عراق میں دیکھا گیا ہے اور اب آہستہ آہستہ ہمارے ملک میں بھی بعض فرقے اس کو اپنارہے ہیں) تو اس کو لامحالہ یہی نتیجہ ہونا تھا کہ کئی پھر سے اب اصل نماز ہی کو یہ کہہ کر ختم کرنے کی فکر میں ہیں کہ نماز اور اطاعت گزار کی اصل مقصد برائیوں سے بچانا ہے اور چونکہ ہم تو کسی برائی، سوتلفی یا ظلم و گناہ کے مرتکب ہی نہیں ہوتے تو آج کل کے مصروف ترین مشینی دور میں محض وقت کا بے جا تصرف ہے (معاذ اللہ) حالانکہ دوسری طرف ایسے لوگوں نے اگر قرآن کو نگاہ بصیرت سے سمجھا لیا پڑھا ہوتا۔ تو ایک مسلمان انسان دنیا میں پیدا کرنے کے اصل مقصد یعنی عبادت الہی سے روگردانی کے لئے کبھی ایسی نامعقول باتیں نہ کہتا لہذا جب ایسے خالی الذہن لوگ علماء کی طرف

رجوع کرتے ہیں اور نماز میں فرض رکعتوں کے ساتھ نوافل اور سنتوں کی ضرورت کی ٹھوس دلیل پوچھتے ہیں تو انہیں صرف ایک ہی آخری جواب ملتا ہے کہ یہ محض رسول اللہ کی اطاعت ہے حالانکہ دوسری طرف یہ روایت بھی سنا دی جاتی ہے کہ اصل نمازیں تو پچاس فرض کی گئی تھیں۔ مگر رسول اللہ کی تکرار اور اپنی امت پر خصوصی نظر کر کے کرنے کی وجہ سے گھٹا کر صرف پانچ کر دی گئی ہیں تو اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ایک طرف تو رسول اکرم نمازوں کو کم کرواتے ہیں اور دوسری طرف خود ہی فرض رکعتوں سے تقریباً دو گنی تعداد میں سنتوں اور نوافل کی رکعتیں ہو جاتی ہیں جس سے خدا نخواستہ رسول اکرم کی طرف سے عبادت کے لئے کسی قدر سختی کرنے کا جواز نکل سکتا ہے مگر اسی نکتہ کو اگر ہم ایک احسن طریقہ سے اس رنگ میں پیش کریں جس میں کہ رسول اللہ کے اس حکم کا ہمیں کوئی گراں بہا مقصد و مطلب نظر آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک سچا مسلمان ان احکام پر عمل کرنے سے کوتاہی کے چنانچہ اس کے متعلق یوں بھی عرض کیا جاسکتا ہے۔

کہ رسول اللہ اشرف الانبیاء سرکارِ دو جہاں کو ہر وقت اپنی امت کے بھٹوانے کی ہی فکر رہی ہے اور حضور نے کبھی اپنے وقت میں موجود کسی دشمن انسان کے لئے بھی بدعا نہیں کی بلکہ اُن کی ہر وقت یہی دعا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دشمن کو بھی راہِ ہدایت کی رغبت عطا کرے تاکہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ سکے۔ بس اس شافعِ محشر نے اپنی شفاعت اور اپنی امت کی مغفرت کے لئے نہ صرف اپنی بلکہ اپنی امت کے تمام عبادت گزاروں کی محنت کو بھی بروئے کار لانے کے لئے روزِ محشر کو جہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایک ذرہ برابر عبادت اور نیکی کا اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ چاہا کہ اللہ کی زیادہ سے زیادہ رحمت اور بخشش حاصل کرنے کے لئے وہاں

سے سچا سکیں۔

اس ایک مثال سے ہی آپ حضرات پر واضح ہو گیا ہو گا کہ قرآن پاک کو سمجھنے اور اور اس کے اصل مقصد و مطلب کو پہنچنے کے لئے کس قدر محنت اور دورانہ پیشی کی ضرورت ہے پس آپ ضرور راسم کے اس خیال سے متفق ہوں گے کہ قرآن پاک کی تفسیر نئے اور جاذب و موثر انداز پر کر لینا کتنا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل بنائیں اور دوسرے موزوں اصحاب اپنی خصوصی رحمت و عنایت سے میرے اس عظیم مشن کے لئے کھڑے فرمادیں تاکہ یہ سعادت مجھے مل سکے کہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے قرآن کے مقاصد اس انداز میں پیش کر سکوں کہ غیر اقوام اور دنیا کے دوسرے تمام مذاہب پر اسلام کی عظمت و فوقیت ظاہر ہو جائے۔

## وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

☆ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ  
وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ ط وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا  
لِّكُلِّ شَيْءٍ هُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ (سورة النحل ۸۹)

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقتے میں ایک بتانے والا ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لادیں بتانے کو ان لوگوں پر اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب بیورا دکھول سنانے والی، ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوش خبری حکم برداروں کو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَمْسُ مَعْنُوْر

میری رہبری کی سرگزشت

سَبِّحْ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ  
الْحَكِیْمُ ۝ (سورة الحشر - ۱)

اللہ کی پاکی بوتا ہے، جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا  
جیسے ہی ایک ذی ہوش اور دور اندیش انسان بچپن کی ناپختگی سے  
بڑھ کر عقل و حواس سے کام لینا شروع کر دیتا ہے تو اس کی توجہ گرد و پیش  
میں ہونے والے واقعات سے لے کر شہروں اور گلی محلہ کی چہل پہل تک  
انسان کی دنیا میں باقی تمام مخلوقات پر برتری اور دوسری تمام ذی روح مخلوق  
کا انسان کے سامنے بے بس ہونے پر آکر مذکور ہو جاتی ہے جس سے اُسے

اور ان کو جاری کرنے والے پیارے نبیؐ نے مشرکین نماز کے ساتھ یہ رکعتیں جاری فرما کر مسلمان کا ایک دوسرے کا ہمدرد اور دنیا کی آخرت میں بھی ساتھی ہونے کے رشتہ کو کتنا پختہ کر دیا ہے اور پھر اس طرح سے رسولؐ خدا اپنی زیادہ سے زیادہ امت بخشوانے میں دوسرے سب نبیوں اور امتوں پر سبقت لے جا دیں گے چنانچہ جو لوگ سنتوں اور توافل نماز کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکے ان کے لئے یہ بیان کتنا واضح اور رغبت نماز اور سکون قلبی فراہم کر سکتا ہے۔

اب آئیے مندرجہ ذیل ایک چھوٹی سی سورہ (العصر) کی تفسیر دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ آیا آج کا انسان اگر اسلامی تاریخ و احادیث کو مد نظر رکھ کر قرآن پاک کی نصیحت صحیح سمجھنے کی طرف دھیان دے اور یہ کام بجائے فرداً سرانجام دینے کے چند باشعور و صحیح اسلامی نظریات رکھنے والے مختلف علوم و فنون سے وابستہ افراد ایک بورڈ کی شکل میں دینی اور ملی خدمت کی غرض سے طب، سائنس، جدید علوم و خلائی دور کی معلومات کو مد نظر رکھ کر اس انداز سے سرانجام دیں کہ قرآن پاک کی فوقیت اور برتری قائم رہے۔ اور انشاء اللہ اب یہ بالکل ممکن ہے اب سورہ العصر کو ملاحظہ کریں۔

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ ۝

(سورہ عصر)

قسم ہے اترتے دن کی۔ مقرر انسان پر، ٹوٹا ہے۔ مگر جو یقین لائے۔ اور کیے بھلے کام اور آپس میں تقید کیا سچے دن کا۔ اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

اب یہاں غور کرنے اور سمجھنے کی بس ایک ہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے انسان کو متنبہ کرتے وقت کہ تم نیکی اور اپنی بھلائی ایمان لاکر اور عمل صالح سے کر لو۔ یہ وقت عصر یعنی اترتے دن کی قسم کیوں کھائی ہے؟ تو اس سے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے وقت عصر کی قسم کھانے کو رسول صلعم کے اس فرمان کی روشنی میں دیکھیں تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اگر تمام دنیا کی زندگی ایک یوم فرض کر لی جائے تو میری امت کا مقام اس تمام دن میں ایسے ہی ہے جیسے کہ تمام دن گزر جانے کے بعد وقت عصر کہ اس کے بعد اب دن کا ختم ہونا یقینی ہے پس ایسے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس نے بھی قرآن کے مخاطب انسانوں کو اسی اندازہ سے کہ اب دنیا کی زندگی ختم ہونے کو ہے۔ تو اسے نادان انسانوں اب وقت ضائع نہ کرو، اور ایمان لاکر نیک اعمال جمع کر لو، ورنہ تم سب اور بیشتر بالکل اپنی بے سمجھی اور دنیاوی رغبت کی وجہ سے سخت خسارے کا شکار ہو جاؤ گے۔

اللہ اللہ کیا واضح اور کس قدر صحیح فرمان ہے کہ جس سے دنیا کی زندگی کے ختم ہونے کا گمان دیا جا رہا ہے تو اندازہ فرمائیں کہ آج سے لگ بھگ چودہ سو سال قبل قرآن نازل ہوا تو اس وقت قیامت کے آنے میں محض عصر کے وقت کے مشابہ معیاد بتائی جا رہی ہے تو اب اس میں سے بھی ۱۲ سو سال اور کم ہو گئے ہیں۔ علم الغیب اور وقت قیامت تو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں مگر اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس دنیا کو ختم ہونے میں بس اتنی ہی دیر رہی باقی ہے کہ جیسے آفتاب افق کے قریب پہنچ چکا ہو تو اب اسے ایمان والو! اور اسے اتنا تو اب بھی یہ وقت ضائع کر دینا ہم سب کے لئے کس قدر المناک اور نقصان دہ ہے آئیے ہم سب پہلے خود احکام الہیہ سجلائیں اور پھر اپنی پوری کوشش سے تمام انسانوں کو انسان اور دین خداوندی کی طرف لانے کی سعی کریں کہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دوزخ

میں سے بیشتر کا حل دین خدا اور موجود اسلامی علوم کی روشنی میں مفقود نظر آنے سے ایک عام مسلمان کی طرح دل میں بے اطمینانی اور بھی بڑھتی ہی گئی۔ ایک متوسط گھرانے سے متعلق ہوتے ہوئے دنیا میں گذر بسر کے لئے ایک باعزت پیشہ کا حصول اس بے چینی اور نا اطمینان بخش کیفیت میں مزید آڑے آیا اور تعلیم کے حاصل ہو جانے کے بعد جو کہ بجائے خود ایک نہایت دردناک اور محنت طلب حالات سے دوچار طویل سرگذشت کی حامل ہے سائنس اور مغربی علم طب کا مطالعہ بھی مزید بے شمار پیچیدگیاں اپنے دامن میں لپیٹ لینے کا موجب ہوا، اور ان دنیاوی علوم سے بھی کچھ ذہنی اور فکری تسکین نہ ہو سکی۔ علم سے فارغ ہو کر ملازمت (جو کہ تقریباً آٹھ سال سے زائد عرصہ تک جاری رہی) کے دوران جن تلخ حقیقتوں اور واقعات سے گذر ہوا، اور مسلمانوں کو ایک معمولی کسان اور چیراسی سے لے کر بڑے سے بڑے حاکموں اور رئیسوں تک کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو بس یوں سمجھئے کہ پانی سر سے بلند ہو چکا تھا۔ یعنی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر کونہ میں سب انسانوں یعنی مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ اور اپنے رب کہ جس کے سامنے پہنچ کر ہم سب نے اپنے کئے پر جزا و سزا حاصل ہونے پر ایمان لایا ہے اس کے بتائے ہوئے نظام اور دینی معاشرہ پر جو کہ ہم سب اور خود کتاب اللہ اور نبی کے مطابق قیامت تک کے لئے حروفِ آخر ہے کے بالکل خلاف اور بغاوت پر رواں دواں ہونے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ چنانچہ خود کو حالات اور واقعات زمانہ کے ناموافق سمجھتے ہوئے سرکاری ملازمت سے استعفا دے کر

نجات حاصل کی اور اپنے پیشہ ورانہ ہنر سے جو کہ خدا کے فضل و کرم سے ایک باعزت اور نفع بخش ہنر ہے پر سہارا لیتے ہوئے "تلاش حقیقت" میں سرگرداں ہو گیا۔

اس کے بعد مزید دو سال تک تمام ذہنی اور گرد و پیش کی الجھنوں سے باہم دست و گریباں رہا۔ مگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ کئی مرتبہ ایسی حالت و کیفیت ہو جاتی کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر پوری تن دہی سے اس قیامت تک کام آنے والے دین اور معاشرہ کی اصلیت اور چھان بین بین لگ جانے کے لئے تیاری کر ڈالی۔ چنانچہ جس طرح قیام دوران کراچی ۱۹۵۰ء ایک مرتبہ بھاگ کر برائے حصول تعلیم و بتوی ایک دینی جامعہ سے رجوع ہوا۔ مگر وہاں کے استاد انچارج صاحب سے تبادلہ خیال سے جب یہ ظاہر ہوا کہ وہ ہزار سالہ پرانے یونانی فلسفہ کو آج کل کی سائنس سے بڑھ چڑھ کر سمجھتے ہیں اور بیشتر معمولی سمجھ کی باتوں کا بھی صحیح جواب نہیں دے رہے تو واپس گھر چلا آیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ پھر والد صاحب کی وفات کے بعد کے حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ کراچی جا پہنچا۔ دل میں سچتہ خیال کیا کہ کسی بلند مرتبہ دینی مدرسہ سے پچھلے مسائل کا حل معلوم کر دوں گا اور اگر ناکامی ہوئی تو دنیا کو ترک کر کے خود ہی ان مسائل کی تلاش میں لگ جاؤں گا۔ مگر ان دینی مدارس سے تو پہلے ہی کی طرح طبیعت میں بے چینی میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر قریب تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کراچی کے جزیرہ منورہ میں "تلاش حقیقت" کی جستجو میں بہترین تنہائی اور بہترین فطری مشاہدات کے زیر سایہ پناہ لے لیتا۔



لا محالہ یہ سوچنا پڑتا ہے کہ انسان سے بڑھ کر بھی کوئی ہستی ہوتی چاہیے کہ جس کے سامنے انسان بھی بے بس و مجبور نظر آئے۔ چاروں طرف نظر دوڑانے اور غور و فکر کرنے کے بعد جب اُسے کچھ سمجھائی نہیں دیتا تو انسان کا سر غرور اور تکبر سے بلند ہونے لگتا ہے۔ مگر جب دوسری طرف ایک انسان اٹھ کر دوسرے انسان ہی کا گلہ کاٹنے اور اُس کو اپنا غلام بنانے کے ساتھ طرح طرح کے ظلم کرنے بلکہ جان سے مار دینے پر تل آتا ہے تو ایسے وقت میں دوسرا مظلوم انسان کسی ان جانی قوت و طاقت کا منتظر رہتا ہے۔ جو اُس کو ایک جابر مگر اپنے ہی جیسے انسان کی دست برد سے نجات دے۔ اسی طرح دنیاوی مخلوق کے علاوہ دوسری طاقتیں مثلاً سمندری طوفان، زلزلہ، زبردست آندھی، خطرناک بارش وغیرہ کی زد میں آتے وقت جب انسان خود کو مجبور و بے دست و پا پاتا ہے۔ تو اُس کے اندر سے ایک ایسے ان دیکھے محافظ اور بچانے والے کو بلانے کے لئے صدا نکلتی ہے اور اُسے یقین ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ایسی ان دیکھی طاقت موجود ہے۔ جو ان سب طاقتوں پر حاوی اور قادرِ مطلق ہو گی کہ جس نے ان اتنی مہیب اور خطرناک ترین آفتوں کو جنم دیا ہے اور وہ ہی ان سب کو ختم بھی کر سکتی ہے۔

یہ ہی وہ اندرونی صدا ہے جو دنیا کی بہت بڑی برگزیدہ ہستیوں

جسے کہ پیغمبروں اور رسولوں تک کے دماغ میں آتی رہی ہیں۔ پس یہ لوگ

جب اس ان دیکھی ہستی اور غیبی طاقت کی طرف راغب ہوئے اور اس کی

تلاش میں اس قدر لگن ختم تیار کی کہ اپنا تن من، بیوی بچوں تک کو بھول گئے۔

تو یہ غیبی قوت و طاقت کسی نہ کسی طرح اُن پر عیاں ہوئی جس سے اُن کی اندرونی طور پر تسکین و تسلی ہو گئی۔

یہ تو اُس واحد و لا شریک غیبی طاقت کی عین کرم نوازی ہے کہ ہم کو نورِ ہدایت کے سرچشمہ سردارانِ نبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں جنم اور زندگی سے ہمکنار کیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم پیدائشی مسلمان ہیں اور ہم میں بعض وہ ہیں کہ کئی پشت ہا پشت پیچھے ہٹ کر ان کی نسل ہی خاندانِ نبوت سے جا ملتی ہے مگر ایک عامی مسلمان ہوتے ہوئے راقم نے بچپن سے اسلام اور رسولِ خدا کی تعلیمات پر جب کبھی غور کیا تو مجھے بہت کم لوگ ایسے نظر آئے جو اگر پورے نہیں تو کچھ نہ کچھ مسلمان کہلوانے کا حق رکھتے ہوں کہ وہ پانچ رکنِ دین یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کسی نہ کسی طرح اپنی بساط کے مطابق نبھانے کی کوشش کرتے ہوں مگر بیشتر لوگوں کو دیکھنے سے انہیں اسلام اور اللہ کے دین کے سانچے میں ذرا برابر بھی صحیح نہ پا کر دل میں انتہائی مایوسی اور ساتھ ہی ساتھ شیطانی طاقتوں کی عظیم کامیابی پر شدید کرب و دکھ ہوا۔ دوسری طرف معمولی معمولی متنازعہ فیہ مسائل پر بحث کرنے اور متفق و مخالف ہو کر ان گنت چنے مسلمانوں کا بھی مختلف گروہوں میں بٹ جانے کا حال معلوم کر کے قلب و دماغ کی بے چینی میں مزید کئی گنا اضافہ ہوا۔

ادھر ساتھ ہی ساتھ دنیا کی مادی ترقی کے سامنے علماء کرام اور

رہبرانِ دین کی بے بسی کی وجہ سے نئے نئے مسائل اٹھتے ہی گئے مگر ان

مگر والد صاحب کی وفات کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے مسائل و حالات کے چکر اور اکھاڑ پھاڑ کی وجہ سے واپس وطن پھلروان آنا پڑا۔ اب یہاں مزید تقریباً ایک سال نہایت اذیت اور ذہنی کرب و ملال میں گزرا۔ حتیٰ کہ کسی کام سے مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے ایک دارالعلوم جامعہ اشرفیہ کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا۔ دوسرے روز ہی پہنچنے کے بعد مدرسہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ ۱۹۶۹ء کے محرم الحرام کا واقعہ ہے۔ ہفتہ کے روز محرم کی دسویں تاریخ تھی اور غالباً اپریل کا مہینہ عیسوی کے لحاظ سے تھا میں نے جمعہ کے دن جناب حافظ عبدالرحمن (جو کہ وہاں پر شیخ الحدیث ہیں) سے اپنی چند ایک دینی اور دنیاوی سچیدگیوں کا تذکرہ کیا اور ان کا حل طلب کیا۔ انہوں نے مجھے دوسرے روز یعنی ہفتہ کو صبح ۹ بجے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ یہ دن دسویں محرم کا تھا اور جامعہ میں چھٹی تھی۔ میں فی الحال تقریباً چیدہ چیدہ ۱۰ سوال لکھ کر لے گیا تھا۔ اور انہیں آمادہ کیا کہ آپ فرداً فرداً ان سوالات کے جواب دیں۔ ان میں چند سائنسی علوم و ایجادات اور اسلام کی رو سے ان کے استعمال کے متعلق اور کچھ موجودہ ڈاکٹری کے مسائل یعنی پوسٹ مارٹم، تعلیم کے حصول میں مردوں کی چیر پھاڑ کے متعلق تھے اسی طرح سے فیملی پلاننگ وغیرہ، وغیرہ۔ جن میں سے بیشتر کے جوابات تقریباً میرے خیالات اور سوچنے کے مطابق تھے اور چند دوسروں کا جواب انہوں نے بعد میں بتانے کو کہا۔ ادھر جامعہ کی مسجد دوسرے بلڈنگ اور رہن سہن مجھے بہت پسند آیا۔ چنانچہ میں نے مولانا حافظ عبدالرحمن سے دریافت

کیا کہ میں اگر دین میں نچنگی اور اپنے لئے ذہنی سکون حاصل کرنے کے لئے آپ  
 کے درس میں شامل ہو جاؤں تو کیا آپ روزانہ کے درس میں سے چیدہ نکالت  
 پر مٹھان کرنے کے لئے میرے سوالات کا جواب دیا کریں گے تو وہ فوراً اس  
 بات پر آمادہ ہو گئے۔ پس اُن سے اجازت لے کر لاہور سے واپس پھلروان  
 پہنچا۔ دل میں برابر روحانی سکون اور اطمینان نہ ہونے کی وجہ سے بے چینی  
 لئے ہوئے تمام حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اب حالت یہ تھی کہ میرا گذر بسر  
 کا کاروبار پھلروان میں تھا اور اس کو فوری طور پر پھینک دینا بھی کچھ عجیب  
 معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ حقوق العباد میں اپنے بچوں  
 کی ذمہ داریوں کو ایک فرض کی طرح پورا کرنا بھی ضروری تھا۔ بہر حال میں نے  
 اپنی اہلیہ سے پھلروان کو چھوڑ کر لاہور میں نئے سرے سے کام شروع کرنے کے  
 لئے خواہش ظاہر کی۔ خیال تھا کہ لاہور میں چونکہ اس کے والدین ہیں۔ اسے اس  
 میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر پھلروان کے کاروبار اور نئے مکان کو جو ابھی حال  
 ہی میں تعمیر کیا تھا۔ وہ اب یہاں کافی خرچ کرنے کے بعد اس ہجرت کے  
 لئے تیار نہ تھی۔ والدہ صاحبہ کو معلوم ہوا تو وہ بھی اس سے متفق نہیں ہوئیں  
 چنانچہ اب میں عجیب تذبذب کی حالت میں تھا۔ ادھر ایک طرف ذہنی و روحانی  
 بے اطمینانی مجھ پر سوار تھی اور دوسری طرف اپنے حالات اور ”حقوق العباد“  
 اس بے اطمینانی کو حل کرنے کے لئے جامعہ اشرفیہ سے نزدیک ہونے کے  
 پروگرام میں حائل تھے۔ چنانچہ مزید تین ماہ اپریل سے اگست تک یعنی  
 محرم الحرام سے جمادی الاول تک شدید ذہنی کرب و قلبی بے اطمینانی میں

گزارنے کے بعد ایسے معلوم ہونے لگا کہ میرا اٹھنا بیٹھنا اور سوچنا سمجھنا اب بہت زیادہ متاثر ہونے لگا ہے۔ ادھر انسان کے چاند پر چلے جانے کا واقعہ ہو جانے سے روحانی طور پر اور بلچل پیدا ہو گئی۔ کیونکہ بہت سے علماء کرام نے چاند پر انسان کے جانے پرچہ میگزینیاں اور نکتہ چینی کر کے دینی اور دنیاوی مسائل کو مزید الجھا دیا تھا اور مجھے ایک دفعہ پھر یہ احساس بُری طرح سے ستانے لگا کہ اللہ کا دین تو قیامت تک کے لئے آیا ہے تو کیا قیامت سے پہلے ہونے والے واقعات کچھ اس طرح بھی اثر پذیر ہو سکتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہمارا دین نامکمل یا ناقص معلوم ہو۔ جیسا کہ ہمارے بعض علماء کرام ظاہر کر رہے ہیں۔ اور چونکہ مجھے اللہ کے دین پر پورا یقین اور اعتماد ہے۔ لہذا میں نے یہ جان لیا کہ قرآن پاک کا پوری تن دہی سے مطالعہ کرنے کے بعد جب تک ایک انسان صحیح ترین قرآنی تصور کی روشنی میں مسائل کو نہیں پرکھتا۔ دن بدن زمانہ کی ترقی کے ساتھ نئے نئے اٹھنے والے مسائل نئی پودا اور دنیاوی علوم کی سوچ بوجھ رکھنے والے مسلمانوں کے لئے دین میں سخت الجھاؤ اور خدا نخواستہ بے زاری پیدا کر دیں گے اور اس کی تمام ترمیم داری ہر ایک اسلام پرست اور دین دار انسان پر براہِ راست پڑے گی۔ ادھر اس کے ساتھ ہی ساتھ دوسری طرف تبلیغ دین اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے کام پر پوری طرح سے جمود طاری ہے۔ کیونکہ نئے سائنسی علوم و ایجادات کی روشنی میں جب اپنی ہی ملت کے نوجوان دین سے دوری اور بے زاری ظاہر کرنے لگے ہیں اور صرف ان کو مطمئن کرنا بھی ہمارے علماء اور والدین سے ممکن نظر

نہیں آتا، تو کجا ایک غیر مذہب والے ترقی یافتہ مادہ پرست انسان کو دعوتِ

دین دینا ہے؟

پس ان حالات کی روشنی میں میں نے فوری طور پر دنیا اور اپنے حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لاہور جامعہ اشرفیہ میں جا کر تلاشِ حق و سکون کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میں اگست کے اوائل میں لاہور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کچھ جمع شدہ پونجی لے کر منتقل ہو گیا۔ اب چونکہ یہ اقدام گھروالوں کی منشا کے خلاف تھا۔ لہذا سب کی وقتی ناراضگی مول لے لی۔

لاہور میں میں نے پہلے تو کوشش کی کہ جامعہ اشرفیہ ہی میں قیام کیا جائے۔ مگر اپنی ذات کا جامعہ پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالنے کی غرض سے باہر ۱۶۶ علامہ اقبال روڈ (مصطفیٰ آباد) میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ تاکہ بالکل فارغ وقت میں اپنے ہنر سے فائدہ اٹھاتا رہوں۔

اگست ستمبر اور پھر با بعد سردی شروع ہو گئی۔ مگر میں متواتر صبح کی اذان سے پیشتر اٹھ کر نماز فجر اور درس القرآن میں شمولیت کی غرض سے جامعہ اشرفیہ تین میل دور سائیکل پر جاتا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ حافظ عبدالرحمان سے مختلف النوع سوالات و واقعات پر بحث بھی کر لیتا۔ ادھر چونکہ یہ زمانہ ملک میں عوامی الیکشن کا تھا۔ لاہور میں متعدد دینی رہنماؤں سے ملاقات ہوتی رہی اور ان کے خیالات سے بھی مستفید ہوتا۔ ان میں مولانا محمد نعیم جامعہ نعیمیہ والے، مولانا احتشام الحق تھانوی مفتی محمد شفیع، متعدد طلباء جامعہ اشرفیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، اور سب سے بڑھ کر دارالعلوم دیوبند (انڈیا) کے مولانا حافظ محمد طیب شامل ہیں۔ اس

چار پانچ ماہ کے متوازن آنے جانے اور مختلف علمائے کرام سے تبادلاً خیال کے بعد میں مجموعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچا کہ دینی مدارس میں کام تو بہر صورت بہتر ہو رہا ہے۔ مگر ان کا تعلیمی طور و طریقہ اور خصوصاً علومِ فلسفہ آج سے ایک ہزار سال سے بھی پہلے کے مرتبہ ہیں اور ان پر انے علوم کو مد نظر رکھ کر قرآن کی تشریح کر رہے ہیں جو کہ آج کل کبھی موافق نہیں ہو سکتی۔ گو بظاہر اس طریقہ تعلیم سے وہ طلباء جو دیہات کے مدرسوں اور مسجدوں سے اٹھ کر سیدھے ان کے پاس آجاتے ہیں تو خوب خوب متاثر ہوتے ہیں۔ مگر آج کل کے علوم و فلسفہ و سائنس وغیرہ کا علم کھنے والا شخص کبھی متاثر نہیں ہو سکتا۔ ادھر دوسری طرف جب قرآن کو ایک اچھی طرح سے باخبر انسان، آج کل کے علوم، فلسفہ اور سائنس کو سامنے رکھ کر پرکھتا ہے تو اسے قرآن دین میں نہیں، بلکہ ان معلمین اور علماء میں ہنر نظر آتا ہے۔ اس کی ایک مثال جو کہ بالکل صداقت پر مبنی ہے یوں ہوئی کہ قبل ازیں میں چاند پر انسان کے جانے کے واقعہ سے علماء میں اختلاف تو دیکھ اور سن چکا تھا۔ بلکہ کئی ایک کو بحث و مباحثہ کے بعد قائل بھی کر دیا چکا تھا کہ انسان کا چاند پر چلے جانا کوئی ایسا خطرناک واقعہ نہیں اور نہ ہی یہ رسولِ خدا یا بت قرآن کے خلاف جاتا ہے۔ بلکہ قرآن میں ان باتوں کی طرف پہلے سے اشارات موجود ہیں تو اب ایک موقع پر جب کہ مولانا حافظ محمد طیب صاحب کی مجلس میں بیٹھے ایک شخص کو انسان کی بناوٹ اور قبر کے احوال پر روشنی ڈالتے وقت علم طب اور سائنس پر مثالیں دیتے سنا تو سخت کوفت ہوئی کہ ایک اسلامی ہندو پاکستان کی سب

سے بڑی تعلیمی یونیورسٹی کا پرنسپل یا چانسلر طب کے متعلق بالکل دقیانوسی مثالیں دے رہا ہے۔ اسی مجلس میں اچھے خاصے پڑھے لکھے افسر ادبی موجود ہیں۔ مگر جہاں محترم حافظ صاحب کی دوسری روحانی باتوں سے متاثر ہو رہے ہیں۔ وہاں علم طب اور سائنس کے متعلق مثالوں کو ن کر جن کا آج کل کے صحیح اور نہ بدلنے والے حقائق سے تعلق ہو۔ ان کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی اور اب اگر ہم حافظ صاحب کی ہی تقریر دین کی تبلیغ کے لئے استعمال کریں اور کسی غیر ملکی لاندہرب یا دوسرے باطل مذاہب سے تعلق رکھنے والے تعلیم یافتہ انسانوں کے سامنے پیش کریں تو انہیں ایک اسلامی یونیورسٹی کے سربراہ کی زبانی سائنس اور طب کی غلط توجیہات سن کر لامحالہ اسلام کو قبول کرنے میں دقت پیش آئے گی بلکہ وہ یہ سوچیں گے کہ کیا یہ وہی مذہب ہے کہ جس کا دعوے ہے کہ یہ قیامت تک یعنی اس دنیا کی زندگی کے آخری لمحہ تک انسان کی ہدایت اور رہبری کے لئے کامل ہے اور کچھ نہیں تو انہیں دل میں اس کے پرچار کرنے والے کے متعلق کم از کم کچھ غلط تاثر پیدا ہوگا جو کہ تبلیغ دین میں عین ممکن ہے کہ روکا وٹا بن جائے۔

چنانچہ ان حالات میں مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حافظ صاحب کی توجہ اسی مجلس میں ان کی بہترین گفتگو اور اس کے لئے سائنس اور طب کی دقیانوسی توجیہات کا سہارا لینے کی طرف مبذول کروائی جسے وہ فوراً تسلیم کر گئے اور کہنے لگے بھائی مجھے سائنس اور طب کی مثالیں نہیں دینی چاہئیں



تھیں۔ مگر میں نے انہیں عرض کی کہ یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ انسان کو سمجھانے کے لئے — مثالیں خوب مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ سائنس اور طب سے ہی شرار اختیار کیا جائے۔ ہمارے علماء کو دنیا کے ضروری علوم سے بے بہرہ نہیں رہنا چاہیے۔ اور اپنے تعلیمی کورس نئے سرے سے پرانے فلسفہ اور سائنس کو چھوڑ کر تیار کرنے چاہئیں۔ کیونکہ جس وقت پرانے معلمین نے یہ طریقہ کار رائج کیا تھا۔ اُن کے زمانہ میں فلسفہ اور سائنس یہی کچھ تھی۔ اب اگر سائنس ترقی کر رہی ہے اور انسانی عقل بھی اپنے عروج پر ہے تو انہیں مثالیں بھی اسی طرح دینی لازمی ہیں۔ اس پر حافظ صاحب نے مانے لگے کہ بھی سائنس تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ لہذا اس کا سہارا ہی نہیں لینا چاہیے مگر میں نے انہیں متعدد سائنس اور طب کی مثالیں ایسی بتائیں کہ ان میں سے سائنس اب مزید تبدیلی نہ کر سکے گی اور پھر جو طب میں ترقی ہو چکی ہے، اُس کے مطابق علم الابدان کا بدلنا ہی ممکن نہیں۔ پھر دوسری طرف میں نے اُن کے گوش گزار کیا کہ باوجود علم طب و سائنس رکھنے سے اب تشریح کے مطالعہ سے مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ جو قرآن کے اشارات اور فرمان سے بڑھ گئی ہو۔ یا قرآن کے حقائق کو غلط بنا کر رکھ دے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فوری طور پر موجودہ سائنس اور فلسفہ کو قرآن کی روشنی میں رکھیں اور خود مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس خواہ کتنی بھی ترقی کرتی رہے اور انسان کی عقل خواہ کہاں تک جا پہنچے۔ تشریح میں کسی نہ کسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہر سائنس کی ترقی سے بڑھ کر بلکہ اور آگے تک رہنمائی کر دی ہے۔ اس کے بعد

حافظ صاحب کی مجلس میں ہی میں نے چند ایک اور سوالات اپنی مشکلات اور باتوں سے متعلق دریافت کئے۔ جن میں وہی طب، سائنس اور روزمرہ کی زندگی کے دوسرے عام مسائل شامل تھے۔ مگر انہوں نے چند ایک کے جوابات دینے کے بعد جو بجائے خود کچھ زیادہ اطمینان بخش نہ تھے۔ مجھے کسی فرصت کے لمحہ میں آکر ملنے کے لئے کہا۔ مگر شومی قسمت حافظ صاحب دو سکر روز ہی کراچی تشریف لے گئے اور پھر شاید واپس ہندوستان بہر حال میرے ذہن میں وہی تصور مزید سچتہ ہوتا گیا کہ اسلام تو بہر حال اس دنیا کے خاتمہ کے لئے آیا ہی ہے۔ مگر فی زمانہ ہمارے علماء کرام و مشائخ نہی پود کو ترقی زمانہ کے ساتھ دین کے بارے میں مطمئن کرنے کی سکت کھوتے جا رہے ہیں اور اگر خود اپنے ہاں مسلمان ممالک میں یہ حال ہے تو غیر ملک اور غیر زبان رکھنے والے سائنس سے متاثر لوگوں کو کیسے اسلام کی طرف راغب کیا جاسکتا ہے؟

بہر حال یہ کیفیت اب اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ جب میری دسترس کے اندر علماء جب مجھے سکون قلب سے ہم کنار نہ کر سکے۔ تو میں نے سوچا کہ اب فقط ایک ہی راستہ ہے کہ صبر و شکر سے اپنے اللہ پر معاملہ چھوڑ کر فکرِ آخرت میں لگ جانا چاہیے اور اللہ پر اپنا بھروسہ سچتہ رکھنا چاہیے چنانچہ اللہ کی خالص مہربانی سے اس سوچ و فکر میں غرق کچھ عرصہ اللہ کی طرف خصوصی رجوع کر لیا۔ اور نہایت انکساری اور آہ و زاری سے اپنی مشکلات میں مدد چاہی۔

خداگواہ ہے کہ میری حالت ان دنوں ناگفتہ بہ تھی۔ دن رات بے سکونی اور بے اطمینانی کا دور دورہ تھا۔ مگر شکر ہے کہ یادِ خدا سے محروم نہ رہا میں ایک چھوٹے شہر سے بڑے شہر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس خیال سے منتقل ہوا تھا کہ شاید کوئی مردِ بزرگ چشمہ ہدایت بن کر میری رہبری کر دے گا اور مجھے سکون نصیب ہوگا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وقت گزر رہی رہا تھا۔ آخر ایک روز حسبِ معمول شبِ بیداری یعنی نمازِ تہجد کے بعد آرام کرنے کی عرصہ سے اکیلا صحن میں بستر پر دراز ہو گیا۔

## دیدارِ عرشِ الہی

تو اچانک مجھے ایسے معلوم ہوا کہ میں بہت ہی بلند کسی ایسے مقام پر ہوں کہ جہاں کوئی اور شے نہیں یعنی نہ زمین، نہ زمین کے اثرات محض ایک پرسکون جگہ ہر طرف نیلگوں سماں، اور مجھے کسی نے پکارا اور پر دیکھو، اس عجیب اور پرسکون ماحول میں مجھے کچھ اوپر بلندی پر اپنے سامنے چار بڑے بڑے چمکدار ہلکے سبز رنگ کے زمرد سے بنے ہوئے ستون نظر آئے۔ ان ستونوں پر غور کرتے ہوئے جو میری نگاہ اوپر پہنچی تو تین کونوں پر مثل نہایت خوبصورت چھتری ان کو ڈھانپ رہی تھی اور اس سے بھی اوپر ایک نہایت نفیس و چمکدار انتہائے نظربک گیا ہوا سہارا دکھائی دیا۔ ابھی میری حیرانگی اور غور جاری تھا کہ میں نے دوبارہ ستونوں کی تہ کی طرف نظر کی، تو مجھے خوبصورت زمرد کی بناوٹ سے ان ملے ہوئے ستونوں کے اندر سے ایک نہایت جلیل الشان باعظمت

اور بے پناہ قوت پھوٹ پھوٹ کر اطراف میں جاتی ہوئی معلوم ہوئی اور پھر جب غور سے اس تمام روح پرور نظارہ پر غور کیا تو میرے اندر سے اچانک آواز آئی۔ ارے یہ تو لفظ اللہ ہے! "فوری طور پر میری زبان سے "اللہ اکبر" کی آواز بلند ہوئی اور میرے سوا اس قائم ہو گئے۔

مگر کچھ نہ پوچھئے کہ اس وقت میری کیا کیفیت تھی۔ میں اس بہترین و پرسکون مقام و نظارہ کو دوبارہ دیکھنے کے لئے ترستا ہی رہا اور بے اختیار آنسو جو بہنے لگے تو تھمتے ہی نہیں تھے۔ اس بے بسی کی حالت اور بے اطمینانی کی کیفیت میں اللہ کی عظمت و حقیقت کو پا کر مجھے وہ چیز حاصل ہو چکی تھی کہ جس سے میرے قلب میں اچانک ایک بیش بہا تبدیلی واقع ہو سکتی تھی اور ایک انتہائی یقینی اور بے جینی کی کیفیت ایک پرسکون اور اطمینان بخش حالت میں بدل چکی تھی۔ ایسے معلوم دینے لگا کہ میں جس کی تلاش میں تھا۔ مجھے مل گیا ہے۔ میری دنیا بدل چکی تھی۔ میں خود کو اندھیرے سے اجالے میں پار رہا تھا میرے دل پر چھائے ہوئے بادل چھٹ چکے تھے۔ مگر دوسری طرف دل تھا کہ اسی جگہ اور اسی نظارہ کی طرف واپس لوٹ جانا چاہتا تھا۔ مگر اب میرے بس میں کہاں؟

شکر خدا بجا لایا کہ مجھ جیسے حقیر انسان کو جو بے اطمینانی اور بے سکونی کے عین غار میں گر اچا ہتا تھا اور جو ہر طرف سے ناامید ہو چکا تھا۔ اللہ نے اس طرح سے اپنی طرف متوجہ کیا ہے کہ اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت گمراہی بے یقینی اور بے سکونی کی طرف نہیں کھینچ سکتی۔

(نوٹ: مندرجہ بالا واقعہ بعینہ خدا کے قدوس و لازوال کو حاضر و ناظر جان کر بالکل صحیح سپرد قلم کر رہا ہوں، اور اس میں لغزش اپنے اوپر لعنت کے برابر خیال کرتا ہوں)

عین ممکن تھا کہ یہ تصور خدا سے لبریز روح پرور نظارہ کہ جو میرے لئے سکون اور اطمینان کا ابدی پیغام تھا۔ صرف مجھ تک ہی محدود رہتا۔ مگر اس واقع کے کچھ عرصہ بعد ہی عین اسی وقت فجر کی نماز سے کچھ پہلے ایک اور کیفیت ہوئی کہ بالکل اسی طرح اپنے آپ کو کسی نامعلوم بلندی پر محسوس کیا اور آواز آئی کہ ”وہ نور دیکھو“ جیسے ہی اوپر نگاہ اٹھی۔ افق پر ایک بہت بڑا توری شادوں کا گچھا نظر آیا اور دوسرے ہی لمحہ پکار ہوئی ”قلم لے لو اور انتظار کرو“ یہ صدا سننے کے بعد میں نے قلم کی تلاش شروع کی اور جیسے ہی حوال قائم ہوئے تو اس واقعہ کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ ایسے معلوم ہوا کہ کوئی غیبی طاقت مجھے قرآن کی روشنی میں سوچ و بچار کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ پس میں نے اسی روز سے قرآن کے مختلف تراجم بغور دیکھنے شروع کئے، تو مجھے ایسے معلوم ہوا کہ خود قرآن ہی اپنی تشریح و تفسیر رہا ہے۔ چنانچہ شروع سے اخیر تک قرآن کا مطالعہ مکمل کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ سائنس اور طب کیا، دنیا کی تمام موجودہ اور آئندہ ترقی کے انتہائی مدارج بھی قرآن سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ سائنس اگر چاند تک انسان کو پہنچا سکتی ہے تو قرآن انسان کو زمین اور آسمان میں پھیلی ہوئی جنت کی سیر کی دعوت دیتا ہے۔ سائنس اور انسان نے

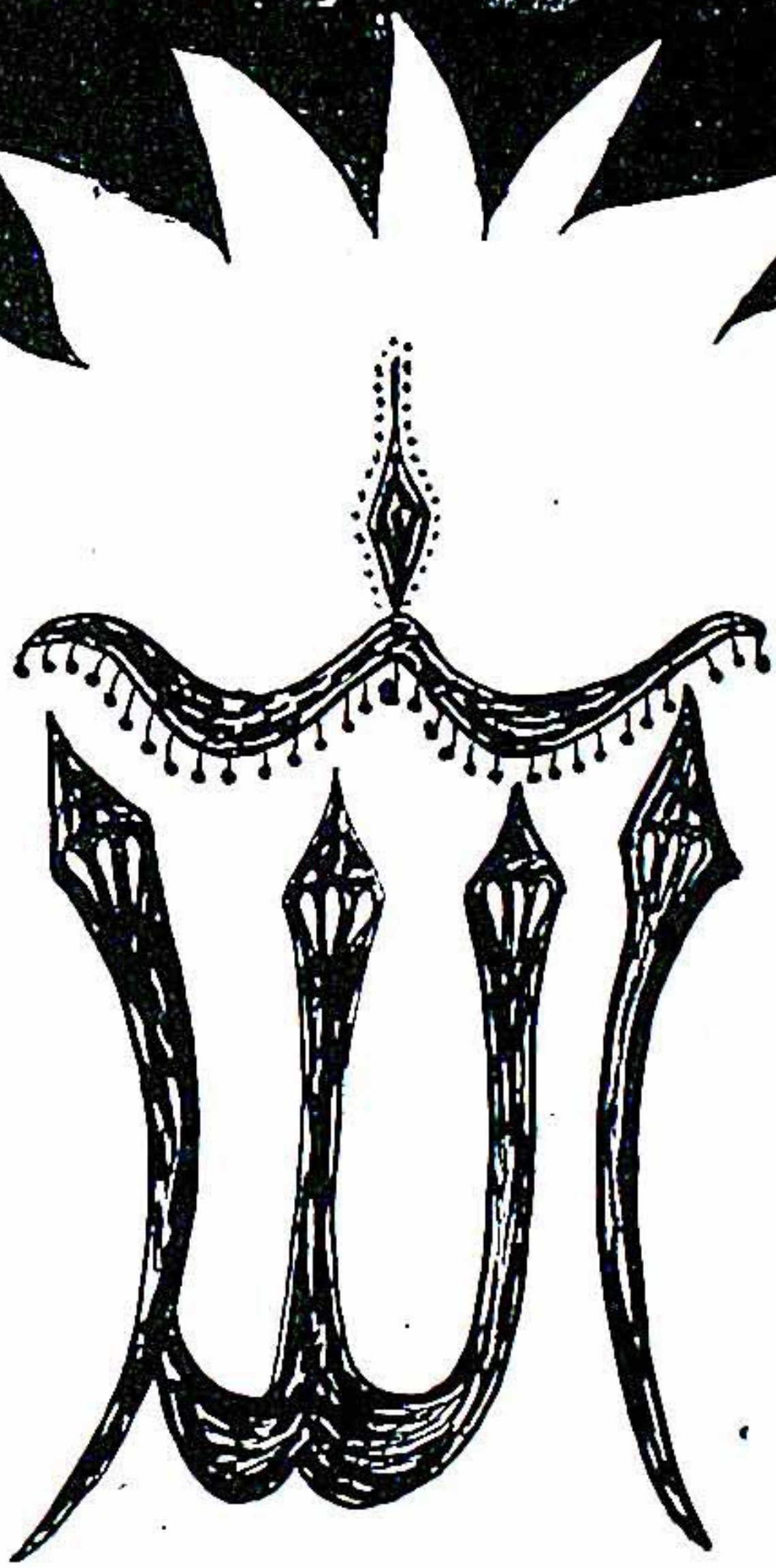
اگر رادروٹیلیویشن بنائے ہیں تو قرآن اس سے بھی بڑھ کر فوائد کا ذکر کر رہا ہے جو پیشتر ازیں معجزات کی شکل میں انسان کو راہِ حق بتانے کے لئے دیئے جا چکے ہیں۔ پس میں نے فیصلہ کیا کہ سائنس، طب، معلومات عامہ اور زمانہ کی ادنیٰ نیچ کو مد نظر رکھ کر قرآن پاک کی رہبری اور روشنی میں راہِ حق متعین کرنے کی اگر دیانت داری سے کوشش کی جائے، تو دینِ اسلام کا اصل مقصد و مطلب ایسے طریقہ سے پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس سے آج اور کل کیا بلکہ قیامت تک کا انسان سب مومنخرف نہ ہو سکے۔

اس اتنی بڑی جہالت اور عظیم کوشش میں نے ایک ایک قرآنی آیت کو سمجھنے اور اس کی تفسیر کرنے میں جس محنت و پیہم لگن سے مختلف الخیال و العقائد و انشوروں اور خصوصاً علماء سے بحث و تبادلہ خیال کیا ہے۔ اگر اس سب کی تفصیل درج کی جائے تو ایک نہایت ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ اختصار اور اصل مقصد کو عام فہم و وسعت مطالعہ کے دائرہ میں رکھنے کے لئے کتاب کا لب لباب مندرجہ ذیل سطور میں درج کیا جاتا ہے۔

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝

## رَبِّ كَاتِنَات

حضرت انسان کو ازل سے کسی مسئلہ کو سمجھانے کے لئے مختلف النوع مثالوں کی ضرورت سے ربِّ کاتِنَات بخوبی واقف ہیں۔ چنانچہ ہم



مَثَلُ نُورٍ كَمَشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

دیکھتے ہیں کہ بارہا مثالوں سے کام لے کر اللہ تعالیٰ نے مسائل کو سمجھانے کے لئے ارشادات و فرمودات نازل فرمائے ہیں۔ یہاں تک کہ خود خداوند کبیم نے جب مکھی اور مچھرنک مثالوں سے دلائل دیے تو کفار مکہ کہنے لگے کہ یہ کیا کلام اللہ ہے کہ مکھی اور مچھرنک سے مثالوں کا سہارا لے رہا ہے تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنی پیدا کردہ حقیر سے حقیر چیز کی بھی مثال دینے سے نہیں چوکتا اور یہ اسی لئے ہے کہ ناقص ایمان والے اس کی پکڑ میں آجائیں۔ مگر حقیقی معنوں میں اللہ کی مرکزی قوت و اقتدار اعلیٰ پر ایمان رکھنے والے ان سب باتوں پر سچتہ یقین رکھتے ہیں اور حقیر سے حقیر مثال کو بھی من جانب اللہ خیال کرتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بعض مسائل سمجھانے کے لئے ہر طرح کی مثالوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں خود اپنی ذات پاک کہ جس کے متعلق انسان ازل سے الجھاؤ اور پیچیدگی محسوس کرتا آیا ہے) کو بھی سمجھانے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور واضح مثال دے کر کائنات میں اپنی مرکزی حیثیت اور اور ہر چیز کا منبع حیات ہونا ثابت کر دیا ہے (سورہ النور پ آیت ۳۵)

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ نُورِ كَمَشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ  
 الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ  
 مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۖ لَا يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ  
 تَمْسَسْهُ نَارٌ ۖ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَيَضْرِبُ  
 اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۙ (سورہ نور ۳۵)



اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ج الْحَيُّ الْقَيُّومُ ج لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ط  
 لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط  
 يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ  
 إِلَّا بِمَا شَاءَ ج وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ج وَلَا يَئُودُهُ  
 حِفْظُهُمَا ج وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ (سورہ بقرہ ۲۵۵)

ان دونوں آیات کا مقصد و مطلب رب تعالیٰ کو اس کائنات  
 کا نہ صرف پیدا کرنے والا بلکہ جاری رکھنے والا اور اس کائنات کا موجب حیات  
 ہونا ظاہر کرتا ہے اور دونوں آیات کو اگر یکجا رکھ کر مفہوم ادا کیا جائے تو کچھ  
 اس طرح ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس تمام کائنات (یعنی زمین و آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے) کے  
 لئے مرکزی شمع حیات ہیں جو خود تو کسی کی مرہونِ منت نہیں، مگر کائنات  
 کی تمام زندگی اسی کی لو میں مرتب شدہ اور زندہ ہے۔ اس مرکزی شمع  
 حیات کی بدولت نہ صرف زمین کو قیام ہے اور جانداروں میں زندگی  
 ہے بلکہ کائنات کے تمام سیارے، ستارے، سورج اور چاند میں  
 حرکت اور محور قائم ہیں۔ سورہ مائل ۴۱، اور چونکہ وہ ان سب کو قائم کرنے  
 کا ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ ان کی تمام حرکات و سکنات سے بخوبی واقف  
 ہے۔ اُس کی کارکردگی میں کیا جاندار اور کیا سیارہ کسی کو کوئی عمل دخل نہیں  
 وہ گزرے ہوئے حالات سے بخوبی آگاہ ہے (کیونکہ وہ اس کی تدبیر  
 سے واقع ہو چکے ہیں) اور آئندہ کے حالات خود اسی کی تدبیر  
 سے ہوں گے۔ نیز وہ اپنی منشاء و مرضی سے جس کی چاہے۔ بہتری  
 اور رہبری کر سکتا ہے۔“

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيُّ الْكُوَلُوبِ فَتَمَّ وَجْهَ اللَّهِ ط  
إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (سورة البقرہ - ۱۱۵)

## اللہ تعالیٰ کیسا ہیں؟

انسان نے اللہ کو ماننے کے بعد بارہا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کے متعلق نہ جانے کیا کیا تخیل قائم کرنا چاہا اور یہی ایک مقام نازک ہے کہ جس سے مسلمہ شرک کی ابتدا بھی ہو سکتی ہے۔ اگر شروع کے انسان نے آگ، ہوا، سمندر، سورج، چاند، ستاروں وغیرہ، کو علیحدہ علیحدہ خدا کا درجہ دیا تو بعد میں جو بھٹکا تو ان مختلف خداؤں کو انسانی شکل کے بتوں میں پوجنے لگا۔ کیونکہ سوچتے سوچتے انسان نے یہ باور کر لیا کہ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ لہذا انسان کو خدا نے نعوذ باللہ اپنی شبیہ دے کر جنم دیا ہے۔ چنانچہ جو انسان بنی نوع انسان کے لئے ہدایت اور رہبری یا بھلائی کر گذرا، ان سب کو بھی اپنے خداؤں اور حاجت رواؤں میں تسلیم کر لیا۔ جس کے اثرات تھوڑے ہوں یا بہت تقریباً دنیا کے ہر مذہب میں سمانے لگے۔ قدیم مذاہب میں بت پرستی تو تھی ہی مگر حضرت موسیٰؑ کی امت یہود نے پچھڑے کی پوجا اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد نصارا نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ حضرت مریم کو بتوں اور شبیہوں کی صورت میں پوجنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ میں حضور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ تک ہر روز کے لئے ایک نیابت مقرر تھا اور لات و غزرا سمیت ۳۶۰ بت موجود تھے۔ مگر اتنے ڈھیر سارے خداؤں کا ماننا اور پوجنا بجائے خود بے یقینی اور خدا کے ناقص تصور کی ایک واضح دلیل تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی وساطت سے اپنی وحدانیت اور ایک ہمہ صفات رب ہونے کو قرآن میں جا بجا ثابت کرنے کے ساتھ گزشتہ تمام دلائل اور عقائد کو فرداً فرداً مختلف واقعات کی روشنی میں رد کیا۔ جیسا کہ حضرت عزیزؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کے واقعات سے ظاہر ہے اور پھر سمجھتی سے ایسے نظریات کو کفر اور شرکِ اعظم بتاتے ہوئے، انسان کی رہبری اور تسکین کے لئے سورہ نور میں اپنی واضح مثال دے دی۔ سورہ نور ۳۵۔

اب اس نورِ خدا پر مزید بحث انسانی دائرہ اختیار میں نہیں، چونکہ قرآن نے فیصلہ دے دیا کہ ”نہیں دیکھ سکتی تمہاری آنکھ اللہ کے نور کو مگر اللہ تمہاری ہر حرکت دیکھتا اور محفوظ کر رہا ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ  
اللطيفُ الخبيرُ ○ (سورہ انفاس ۱۰۲)

اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو، اور وہ بھید جانتا ہے خبردار۔

تاکہ اس لمحہ جیب وہ تم

سے باز پرس کرے۔ تو تمہاری دنیا کی زندگی کی کارکردگی دوبارہ بتا اور دکھا سکے۔ حتیٰ کہ تمہیں اپنی جہاز و سفر ہونے پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے اور تم یہ نہ کہہ سکو کہ تمہارا پیدا کرنے والا تم سے کسی قسم کی


زیادتی یا ظلم کرنا چاہتا ہے۔

الروم سورت آیت ۳ میں فرمایا کہ

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ  
لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ  
لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورہ روم ۳۰)

سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا  
نہیں اللہ کے بنائے کو۔ یہی ہے دین سیدھا؛ لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سوچ و اظہار اللہ کے ڈھنگ پر  
ہیں۔ مگر وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ اور نظام کائنات میں خدا کے رب ہونے  
کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے بجائے اس کے کہ لغو ذواللہ اللہ تعالیٰ کے  
مجسم ہونے اور اللہ کی شکل و شبیہ پر غور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ  
زندہ جانداروں (جن میں حشرات الارض، حیوانات اور نباتات سب  
شامل ہیں) کی بناوٹ میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ سب یک جان  
ضرور ہیں۔ مگر ان کا جسم ان گنت مختلف اقسام کے زندہ خلیوں (CELLS)  
کی ترتیب سے بنایا گیا ہے۔ جب کہ ان خلیوں میں سے ہر ایک علیحدہ  
علیحدہ سازگار حالات میں زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس ایک  
حیتر ترین زندگی کے یونٹ (اکائی) کے تجزیہ سے معلوم ہوگا کہ اس خوردبینی  
جسم کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے اس میں ایک مرکز مقرر ہے۔ جس کو اس  
خلیہ کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اور اس کی حرکات و سکنات پر  
کنٹرول حاصل ہے۔ (NUCLEOUS OF THE CELL) جیسے کہ دی ہوئی

شکل سے ظاہر ہے  اس چھوٹے سے چھوٹے زندگی سے ہمکنار جرد کے نظام کو چلانے کے لئے بھی ایک مرکز کی موجودگی اور اس بات کے ثبوت کے بعد کہ اپنے مرکز کے کنٹرول میں ہر خلیہ کی حرکات و سکنات اسی مرکز کی سوچ پچار سے متعلق ہیں تو اسی خلیہ کی مثال کے مصداق ایک پورے جاندار کے جسمانی نظام کو جو بے شمار خلیوں سے ترتیب دے کر بنایا گیا ہے، چلانے کے لئے مرکزی کردار ادا کرنے کے لئے دل و دماغ متعین کیا گیا۔ اسی طرح سے انسان نے جو شیرازہ بندی کی تو پہلے ایک خاندان میں ماں باپ مرکزی حیثیت سے ایک گھر کے نظام کو چلانے لگے۔ پھر ایک گاؤں یا شہر کے لئے کونسل یا کمیٹی کو مقرر کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اسی طرح سے تمام ملک کی حکومت کے لئے ایک صدر یا بادشاہ کی ضرورت سے انکار نہیں اور اب تمام دنیا میں قومی اور بین المللی انتظام کے لئے ایک مجلس اقوام اور ایک سیکریٹری جنرل کا مقرر کرنا سب اس امر کی نمازی کرتے ہیں کہ اگر اس کائنات کو ایک خلیہ یا CELL کی طرح ایک بہت بڑا خلیہ مان لیا جائے تو اس عظیم ترین خلیہ کا نظام و حرکات و سکنات، کے کنٹرول کے لئے ضرور کسی مرکزی قوت کی موجودگی لازمی امر معلوم ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح کی مرکزی قوت کو اس عظیم کائنات کا رب ہونے کا شرف حاصل ہے اور قرآنی مثال جو سورہ نور میں بیان کی گئی ہے۔ اسی کے مطابق معلوم ہوتی ہے، گو یہ مرکزی قوت مجسم نہیں۔ مگر اس کی طاقت و عظمت کا قائل بہر حال ہونا ہی پڑتا ہے، اور قائم

کو جس قوت نے اپنا دیدار نصیب فرمایا ہے۔ اس مرکزی شمع حیات کا کائنات پر کنٹرول اس کے دیدار کے بعد سمجھ لینا مجھے تو آسان نظر آتا ہے۔ وہ ایسے کہ بعینہ اس کی مثال آج کے زمانہ کے راڈار سے دی جا سکتی ہے (محض سمجھانے کے لئے) راڈار تو انسان کی ایجاد ہے اور اس کا دائرہ عمل محدود ہے۔ مگر کائنات کی مرکزی قوت کہ جس سے کائنات قائم و دائم ہے۔ اتنی عظیم قوت کی مالک ہے (یعنی سب کچھ اللہ کے سامنے ہے) (سورہ البروج آیت ۹) کہ وہ اپنے خاص نوری اثرات (اشعاع) سے کائنات کی تمام ترتیب و انتظام کو سنبھالا دیے ہے۔ اسی مرکزی نور کی کشش سے تمام سیارے و ستارے اس کائنات میں اپنے مخصوص محوروں پر رواں دواں ہیں تو اندازہ کیجئے کہ یہ مخصوص نوری کشش ایک لمحہ کے لئے بھی اگر ڈھیلی کر دی جائے تو آن واحد میں یہ تمام بڑے بڑے کائناتی اجسام آپس میں ٹکرا کر تباہی لے آئیں (قیامت کے بپا ہونے کا طے ریقہ، ادھر دوسری طرف غور کریں کہ اگر یہ مرکزی قوت ایک کی بجائے دو یا اس سے زائد ہوتیں تو جس طرح سے انسانی ساختہ راڈار ایک دوسرے کے دائرہ عمل میں گڑبڑ پیدا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سے اس کائنات میں گڑبڑ اور ناموافق حالات کا موجب بن جاتے اور اس سے کائنات اپنی موجودہ حالت میں کبھی نہ رہ سکتی۔ پس اس بیان اس عظیم ذاتِ خداوندی کے ایک اور صرف ایک ہونے پر یقین پختہ ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے واحد اور ایک ہونے کا ٹھوس ثبوت ہے۔

## مسئلہ توحید

اسی طرح یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عظیم مرکزِ ربوبیت جو ازل سے رواں دواں ہے اپنے دائرہ عمل میں کسی دوسری قوت کا عمل دخل برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ وگرنہ اس کا پیدا کردہ اور قائم کردہ نظام کائنات درہم برہم ہوتا نظر آتا ہے اور اسی طرح یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ اس مرکزِ ربوبیت کو کسی قسم کی مدد یا محتاجی کی ضرورت ہی نہیں تو پھر اسے اپنا جانشین مقرر کرنے یا نسل کشی سے کیا غرض ہو سکتی ہے؟ جب کہ اس کے بننے یا پیدا کرنے سے اس کی اپنی پیدا کردہ کائنات کے نظام ہی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

لہذا مندرجہ بالا بیان سے یہ بات حتمی طور پر توراتِ ان کے عین مطابق اور موجودہ زمانہ میں انسانی ترقی کے نتائج کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے ضرور موجود ہونے اور فقط ایک اور واحد ہونے کے ٹھوس اور انتہائی ترقی یافتہ دلائل کی بدولت واضح ہو جاتی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت اور مرکزِ ربوبیت کے کائنات میں موجود ہونے پر یقین پختہ ہونے کے بعد باقی ماندہ تمام مذہبی مسائل کہ جن کا سائنس نے اب تک واضح جواب نہیں دیا اور ان کے متعلق

محض فرضی قیاس آرائی سے کام لیا جا رہا ہے بھی حل ہو سکتے ہیں۔ جن میں سے بعض اہم مسائل پر بحث یہاں ضروری معلوم ہوتی ہے۔

## دنیا میں ترازو اللہ کی پیدا کردہ ہے

سورہ رحمان

اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمان میں بڑے جلال اور تمکنت سے دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے دنیا میں ترازو پیدا کی ہے، لہذا تمہیں چاہیے کہ کم مرت تو لو، (الرحمان ۷ تا ۹) اب اگر اسی ایک بات پر غور کیا جائے تو گو ہمارے پچھلے مفسرین اس قسم کی آیات کی تفسیر پوری تسلی اور اطمینان بخش طور پر نہیں لکھ سکے۔ مگر آج کل کا انسان قرآن میں قائم کئے گئے تمام حقائق کو پرکھنے اور ان کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ان حقائق کو حاصل کرنے کے لئے اب تک دیانت داری سے کوشش ہی نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا زیادہ تعلیم یافتہ نوجوان مذہب کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے اور نہ ہی مذہب کو سمجھانے والے سائنس پر مذہب کی فوقیت واضح کر سکے ہیں۔

لہذا اگر اسی ایک معاملہ کو لے کر آپ علماء سے رجوع کریں تو ان سے آپ کو اس بارہ میں اطمینان بخش جواب ملنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ علماء کو ترازو کے دونوں پلٹوں پر اثر پذیر قوت یعنی کشش ثقل (GRAVITY)

کا علم نہیں ہے۔



## کشش ثقل کیا ہے؟

کشش ثقل سے مراد وہ مگر صنی کشش یا قوت ہے جس کی وجہ سے زمین پر موجود تمام اشیاء بلکہ کرہ ہوائی سمیت سب زمین ہی کے گرد لپٹے ہوئے ہیں یا زمین سے چمٹے رہتے ہیں اور اس ہر وقت خلا میں معلق سیارہ سے گر کر ادھر ادھر نہیں لڑھک جاتے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ کشش زمین کے مرکز میں ایک فرضی متناطیس کی بدولت ہے جس کو وہ آج تک ثابت نہیں کر سکے اور ان کے خیال میں ترازو کے دونوں پلڑے جب ہم وزن کر دئے جاتے ہیں تو ایک وزن ہونے کی وجہ سے ان دونوں پر زمین کشش برابر ہو جاتی ہے لہذا ترازو کی ڈنڈی سیدھی آ جاتی ہے۔

ادھر اب کائنات میں موجود دوسرے سیاروں، ستاروں، چاند وغیرہ پر بھی کشش ثقل پائے جانے کی اطلاع دی گئی ہے اور اس کی طاقت ہر جگہ مخصوصی شمارہ یا سیارہ کے حجم کے لحاظ زمین کے مقابلہ میں کم یا زیادہ ہے۔ مثلاً چاند زمین سے تقریباً حجم میں چھٹا حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ اگر زمین پر کوئی چیز چھ کیر وزن رکھتی ہے تو چاند پر فقط ایک کیر۔ دوسری طرف خلا کہ جہاں کوئی جسمت رکھنے والی چیز نہیں وہاں کشش ثقل نہ ہونے کی وجہ سے بے وزنی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا اتنی بڑی کہ ایک سیارہ کے برابر (خلا میں وہ خود ایسے ہی محرک ہے، جیسے کہ ایک بے وزن چیز۔ اب اگر مندرجہ بالا

بیان پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کائنات میں پائے جاتے والے تمام سیاروں، ستاروں، زمین وغیرہ پر موجود کشش ثقل چونکہ ایک دوسرے کے حجم کے لحاظ سے کم یا زیادہ ہے۔ لہذا ان تمام میں کشش ثقل پیدا کرنے والی قوت ایک ہی ہے۔ پس جتنا کسی کرہ کا حجم کا ہو گا۔ اسی مقدار میں اُس مرکزی قوت سے اپنے اندر کشش ثقل جمع کر لے گا۔ تاکہ اُس پر موجود ہر ایک چیز اُس مخصوص کرہ سے وابستہ رہے۔ اب اگر اس کشش ثقل پیدا کرنے والی مرکزی قوت کو اللہ تعالیٰ کے دعوے کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو سائنسدانوں کی عقلی پہنچ سے اور آگے بڑھ کر ہم باآسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کشش ثقل کائنات میں اسی مرکز ربوبیت کے پیدا کردہ نوری اثرات سے ہے کہ جن کی بدولت اس تمام کائنات کا شیرازہ قائم ہے۔ پس اس نورانی کشش ثقل کو سمجھ لینے سے اللہ تعالیٰ کی مرکزی قوت پر اور یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ نیز اب ذرا اسی توجہ سے یہ معاملہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر یہ کائنات کی شیرازہ بندی کو سنبھالا دینے والی قوت (مرکز ربوبیت) ایک لمحہ کے لئے اس کشش ثقل کو خصوصی کو کائنات سے سمیٹ لے تو پھر اس کائنات کا کیا حشر ہو سکتا ہے؟ لہذا اسی نورانی کشش ثقل کے نظام کو سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کی ان گنت صفات صاف عیاں ہیں اور پارہ ۳ میں آیت الکرسی میں خدائے پاک کا دعوے کے وہ مرکز ربوبیت کائنات کے نظام کو اس حُسن اور خوش اسلوبی سے بغیر اکتائے تمام رہا ہے کہ اگر وہ اس میں ذرا سی بھی غفلت یا اونگھ تک کرے تو یہ سب

نظام چشم زدن میں پاش پاش ہو کر رہ جائے۔ سبحان اللہ، اللہ اکبر! کتنا صحیح اور کتنی سچائی پر مبنی یہ دعویٰ ہو سکتا ہے؟

پس معلوم ہوا کہ فقط ایک ترازو کے پیدا کرنے کے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے ساتھ اس کی تہہ تک پہنچتے پہنچتے ہمیں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کائنات کی بخوبی سمجھ آج کل کے ہونے والے واقعات اور معلومات سے بدرجہا بہتر طور پر معہ ثبوت معلوم ہو گئی ہے اور سائنس نے جہاں جہاں چپ سادھ لی ہے۔ وہاں سے ہی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس ہونے لگا ہے۔

ذرا غور فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے ترازو قائم کرنے کا دعویٰ اور کائنات میں سورج، چاند و ستاروں کے نظام کی نشاندہی کیسی خوبصورتی سے آج سے چودہ سو سال پیشتر اپنے آخری نبی کو اور ہر لحاظ سے مکمل دین کی کتاب میں کتنی واضح طور پر بیان کر دی ہے کیا اب اس دعویٰ سے بڑھ کر سائنس اور آگے بھی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں!!

بس اسی ایک مسئلہ کو سمجھ لینے سے ہمیں یقین ہونے لگتا ہے کہ دین اسلام ہی صحیح اور آخری دین اللہ ہے اور اس میں کتاب اللہ کا مقام واقعی اُمّ الکتاب ہے اور کتاب اللہ کا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام چیزوں کی مثال دے ڈالی ہے اور انسان کو سمجھانے کے

لئے قرآن کو آسان بنا ڈالا ہے مَوْكَلْتَدُ حَرْبِنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ

كُلِّ مَثَلٍ ۝ اور ہم نے بھائی ہے آدمیوں کو اس قرآن میں ہر طرح کی کمادت۔

(سودہ روم ۵۸)

## تمام سائنسی علوم اللہ تعالیٰ کے خدائی اور ربوبیت کے دعوؤں کو سچا کر رہے ہیں

سائنس کی تمام تر ترقی کو اگر مرکز ربوبیت کی مرہون منت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بلکہ سائنس نے جن مقامات پر صحیح جواب دینے کی بجائے بعض باتوں کو محض تسلسل کر لیا ہے۔ وہاں اگر فرض کرنے کی بجائے ان سب کو ایک ہی مرکزی قوت یعنی مرکز ربوبیت کی بدولت کہہ لیا جائے تو سب کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً موجودہ زمانہ میں وائر لیس اور ٹیلیویشن سے پیغام رسانی اور محرک تصاویر ایک جگہ سے دوسری جگہ اور اب تو زمین سے باہر خلا اور دوسرے سیاروں تک پہنچانی جا رہی ہیں۔ سائنس نے ان کی ترسیل کے لئے جو راستہ یا ذریعہ متین کیا ہے اسے ایک فرقی ذریعہ قرار دیا ہے۔ جس کو عرف عام میں ایٹھر (ETHER) کہا گیا ہے مگر ایٹھر کی اصلیت سے سائنسدان پردہ نہیں اٹھا سکے۔ گو بہر حال وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ ایٹھر ہر جگہ کائنات میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے تار طریقہ سے پیغام رسانی اور محرک تصاویر کی ترسیل کائنات میں ہر جگہ پہنچانے میں یہی ایٹھر کام آ رہا ہے۔ اب اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے اور اللہ تعالیٰ کو کائنات میں منتظم مرکزی قوت اعلیٰ تسلیم کرتے تو انہیں بخوبی یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ ہر جگہ موجود اور ہر جگہ کام آنے والا نظام وہی اللہ کا نوری نظام ہے۔ جس کی بدولت یہ ذات باری تعالیٰ اپنی مرکزی حیثیت ربوبیت میں ہوتے ہوئے تمام کائنات حتیٰ کہ بڑے سے بڑے سیاروں کے اندرونی

مرکز تک ایک ایک ذرہ کی حرکات و سکنات کے متعلق اسی ایٹھر (ETHER) یعنی لورانی نظام اشعاع سے پوری طرح سے باخبر ہیں اور اسی نوری نظام سے انسان نے بھی پیغام رسانی اور محرک تصاویر کی ترسیل کا کام لیسنا شروع کر دیا ہے۔ لہذا ایک صحیح المنظر مسلمان کے لئے اس اتنی عظیم سائنسی ترقی میں بھی خدا کو پہچاننے کے لئے بہت سے اشارات موجود ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ جس مقام پر سائنس نے خاموشی اُختیار کر لی ہے اور بعض حقائق کو سامنے دیکھتے ہوئے بھی ان کی مزید چھان بین کی طرف توجہ نہیں دی۔ اگر ان ہی مقامات سے اللہ تعالیٰ کی تلاش شروع کر دی جائے تو نہ جانے، اللہ کو تلاش کرنے والا ایک نیک نیت سائنسدان بھی اللہ تک پہنچ جائے۔

اور پھر سائنس کی تمام تر ترقی کے بین بین و تہا ان نے قبل ازیں معجزات کے نام سے انسانوں کو سب کچھ دکھا ہی دیا ہے۔ جیسے کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں پلک بھپکتے ہیں بڑے سے بڑے کام سرانجام پاتے اور لمبے سے لمبے سفر طے ہوتے رہتے ہیں۔ پس ضرورت فقط اس امر کی ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی اشاعت کے لئے فوری طور پر دیرینہ طریقہ تدریس کی خامیوں کی اصلاح کر دیں تاکہ آئندہ کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں بھی انسان اور خاص طور پر ترقی یافتہ سائنسدان تک کی رہبری و تہا ان ہی سے ہو اور اسے ایسے معلوم ہو کہ قرآن میں موجود اشارات اُس کی رہبری قیامت تک کر سکتے ہیں۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝ (سورہ قمر ۴۹)  
ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر۔

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ أَبَالْبَصِيرِ ۝ (سورہ قمر ۵۰)  
اور ہمارا کام ہی ایک دم کی بات ہے۔ جیسے لپک نگاہ کی۔

## ایتھر اصل میں نوری نظام کائنات ہے

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سب سے بڑی صفتِ خداوندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے فرمایا فَايِنَمَا تُوَفَّقْتُمْ وَجْهَهُ اللَّهُ، البقرہ ۱۱۵۔

اب تک انسان نے اپنی تحقیق سے جو باتیں معلوم کی ہیں۔ ان میں وہ ذریعہ یا وسیلہ (MEDIA) جس سے کہ ریڈیو، ٹیلی وژن، راڈر وغیرہ کام کر رہے ہیں ایک فرضی وسیلہ کے طور پر سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے اور اس وسیلہ کو ایتھر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی خاصیت یہ بتائی گئی ہے کہ یہ زمین، فضا، خلا، چاند ستاروں، سیاروں سب جگہ موجود ہے۔

اب یہ ہر جگہ موجود ہونے والی صفتِ اسلام کی رو سے تو خدائی صفت کے مشابہ ہے۔ چنانچہ سائنسدانوں کے اس فرضی وسیلہ کو اگر ہم نظامِ نور کہہ لیں تو بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ زیر نظر صفحات میں مذکور ہے مگر اب سنا ہے کہ ایک سائنسدان نے اس ایتھر کی موجودگی سے ہی انکار کر دیا ہے

اور انہوں نے اپنے اس انکار کی وجہ اپنا ایک تجربہ بتایا ہے۔ جس کی بدولت یہ حضرت ایتھر میں زمینی کرہ کی محوری رفتار معلوم کرتے کے لئے چند قاعدوں اور فارمولوں سے کام لیتے گئے تو انہیں ناکامی ہوئی یا یوں کہئے کہ انہیں زمین کی رفتار کچھ بھی معلوم نہیں ہوئی۔ کیوں کہ ان کے ذہن میں یہ بات یقین کی حد تک سمائی ہوئی تھی کہ زمین حرکت کر رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے زمین کی محوری حرکت پر رفتار ایتھر کی مدد سے نکالنے میں ناکامی کو یہ کہہ کر تسلی کر لی کہ سرے سے ایتھر (یعنی اتنے عجوبے کرنے والا ذریعہ جس کی بدولت وائرلیس، ٹیلی ویژن اور راڈرو وغیرہ کام کر رہے ہیں) ہی موجود نہیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اگر ایتھر موجود ہوتا تو وہ صاحب زمین کی رفتار معلوم کر لیتے۔ مگر ہمارے لئے متذکرہ تجربہ نے تو اس قرآنی تخیل کو اور مضبوط کر دیا ہے کہ گو اس طرح سے زمین کی حرکت معلوم نہیں ہو سکی۔ مگر تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے سے معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ جب زمین تھی ہی ساکن تو ایتھر میں اس کی رفتار معلوم کرنے کا ہر کلیہ اس کی رفتار صفر ہی بتائے گا۔

اور یہی ان سائنسدان صاحب کے تجربہ سے ثابت بھی ہوا کہ ایتھر تو ضرور موجود ہے مگر چونکہ زمین کی کوئی حرکت ہی نہیں تو انہیں رفتار خاک ملتی! پس ایتھر کی موجودگی سے ہمیں انکار کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی اس مضمون میں ایتھر کا ذکر پڑھ کر ہمیں اس کے متعلق کچھ اور رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

نوٹ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ وہ ہر جگہ موجود ہیں مگر دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شیطان بھی ہر جگہ موجود ہے تو یہ جس سے اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں نقص تصور کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ جاننا چاہیے کہ شیطان کی یہ صفت ایک محدود حد تک متعین ہے تاکہ وہ انسان کو بھٹکانے میں عمل پیرا ہو جس امر کی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے پیشگی اجازت مانگ لی ہوئی ہے۔

# لب ڈپ نہیں دل کی آواز لیکھے

کیونکہ اسی نوری نظام کے ماننے سے اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات و دعاوی نہایت واضح طور پر سمجھ میں آ سکتے ہیں جیسا کہ سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ المحشر۔ الحدید۔ الجمعہ سورہ التغابن) کی سب سے پہلی آیت میں دعویٰ کیا گیا ہے۔

**حقیقتِ مسلمان** ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے سب قربان بالکل سچائی پر مبنی ہیں۔ اور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان تمام آیات کے بھید انسان پر واضح ہوتے جا رہے ہیں۔ اب قرآن کا یہ دعویٰ کہ کائنات میں ہر جاندار اللہ کی تسبیح کر رہا ہے۔ بڑا غور طلب ہے۔ یعنی اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ دنیا میں موجود تمام جاندار نباتات چرند پرند بحشرات الارض اور چوپائے تو ایسی مخلوق ہیں کہ ان کی زبان ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد کا ورد کرتے ہی ہوتے۔ مگر انسانوں میں سب کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا سمجھ سے بالاتر ہے بلکہ ہم تو انسانوں میں کفار۔ منکرین خدا سب کو اپنے سامنے دیکھتے اور سنتے ہیں کہ ان میں کئی سر بھیرے تسبیح و حمد کیا اور دوسری طرف قرآن



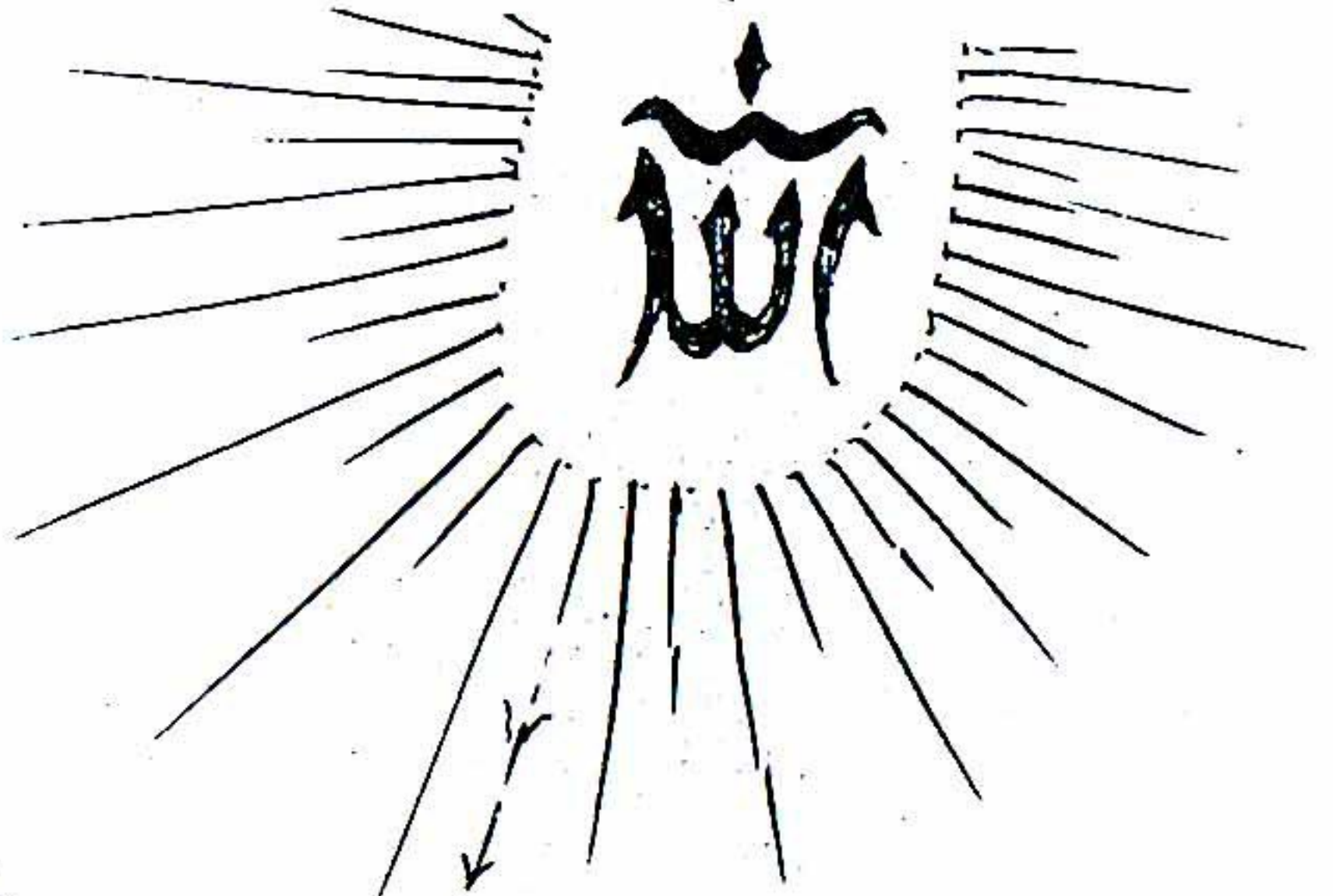
پاک کا دعویٰ ہے کہ جس کو از بس سچا تسلیم کرنا ہی ہمارا ایمان ہے۔ چنانچہ اگر آپ اس قسم کی الجھن کو لے کر علماء کے پاس جائیں تو آپ کو وہ شاید کچھ نہ بتا سکیں۔ مگر جیسے کہ ظاہر ہے کہ قرآنی آیات کی صداقت پر تحقیق کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ آج کا انسان اس قابل ہے کہ اس قسم کے تمام قرآنی دعاوی سچائی پر مبنی ظاہر کرنے کے لئے اپنی عقل و علم سے باوثوق اور ٹھوس دلائل مہیا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس آیات مبارکہ کو پڑھنے اور قرآن کریم میں غور کرنے سے ہم پر عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ ہم تمہاری شاہ رگ سے بھی قریب ہیں۔ آیت ۱۶ سورہ ق

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْنَاهُ آيَاتٍ كَثِيرًا مَّا تَوَسَّوْا بِهِ نَفْسَهُ صَحَّحٌ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ (سورة ق - ۱۶)

اور ہم نے بنایا انسان کو اور جانتے ہیں جو باتیں آتی ہیں اس کے جی میں۔ اور ہم اس سے نزدیک ہیں۔ دھڑکتی رگ سے زیادہ۔

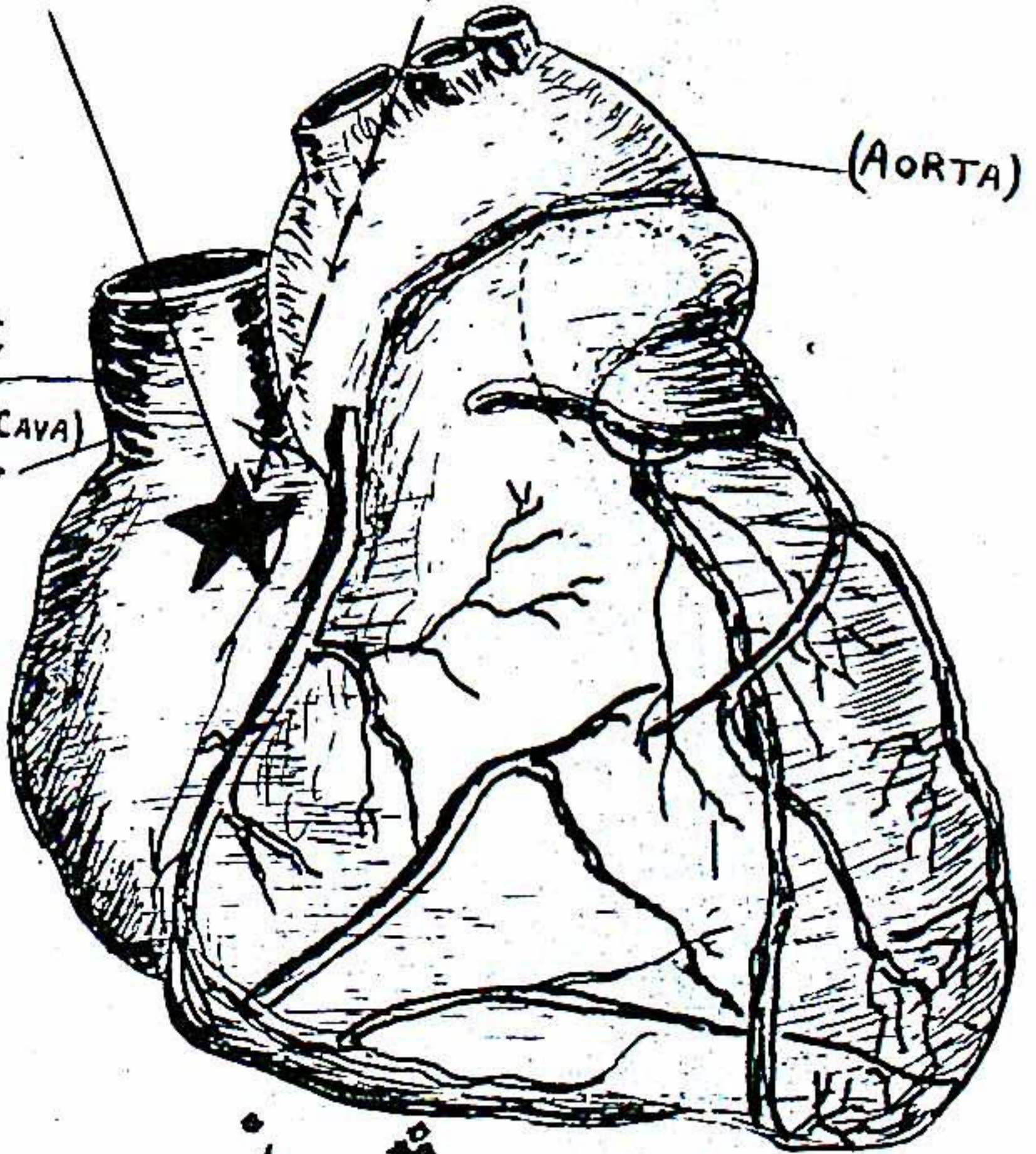
ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ شاہ رگ کو عورت عام میں تو گردن میں موجود خون کی نالی سمجھا گیا ہے مگر اصل میں یہ تخیل غلط ہے۔ کیونکہ شاہ رگ تو جسم کی وہ رگ ہونی چاہیے۔ جو کہ جسم کی تمام خون کی رگوں میں بڑی ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسم میں سب سے بڑی خون کی نالی وہ ہے جو دل کے دائیں طرف سے داخل ہوتی ہے (گندے خون کی بڑی نالی) اور جس کو (Sup. Vena Cava) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علم طب جاننے والے اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ اس کی جڑ کے نزدیک ہی وہ مقام ہے جہاں سے زندگی کی

لہریں (S.A. NODE) ایک منٹ میں لگ بھگ ۷۲ مرتبہ از خود نکل کر  
 اطراف میں پھیلتی اور دل (HEART MUSTLE) کے ریشے ریشے کو زندگی کی شمع  
 روشن کرنے کے لئے خون پمپ کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہیں۔ پھر دل کی سہیت تمام  
 جسم سے جدا اور افرادی ہے۔ کہ اس کو تھڑے کو اگر کاٹ کر علیحدہ رکھ دیا  
 جائے اور اسے حالات سازگار ملتے رہیں تو یہ ایک عرصہ تک بس دھڑکتا ہی  
 رہتا ہے۔ یعنی زندہ رہ سکتا ہے۔ مگر جسم کے دوسرے حصوں کے لئے جیسے  
 ہی اس نے خون کی سپلائی بند کر لی تو جسم کو مردہ تصور کر لیا جاتا ہے۔ بد قسمتی سے  
 مغربی سائنسدانوں نے دل کی آواز کو نب ڈپ سے تشریح دی ہے مگر ہم اگر  
 اس کو بحیثیت مسلمان غور سے سینیں تو لب ڈپ نہیں۔ دل تو بڑے سیدھے  
 الفاظ میں شمع زندگی کے منبع یعنی اسی خالق و مالک حئی القیوم کو لبیک لبیک  
 پکار رہا ہے اور اس کا تعلق بذریعہ نوری اشعاع اسی شاہ رگ کی جڑ میں موجود  
 مقام (S.A. NODE) سے مرکزی منبع حیات اللہ سے منسلک ہے۔ اور جیسے ہی  
 یہ لو تھڑا کسی زندہ جسم میں اپنے اصل منبع حیات یعنی حئی القیوم کو لبیک لبیک  
 کہنا بند کر دیتا ہے۔ وہ جس کسی جسم میں موجود ہوتا ہے۔ ہم اس کی موت کا اعلان  
 کر دیتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ اس کائنات میں کوئی جاندار زندہ ہی نہیں  
 رہ سکتا۔ جب تک وہ اپنے خالق و مالک کو کسی نہ کسی طرح پکار نہ رہا ہو۔  
 لہذا وہ جاندار اگر انسان ہے تو خواہ وہ کچھ بھی دماغی نظریات رکھے اس کا  
 دل ہر وقت اس کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے لبیک لبیک کہہ ہی رہا ہوتا ہے  
 تو یہ ہے اس آیت مبارکہ کا مفہوم اور تشریح جس پر مزید توجہ دی جائے تو



مشاعر نور  
(ایس اے نور)

شاہ رگ  
(SUP. VENA CAVA)  
جبل الوریب



انسانی دل اور شمع نور  
لب و پ؟ نہیں کیسے

معلوم ہو کہ قرآن میں جا بجا خدا کے تعالیٰ کا فرمان نظر آتا ہے کہ ہم نے تمہارے دل میں یہ بات ڈال دی۔ ہم نے دل پر مہر کر دی وعیزہ جس سے مدعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب زندگیوں کے منبع ہیں۔ اپنا تعلق ہر جا بجا خدا سے اس کے دل کی معرفت سے بتاتے ہیں۔ اور دماغ تو محض انسان کو دنیا میں امتحان کے لئے ایک آلہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ جس سے وہ نیک و بد کی پہچان کر سکے۔ اور پھر آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ بزرگان دین جب بھی عبادت میں محویت کا تصور دیتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اسی طور پر کہہ کر ضرب دل پر لگے، دوسری طرف انسان نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب بھی اپنی کسی خواہش کا اظہار کیا۔ یہی کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے یا وہ کہتا ہے۔

پس اے دوستو! خوب غور سے سن لو آج وہ دن آن پہنچا ہے کہ ہم انشاء اللہ خود کو اس قابل پارہے ہیں کہ قرآن پاک کی ہر آیت کا اصل مطلب و مقصد ٹھوس دلائل اور مختلف علوم کی مدد سے پاسکتے ہیں جس سے کہ ہمارا ایمان اور نچتہ اور ہمارا دل سکون سے لبریز ہو سکتا ہے۔ تو آئیے اپنی بے اطمینانی اور بے سکونی کو علمائے کرام سے اگر تسکین نہیں مل رہی تو ہم خود ہی تلاش کر لیں اور بے چارے حقیقت سے آشنا علمائے کرام کو موردِ زنا م ٹھہرانے کی بجائے اپنے اس دل کے لو تھڑے سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہم بھی اس مالکِ حقیقی اور منبعِ حیات کو اپنے ہر قول و فعل میں لبیک لبیک کہنا شروع کر دیں۔ جس سے میرا ایمان ہے کہ انشاء اللہ فوری طور پر آپ وہ سکون قلبی و روحانی محسوس کرنے لگیں گے۔ جس کی تلاش میں میں بھی کئی سال سرگرداں رہا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کی ہر آیت کا اصل مطلب سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ط تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(سورة النحل - ۳)

بناتے آسمان اور زمین ٹھیک - وہ اوپر ہے ان کے شریک بنانے سے۔

## تخلیق کائنات کا قرآنی تصور

دنیا کی مادی ترقی کے بل بوتہ پر گو انسان اب تک بہت کچھ کائناتی علم حاصل کر چکا ہے جن کی صحیح نشاندہی قبل ازیں ہی اللہ نے قرآن میں کر دی ہے۔ مگر اسے مسلمان! تم آخر قرآن کی طرف دھیان کیوں نہیں دیتے کہ جو تمہیں سائنسی علوم سے بڑھ کر صحیح صحیح علم مہیا کر رہا ہے قرآن کے گہرے مطالعہ اور شروع سے اخیر تک دینے جانے والے تمام حقائق کو اگر یکجا کیا جائے تو تخلیق کائنات، حقیقت کائنات جتنے کہ اس کی زندگی تک کا بیان معلوم ہو سکتا ہے۔

تخلیق کائنات کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے بعض اسے محض اتفاقی امر خیال کرتے ہیں۔ بعض مختلف قوتوں کا مرہون منت گردانتے ہیں مگر اصلیت تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں ہو سکی۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے اور ایمان بالغیب ..... رکھنے والے کے لئے قرآنی حقائق حروفِ آخر ہیں جو کہ بتدریج بالآخر صحیح ثابت ہوں گے اور وہ یہ ہیں جیسے فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ  
عَلَى الْمَاءِ لِيَلْوَكُمْ أَخْسَنُ عَمَلًا ط (سورة هود - ۷)

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں اور تھا تخت اس کا پانی پر کہ تم کو آزمائے  
کون تم میں اچھا کرتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو تمام کائنات کے پیدا کرنے کا ذریعہ اور منبع ہیں اپنی  
مشیت ایزدی سے دنیا یعنی زمین اور آسمان ترتیب دیئے اس کا ذکر قرآن پاک میں  
بارہا آچکا ہے۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا  
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ (سورۃ انبیاء ۸۰)

اور کیا نہیں دیکھا۔ ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین منہ بند تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھولا اور بتائی  
ہم نے پانی سے جس چیز میں جی ہے۔ پھر کیا یقین نہیں کرتے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى  
عَلَى الْعَرْشِ قَفِّ يُنْزِلُ الْيَلَّ النَّهَارَ يُطَلِّبُهُ حَيْثُ لَا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
وَالنُّجُومَ مُسْحَرَاتٍ بِأَمْرِهِ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط تَبَارَكَ اللَّهُ  
رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ اعراف - ۵۴)

تمارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان زمین چھ دن میں۔ پھر بیٹھا تخت پر۔ اور رکھایا ہے رات  
پر دن۔ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا۔ اور سورج اور چاند تارے کام لگے، اسی کے حکم پر۔  
سُن لو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سائے جہان کا۔

پس یوں سمجھ لیجئے کہ حق باری تعالیٰ ایک عظیم خزانہ غیب بن کر کرہ زمین اور  
آسمانوں کے درمیان پانی پر جلوہ افروز تھے جب کہ یہ زمین و آسمان کا ملا جلا ایک نہایت ہی عظیم

گولہ (کرہ) کائنات کی لامحدود خلا میں موجود تھا۔ شکل نمبر ۱ صفحہ ۶۵

اس ایک انتہائی بڑے آسمانوں اور زمین پر مشتمل گولے میں آسمانوں اور ان میں موجود سب کچھ یعنی سورج، چاند، ستاروں، سیاروں کا تمام مادہ بالکل درمیان میں موجود زمینی (ارضی) کرہ، اور روئے زمین پر واقع تمام پانی کی ایک بہت بڑی تہ سے جدا تھا شکل ۱ اس زمین اور آسمانوں میں موجود پانی پر اللہ تبارک تعالیٰ کا عرش تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک اور دوسری آسمانی کتب انجیل وغیرہ سے ظاہر ہے مگر اس عظیم گولے کے اندر پانی کی تہ پر اللہ تعالیٰ کا نور مرتکز ہونے سے یہ ہرگز باور نہیں کرنا چاہیے کہ ذات کبریائی اس گولہ میں محصور تھی۔ خدا تو لامکان ہے اپنے عرش کو کائنات کے کسی کونہ قریب میں مرتکز کرنے کے بعد کائنات کے اندر اور باہر مادہ سیال یا خلا ہر جگہ پر اپنی نوری اثرات سے پہنچ رکھے ہوتے ہیں۔ لہذا اس گولے کے اندر ہوتے ہوئے بھی اس سے باہر کی خبر اللہ کو ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَتَّى قَدَرَهُ ۗ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا بِيَمِينِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (زمرہ ۶۷)

اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے۔ اور زمین ساری ایک مٹھی ہے اس کی دن قیامت کے اور

آسمان پلٹے ہیں اُس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ یہ شریک بتاتے ہیں۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝  
جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز۔ (سودہ بروج ۹)

## موجودہ کائنات کی پیدائش

جیسے کہ قبل ازیں لکھا گیا ہے کہ موجودہ کائنات سے قبل آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔ صفحہ ۶۵ شکل ۱۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْتَهُمَا  
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (سورہ انبیاء ۱۰)

اور کیا نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین منہ بند تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھولا اور بنائی ہم نے پانی سے جس چیز میں جی ہے۔ پھر کیا یقین نہیں کرتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آپس سے جدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر متمکن زمین اور آسمانوں کے درمیان واقع پانی پر مرکوز تھے۔ مگر کائنات میں موجود تمام ذرہ ذرہ پر اپنی نوری شعاعوں سے نگاہ رکھے تھے خواہ وہ زمین و آسمان کے گولہ کے اندر تھی یا باہر آپس جیسے ہی آسمانوں کو زمین سے جدا ہو جانے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی منشا اور مرضی کے مطابق زمین کو ایک نئے دور کے لئے جو کہ آج کے انسان کے لئے بنایا جانا تھا اپنے خاص علم اور حکمت سے موجودہ انسان کے بود و باش کے لئے سازگار بنانے کے لئے اس میں خشکی اور پانی کو ترتیب دیا اور اس میں ہر قسم سبزہ زار اور مختلف جانور اور حشرات الارض چار لوزی ایام میں خلق فرمائے۔ ایک نوری یوم انسان کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

وَجَعَلْنَا فِيهَا رِجًا وَاسِيًّا مِنْ نَفْوَاتِهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرْنَا فِيهَا أَقْوَاتَهَا فَتَّ  
أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلنَّاسِ يَلِينِ (سورہ حم السجدہ ۵ - ۱۰)

اور رکھے اس میں برجہ اوپست اور برکت بھی اس کے اندر۔ اور ٹھہرائیں ہمیں خورکیں اسکی چار دن میں پوری بوچھنے والوں کی۔





شکل نمبر ۷

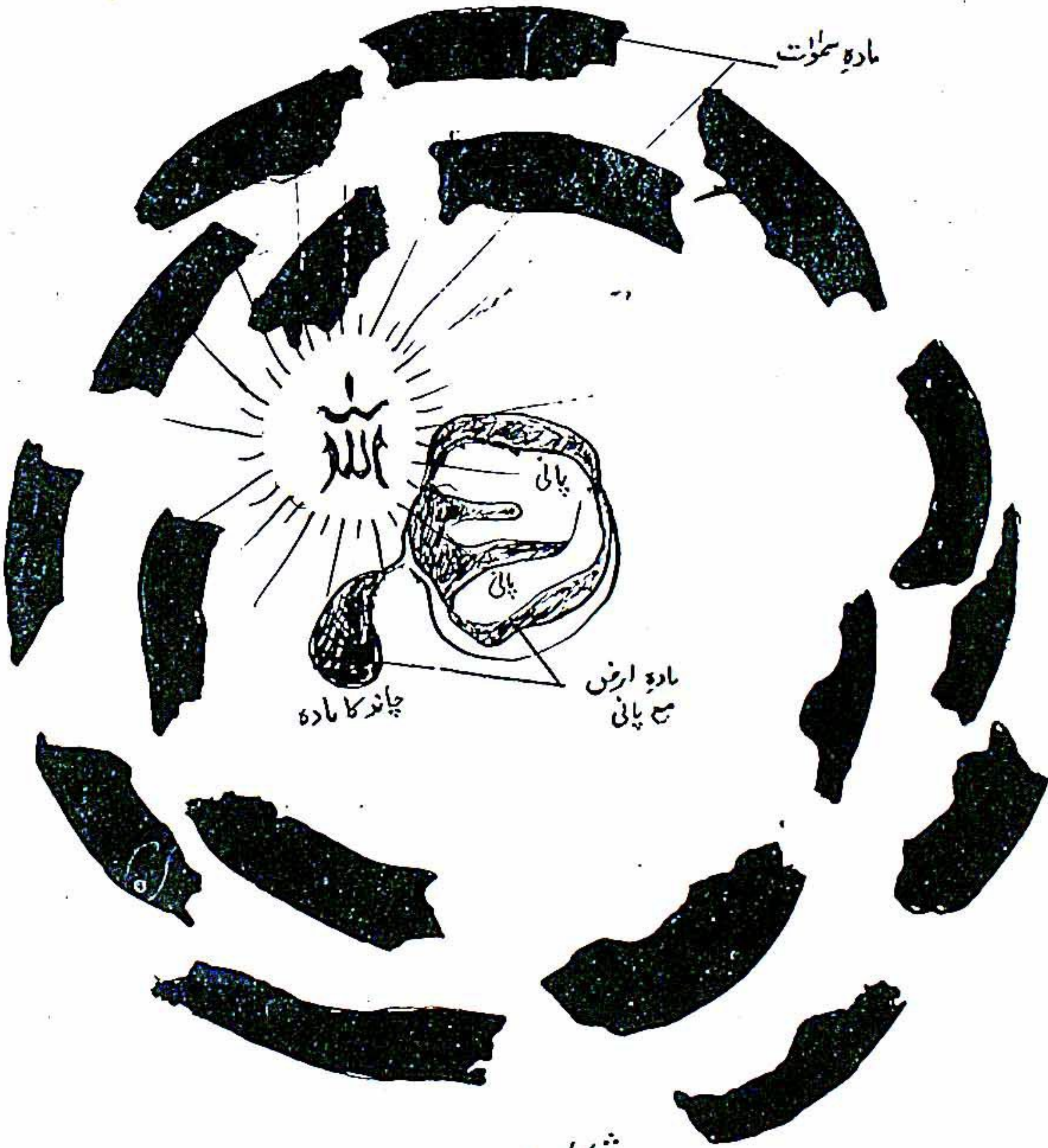
أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ط وَ  
 جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝

(سورة انبیا - ۲۶)

اور کیا نہیں دیکھا ان منکروں نے؟ کہ آسمان اور زمین نہ بنے تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھولا اور بنائی ہم  
 نے پانی سے، جس چیز میں جی ہے۔ پھر کیا یقین نہیں کرتے۔

## زمین اور چاند شکل ۲

اس زمین کو ترتیب دینے کی کارروائی میں زمین کی سطح پر واقعی پانی کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے اور مختلف جگہوں میں خشکی کو ابھارنے اور زمین کو صحیح قیام (BALANCE) دینے کی غرض سے اس کا کچھ حصہ خاص حکمتِ عملی سے اکھاڑ لیا گیا اور زمین سے کچھ فاصلہ پر خلا میں معلق کر دیا گیا۔ چنانچہ جہاں جہاں سے یہ مادہ اکھڑا اور نہایت عظیم گڑھے بنو دار ہوئے وہاں پر بالائی سطح کا پانی جمع ہو گیا اور ان سے موجودہ دور کے سمندر وجود میں آئے۔ اسی حشریح ان سمندری گڑھوں سے علیحدہ ہونے والا زمینی مادہ زمین سے کچھ فاصلہ پر خلا میں جاتے ہی ایک گولے کی شکل اختیار کر گیا۔ جسے چاند کہا گیا اور اس سے زمین پر روشنی کا کام رات کی تاریکی میں لیا گیا مگر اس پر پانی نہیں بھیجا گیا جیسے کہ اب بھی ظاہر ہے۔ موجودہ دور کے سائنسدان اور ماہرینِ خلا چاند پر موجود پہاڑی سلسلوں کو نقشہ اور بناوٹ کے لحاظ سے زمین پر موجود سمندروں کی شکل اور نقشہ سے مشابہ تصور کرتے ہیں۔ جو کہ ایک حد تک اس طرح سے زمین اور چاند کے ظہور میں آنے کی مزید تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ انسانی ترقی کی یہ راہیں اور قیاس آریاں اگر فتراتی تصور میں دیکھی جائیں تو یہ تمام کائنات اور اس کا ظہور ایک بہت ہی بڑی سائنس کی لیبارٹری سے کم حیثیت نہیں رکھتی کہ جس کا عظیم سائنس دان ہر علم و عمل کو محض اپنے روحانی طریقہ سے کن کہنے کے عمل سے انجام دلاتا ہے جو کہ خود وحدہ لا شریک خدائے عزوجل ہیں۔ کاش کہ اس حقیقت کو اب تمام سائنسدان پاجائیں۔ اور بجائے تباہ کاریوں کے آلات پیدا کرنے کے اس کی حکومت اور افضلیت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی پوری کوشش اللہ تعالیٰ کو پاتے اور تلاش کرنے میں صرف کر دیں۔



شکل ۲

قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ  
يَجْعَلُوْنَ لَهَا اَنْدَادًا ۗ ذٰلِكَ رِبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

تو کہہ کیا تم منکر ہو؟ اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ  
اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا۔ (سورۃ حٰجّم السجدہ - ۶)

## آسمان اور سموات

زمین کو درست کرتے اور انسانی بود و باش کے قابل بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ  
آسمان کی طرف متوجہ ہوئے اور مزید دو نوری ایام میں اس کو سات طبقتوں میں تقسیم کیا  
(حوالہ) یعنی انسانی زندگی کے دو ہزار سال، شکل ۳ صفحہ ۶۹

ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وِلِلْ اَرْضِ اِنتِ يَا طَوْرًا  
اَوْ كَرِهًا ط قَالَتْ اَتَيْنَا ط اَبْعَيْنَ ۝ فَقَضَيْنَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ  
وَ اَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرًا ط وَ زَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ قِصَلِ  
وَ حَفِظَا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ (سورہ حم ۱۱-۱۳)

پھر چڑھا آسمان کو اور دھواں ہو رہا تھا۔ پھر کہا اس کو اور زمین کو۔ آدو دونوں خوشی سے یا زور  
سے۔ وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔ پھر ٹھہرائے سات آسمان دو دن اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا۔  
اور رونق دی ہم نے پورے آسمان کو چراغوں سے۔ اور نگہبانی۔ یہ سادھا ہے۔ زبردست خبردار کا۔

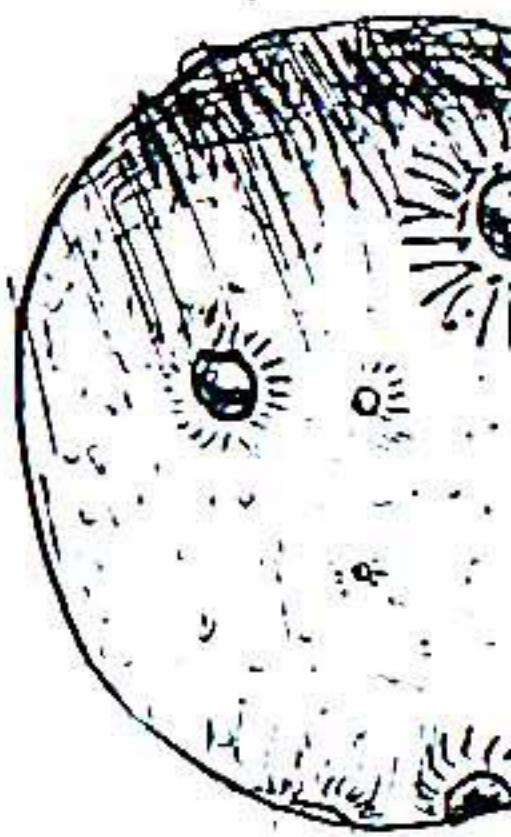
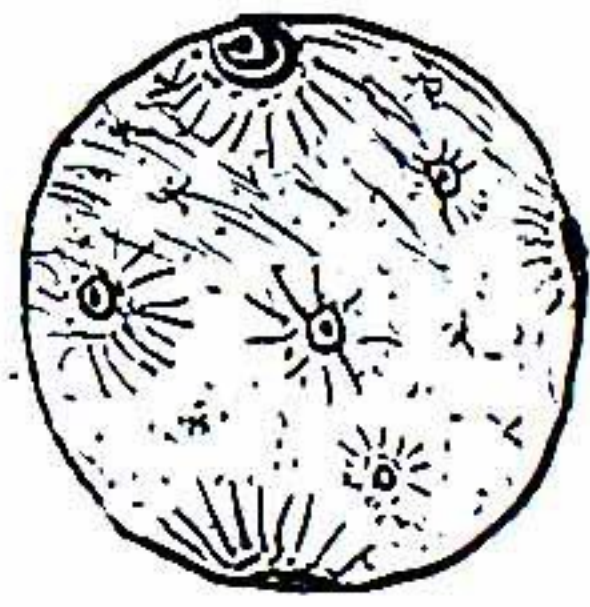
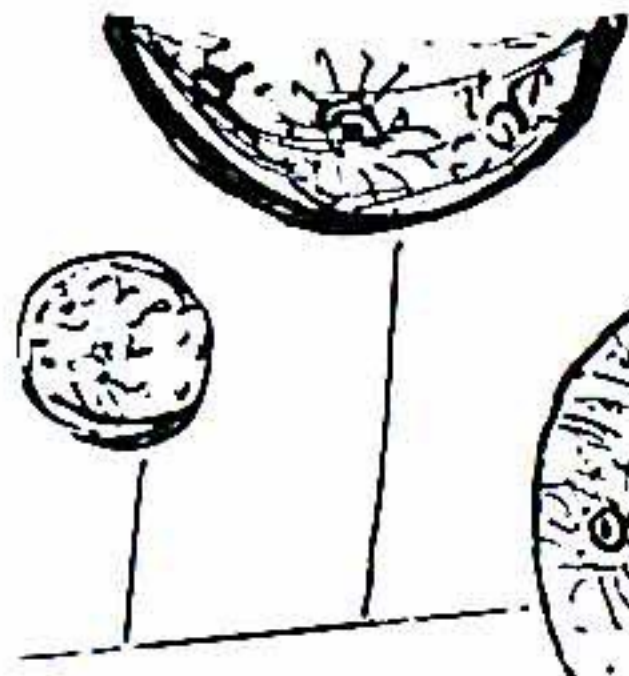
اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی  
عَلِی الْعَرْشِ یَدِیْرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ اَدْبِنِهٖ ط ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ  
فَاعْبُدُوْهُ لَا ط اَفْلَا تَذٰکُرُوْنَ ۝ (سورہ یونس ۳)

تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔ پھر قائم ہوا عرش پر تیسیر  
کرتا کام کی۔ کوئی سفارش نہ کر سکے۔ مگر جو پہلے برس کا حکم ہو۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو اس کو پوجو  
کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

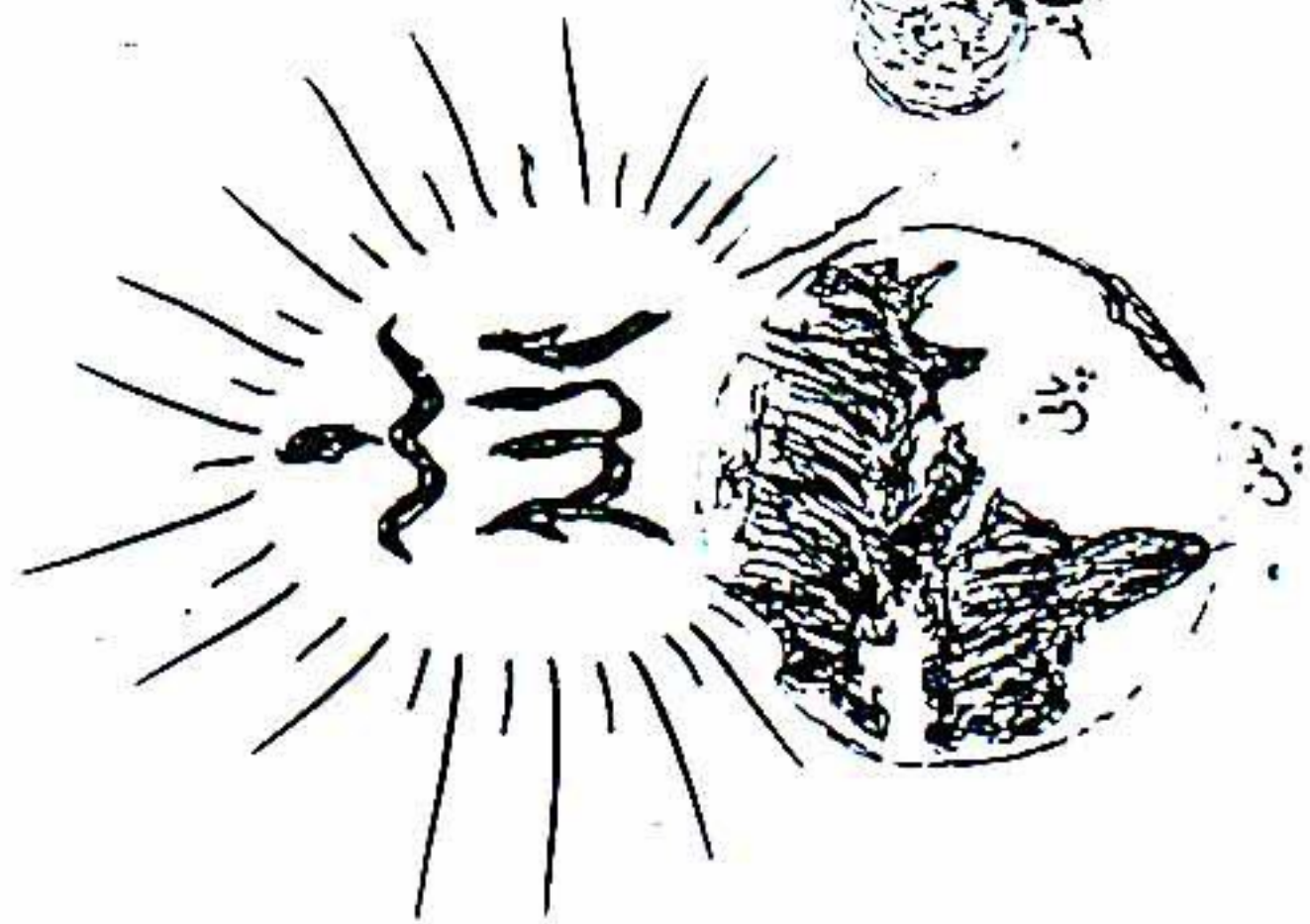
آسمان یا آسمانوں کے متعلق گذشتہ تمام بیان سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اسی



سیارے مادہ سموات



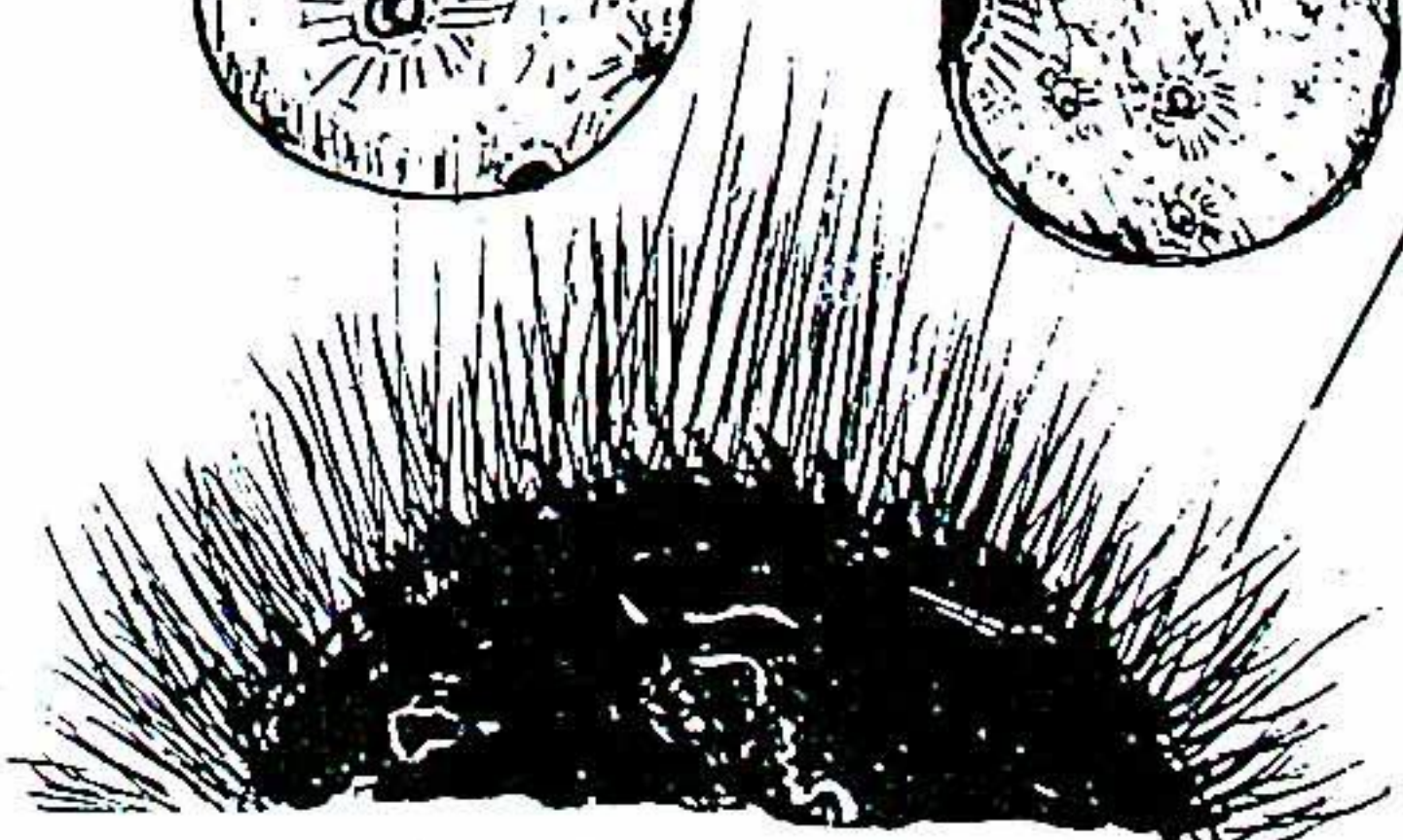
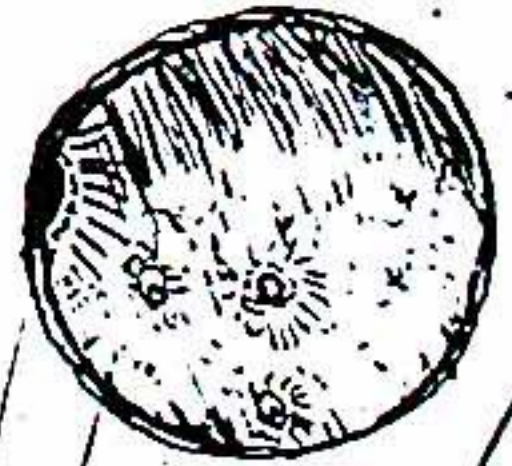
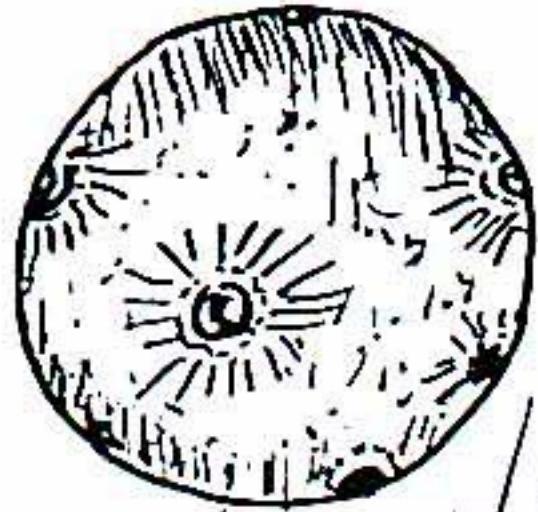
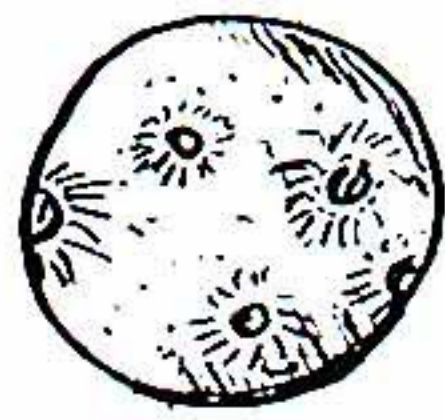
چاند



شکل ۳ صفحہ ۴۹



سیارے (مادہ سموات)



مجموعہ سے ترتیب دیے گئے کہ جو زمین کے ساتھ قبل ازیں پیوست تھا۔

گذشتہ بیان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات میں موجود اس آسمانی وارضی مجموعہ کے نہایت ہی بڑے گولہ میں زمین کو لا محالہ مرکزی حیثیت حاصل تھی کیونکہ اسی طرح سے یہ گولہ شکل کا کرہ آسمانوں سے تہ بند یا ملا ہوا تھا۔ جیسے ہی مشیت ایزدی سے آسمانوں کا حصہ زمین کے اطراف میں جدا ہو کر خلا میں دور ہٹا۔ اس کے لاتعداد ٹکڑے ہو گئے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ مادی حصہ جو کہ تمام آسمانوں کا مجموعہ تھا۔ بالکل باریک ذروں کی شکل میں

ایک گرد یا دھوئیں کی شکل میں خلا میں پھیل  
 گیا ہو۔ چنانچہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ زمین پر  
 ترکیب و ترتیب سے فارغ ہو کر اس کی  
 طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اس کو دو۔ پھر کہا اس کو اور زمین کو آدو ذروں خوشی سے  
 لوری ایام میں سات طبقوں میں تقسیم کر دیا۔  
 یعنی کرہ ارضی کی مضامقات میں موجود جو  
 یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔

کچھ بھی تھا اور ان گرد و غبار یا دھوئیں کی طَائِعِينَ ۵ (سورہ حمر ۱۱)

طرح کے ذرات نے مختلف ستارے (شکل ۱ صفحہ ۷۱)

سیارے، سورج، کہکشاں اور دوسری اشکال اختیار کر لیں جو کہ تقسیم کے لحاظ سے سات  
 درجہ بندیوں میں آسکتی ہیں (سائنسدان بھی یہی خیال کرتے ہیں کہ ستارے و سیارے  
 خلا میں موجود باریک مادی ذروں کے باہم ملنے سے ظہور پذیر ہوئے ہیں) اور پھر  
 جب دوبارہ اس کائنات کے ختم ہونے کا وقت آئے گا یہ تمام سیارے، ستارے سورج  
 وغیرہ پھٹ کر لپک لپک ہو جائیں گے اور دھوئیں کی شکل اختیار کر لیں گے۔ (ملاحظہ ہو قیامت)

اللہ

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

نہ سونج کو پیچھے کہہ کرے چاند کو اور نہ رات آگے گزرتے دن سے۔ اور ہر کوئی ایک ایک گزرتے پھرتے ہے۔

(سورۃ یسین)

شکل ۴ صفحہ ۷۱

مشتری

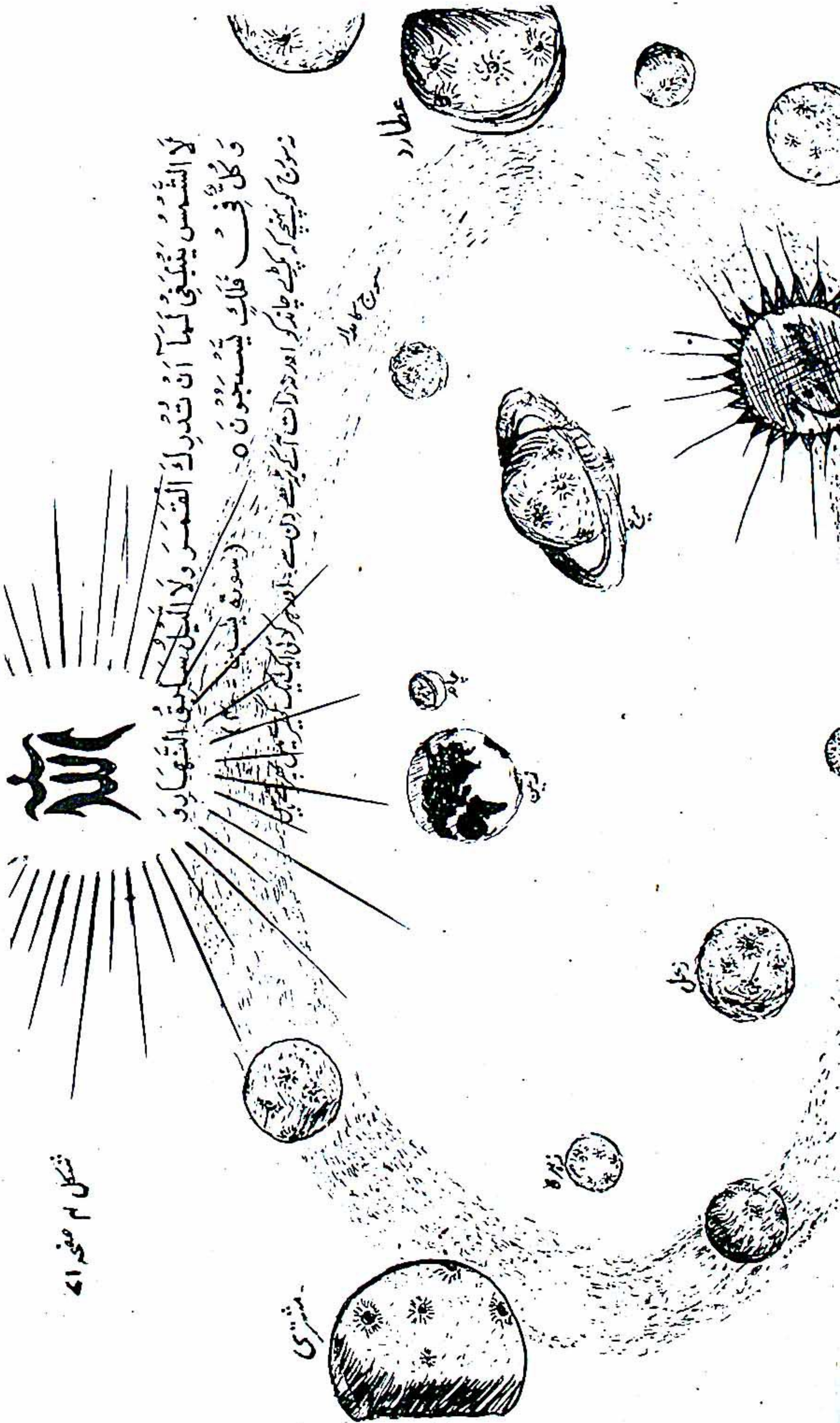
عطارد

سویچ کاملہ

پارہ

زہرہ

زحل



## سماء معنی طبقہ

اس کے ساتھ ہی اس تمام عمل میں جو فضا زمین کے گرد مختلف گیسوں اور ہواؤں کے پیدا ہونے سے ظاہر ہوئی اُسے زمین ہی کے گرد ایک تہ کے طور پر لپٹا دیا گیا (یعنی زمین کی کشش میں رہتے دیا گیا) جس کو کہ ایک علیحدہ طبقہ یا آسمان گردانا گیا۔ یہاں اس طبقہ کا ذکر اس غرض سے کرنا ضروری خیال کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی کئی ایک آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سمار سے مطلب طبقہ یا مضافات ہی اخذ کرنا ہر حالت میں

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۗ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَوتٍ ۗ  
فَارْجِعِ الْبَصَرَ لَا هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝ (سورہ ملک ۳)

جس نے بنائے سات آسمان تہ بہ تہ۔ کیا دیکھتا ہے رحمن کے بنائے میں کچھ فرق؟ پھر دہرا کر نگاہ کھیر

دیکھتا ہے ڈراڑ۔

۱- تَعْرَاجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ

حَسِيرٌ ۝ (سورہ ملک ۳)

پھر دہرا کر نگاہ کر دو دوبارہ اٹھی آدے تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر۔

درست ہے (۱) بارش کا سما سے اترنا

۲- خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَدَدٍ تَرَوْنَهَا ۚ وَالْأَرْضِ رَواسِيَ ۚ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ ۗ وَانزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِن

كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ (سورہ لقمان ۱۰)

بنائے آسمان بن ٹیکے۔ اُسے دیکھتے ہو۔ اور ڈالے زمین پر بوجھ کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے

اور بکیرے اس میں سب طرح کے جانور۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی۔ پھر آگائے زمین میں ہر قسم

کے جوڑے غلے۔



الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفْوُتٍ ط  
فَارْجِعِ الْبَصَرَ لَا هَلَ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۝ (سورہ ملک ۳)

۳-۴ جس نے بنائے سات آسمان تہ بہ تہ۔ کیا دیکھتا ہے رحمن کے بنائے میں کچھ فرق؟۔ پھر دہرا کر نگاہ کر کہیں دیکھتا ہے دڑاڑ۔

نمبر ۳ اور نمبر ۴ سے واضح ہوا کہ طبقے ہیں اور لطیف ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملے ہیں اسی طرح سے اس بیان کو مزید تقویت آیت ۱۲ سورہ حمہ

پر غور کرنے سے پہنچتی ہے کہ زمین کے گرد موجود سماں کو ہم نے ستاروں سے مزین کر دیا تاکہ انسان کو تنہائی اور خوف سے نجات رہے۔ فرمایا:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ (سورہ الصّٰفّٰت ۶)  
ہم نے رونق دی درے آسمان کو ایک رونق بہت آری ہیں۔

نیز چھت بچاؤ کی ریڈیو ایکٹوٹی سے بچاؤ کرہ ہوائی سے ممکن ہے یہی سائنسدانوں کا خیال ہے۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرًا ط  
وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَاصِفًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

(سورہ حمہ ۱۲)

پھر ٹھہرائے وہ سات آسمان دو دن میں اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا۔ اور رونق دی ہم نے درے آسمان کو چراغوں سے اور ٹکھبانی۔ یہ سادہ ہے۔ زبردست خبردار کا۔

اور قیامت کے دن آسمان بدلی کی طرح پھٹنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ یہ نزدیک کی فضا بھی

سما رہے۔ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمَوٰتٍ طِبَاقًا ۝ (سورہ نوح ۱۵)  
کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ

ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝  
پھر دہرا کر نگاہ کر دو دو بار الٹی آدے تیرے پاس تیری نگاہ رو دہر کر تھک کر۔ (سورہ ملک ۴)  
اب دوسری طرف توجہ کی جائے تو مندرجہ ذیل آیت اس مسئلہ کو حل کر دیتی ہے  
کہ ہم نے آسمان کے سات طبقات کئے اور زمین میں بھی اسی کی طرح کے سات طبقات قائم  
کئے کیونکہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح سے غلط معلوم ہوتا ہے کہ سات آسمان قائم کئے اور  
اسی طرح کی سات زمینیں کیونکہ "مِنَ الْاَرْضِ" سے اسی ایک زمین کی طرف اشارہ ملتا ہے لہذا  
یہاں سات آسمانوں کو سات مختلف تقسیم شدہ طبقے زمین کے ارد گرد خلا میں واقع مادہ کی تقسیم  
ہے اسی طرح سے خود زمین کو سات طبقوں میں تقسیم کرنا بھی واضح ہے۔ یعنی سات براعظم  
ایشیا، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، جنوبی شمالی امریکہ، شمالی و جنوبی قطبین،

اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِّنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۗ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ  
بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۗ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدَّ اَحَاطَ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝  
(سورہ طلاق - ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمین بھی۔ اتنی اترتا ہے، حکم ان کے بیچ تاکہ تم  
جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ اور اللہ کی خبر میں سمائی ہے ہر چیز کی۔

زمین کائناتی مرکز اور ساکن کمرہ ہے

قرایا۔ دیکھیں صفحہ ۷۵ حوالہ تام اور آیت ۳ سورہ الانبیاء

۱. وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ (سورة طارق - ۱۱)

قسم ہے آسمان چکر مارنے والے کی

(سورة رحمن - ۵)

۲. الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝

سورج اور چاند کو ایک حساب ہے۔

۳. هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۗ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (سورة يونس - ۵)

وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اجالا۔ اور ٹھہرائیں اس کو منزلیں۔ تو پہچانے گنتی برسوں کی اور حساب۔ بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ان لوگوں پر جن کو سمجھ ہے۔

۴. اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بَلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝ (سورة رعد - ۲)

اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان میں ستون۔ دیکھتے ہو پھر تائم ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند۔ ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت تک۔ تدبیر کرتا ہے کام کی، کھولتا ہے نشانیاں۔ شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو۔

یعنی سورج اور چاند حساب کے لئے ہیں یعنی دن رات ماہ اور سردی و گرمی سے سالوں کا حساب کیا جاتا ہے جو کہ ان کی حرکات سے ظہور پذیر ہیں نہ کہ زمینی حرکت سے۔  
اب تک انسان نے جتنی بھی ترقی کی ہے اور نظام کائنات کی چھان بین کر سکا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ کائنات میں موجود سب سیارے و ستارے سورج کی ایک مرکزی حیثیت کے گرد اپنے اپنے محور میں اس لامحدود خلا میں رواں دواں ہیں جہاں ان سیاروں کی ایک سورج کے گرد چکر لگانے کی گردش ہے وہاں ایک ان کی ذاتی گردش اپنے محور کے گرد ہے۔ جس سے ان کا ہر حصہ باری باری سورج کی دھوپ تاپتا ہے جس کے اثر انداز ہونے سے ان سیاروں پر مختلف تبدیلیاں یعنی دن رات گرمی جاڑہ وغیرہ رونما ہوتے ہیں اس بیان کی صحیح ترین تصدیق گو سامنے نہیں آئی مگر کائنات اور اس کے نظام کو سمجھنے کے لئے یہ بیان ایک حد تک پورا اترتا ہے۔

مگر ایک مسلمان ہوتے ہوئے ان سائنسدانوں اور خلائی یا کائناتی علم دانوں سے بڑھ کر ہمیں قرآن پاک کا بیان صحیح اور سونے صدی درست تسلیم کرنا ہے چنانچہ جیسا کہ اوپر کی آیت مبارکہ سے واضح ہے کہ زمین کائنات میں ساکن ہے اور باقی ماندہ کائناتی سیارے مع سورج و چاند اپنے اپنے مدار میں زمین کے گردا گرد چکر لگا رہے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ط وَ مِنْ كُلِّ  
الشَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ط إِنَّ فِي  
ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ (سورہ رعد ۳)

اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجہ اور ندیاں اور ہر میوے کے مکے اس میں جوڑے دوہرے ڈھانکتا ہے دن پر رات۔ اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو دھیان کرتے ہیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ان سب کی اپنی ذاتی گردش بعینہ اسی طرح سے اپنے محور کے گرد مان لی جائے تو بھی کسی غلطی کا احتمال نظر نہیں آتا۔

مثال کے طور پر چاند اور زمین کو ہی لیجئے۔ زمین کو ایک ساکن مرکز سمجھ لیا جائے اور پھر یہ غور کریں کہ چاند کی دو گردشیں ہیں۔ ایک تو خود اس کے اپنے محور کے گرد کہ جس سے اس پر دن رات طاری ہوتی ہے مگر اس کی دوسری گردش زمین کے گرد تقریباً ۲۷/۲۳ گھنٹوں میں مکمل ہوتی ہے۔

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ  
الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ط يُدَبِّرُ  
الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بَلِغَاءَ رَبِّكُمْ تَوْقِنُونَ ○ (سورہ رعد ۲)

اللہ وہ ہے جس نے بنائے اونچے آسمان۔ بن ستون۔ دیکھتے ہو۔ پھر قائم ہوا۔ عرش پر اور  
کام لگایا سورج اور چاند۔ ہر ایک چلتا ہے۔ ایک ٹھہری مدت تک۔ تدبیر کرتا ہے کام کی۔ کھرتا ہے نشانیاں  
شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو۔

تو تقریباً ایک ماہ ۲۹/۳۰ دنوں میں یہ مختلف حالتوں میں چلتے چلتے گھٹا بڑھتا رہے گا۔  
حتیٰ کہ ایک ماہ میں یہ جس وقت سورج اور زمین کے درمیان میں آجائے گا تو یہ نظروں  
سے اوجھل ہو جائے گا یعنی ایک ماہ کی گنتی پوری کر لے گا۔ یہاں یہ بات واضح ہے اور  
ماتنا ضروری ہے کہ چاند اپنی ماہانہ گردش کے دوران صرف ایک ہی محور پر اس طرح سے  
زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے کہ اس کا صرف وہی نصف حصہ زمین کے بالمقابل رہتا ہے جو  
کائنات کے ظہور ہوتے وقت سامنے رکھا گیا ہے۔

اس بیان سے دوسرے لفظوں میں یہ باور کر لینا بھی نہایت اہم ہے کہ زمین کو مرکزی

حیثیت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ باقی کائنات مضافات یا شمار کے جو حصے بجز

کئے ہیں اور جن میں کہ سورج اور دوسرے سیارے بھی شامل ہیں اپنی جسامت فاصلہ اور زمین سے دوری کے لحاظ سے اپنے اپنے محور اور ساتھ ہی زمین کے گرد چکر لگانے کے حلقہ پراس طرح سے گامزن ہیں کہ ان کی رفتار زمین کے گرد سورج کے ۲۴ گھنٹہ کے ایک پورے چکر سے چاند ہی کی طرح معمولی کم یا زیادہ ہو سکتی ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ تمام سال کے دوران یہ زمین کے افق پر غروب اور طلوع ہوتے وقت مختلف زاویے بناتے رہتے ہیں۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۖ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

(سورۃ یسین - ۳۸)

اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھہری راہ پر۔ جو مقرر کردہ ہے اس زبردست بانجبر کا۔

وَلَقَدْ رَاقَدْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝

(سورۃ یسین - ۳۹)

اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں، یہاں تک کہ پھر آ رہے جیسے ٹہنی پرانی۔

دوسرے ان سب سیاروں کی رفتاروں اور گردش کے حلقوں میں مشرق کی وجہ سے اکثر اوقات یہ سیارے یا ستارے آپس میں ٹکراتے بھی رہتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی جسامت اور رخ میں تبدیلی ہونے اور شہاب ثاقب بن کر لڑھکنے کو ہم دیکھتے اور نوٹ کرتے آ رہے ہیں۔

مگر چونکہ اس سارے نظام میں زمین کو مرکزی اور ساکن حیثیت ملی ہوئی ہے۔ لہذا

ان سب کا اپنی گردشوں کی وجہ سے زمین کی طرف آنا یا ٹکرا نا کچھ زیادہ ممکن نہیں اور اسی طرح سے کو زمین اور سورج کا فاصلہ کم یا زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ سورج اپنی بہت بڑی جسامت اور حجم کی وجہ سے اپنی عظیم رفتار (اکروڑ میل فی گھنٹہ) زمین کے گرد گردش کے دائرہ میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں کرتا۔ مگر دوسری طرف یہ سب سیارے اور ستارے جو کہ زمین سے گوبڑے ہوں گے۔ لہذا اپنی رفتار اور زمین کے گرد گردش کے دائرہ میں کمی بیشی کی وجہ سے کبھی سورج سے کم فاصلہ پر اور کبھی سورج سے زیادہ فاصلہ پر سے گذر سکتے ہیں۔

## مختلف سیارے اور پانی

قرآنی مطالعہ اور تخلیق کے طریقہ سے صاف عیاں ہے کہ پانی صرف زمین ہی کے گرد ایک تہ میں موجود تھا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا عرش مرتکز رہا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِن قُلْتَ أَنْتُمْ مَبْثُؤُنَ مِنْ بَدَنِ الْمَوْتِ لَيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

(سودہ ہود - ۷)

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔ اور تمہا تخت اس کا پانی پر کہ تم کو آزماوے۔ کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہیں گے۔ یہ کچھ نہیں مگر با دوہے صریح۔

اب جیسے ہی آسمانوں اور اس دوسری خلائی کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور حکم سے علیحدہ فرمایا تو پانی کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نور بنفس نفیس مرکوز تھا۔ زمین پر ہی متوجہ رہا جیسا کہ تخلیق کائنات سے ظاہر ہے کہ :-

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ۴ نوری ایام میں زمین پر سب زندگی، چرند، درند اور نباتات پانی ہی سے پیدا فرمائی۔

ذَٰلِذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی  
عَلَى الْعَرْشِ ۙ اِنَّ الرَّحْمٰنَ لَسَلْبٌۭ بِہٖ خَبِیْرًا ۝

(سورۃ فرقان - ۵۹)

جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے، چھ دن میں، پھر قائم ہوا تخت پر وہ بڑی مہر والا۔ سو پوچھ اس سے جو اسکی خبر رکھتا ہو۔

اور پھر اس کے بعد مزید دو نوری ایام میں باقی ماندہ سماوی کائنات میں زندگی صرف زمین ہی پر پیدا کرنا مشیت ہوا اور چونکہ تمام اقسام کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے پانی ایک نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے بلکہ زمین کے گرد واقع کرہ ہوائی اور گیسوں سب اسی پانی کے تغیر و تبدل کی بدولت ہیں لہذا قرآنی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پانی باقی ماندہ کائناتی بیاروں یا تاروں بشمول چاند کہیں بھی موجود نہیں اور اب یہی کچھ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سائنس اور ماہرین خلا پوری سر توڑ کوشش کے باوجود اب تک جو معلومات چاند یا دوسرے بیاروں پر جانے یا اپنے آلات سے اکٹھی کر سکے ہیں۔ یہ ثابت نہیں کر سکے کہ ان میں سے کسی پر پانی موجود ہے۔



## زندگی اور چاند

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ  
 وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ۚ نَسَخَ مِنْهُ النَّهَارَ فَاذَا هُمْ  
 مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۖ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ  
 ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَا زَلْ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝  
 لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ  
 كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (سورة يسین - ۲۴-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰)

پاک ذات ہے جس نے بناتے جوڑے ہر چیز کے۔ اسی قسم سے جو اگتا ہے زمین میں اور آسمان میں  
 اور جن چیزوں میں کہ ان کو خبر نہیں اور ایک نشانی ہے ان کو رات۔ ادھیڑ لیتے ہیں ہم اس سے دن  
 پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں۔ اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھہری راہ پر۔ یہ سادھا  
 ہے اس زبردست باخبر کا اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں زمین یہاں تک کہ پھر آہے جیسے  
 ٹھہنی پرانی۔ نہ سورج کو پہنچے کہ کپڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک ایک  
 گہیرے میں پھرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت خاص جی القیوم ایسی ہے کہ اس عظیم اور بے مثال ویکتا شمع  
 حیات کی موجودگی سے پانی اور مادہ میں زندگی کی لہریں دوڑتی ہی رہتی ہیں اور جو  
 بھی مجسمہ اس شمع حیات سے زندگی حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ محرک ہو جاتا ہے۔  
 یہی وجہ ہے کہ آج تک انسان اتنی ترقی کے باوجود بھی چرند، پرند، درند و حیوانات اور حشرات الارض  
 کی نہ تو گنتی ہی کر سکا ہے اور نہ ہی یہ اس کے بس کی بات ہے۔ ازل سے لے کر اب  
 تک نہ جانتے جانوروں اور حشرات الارض کی کتنی نسلیں مفقود ہو چکی ہیں اور کتنی نئی دیکھی

جارہی ہیں۔ صرف سطح زمین یعنی خشکی پر ہی موجود جانداروں کی اقسام انسان کی معلومات سے بالاتر ہیں۔ تو کہاں سمندر اور اس کی تہ میں موجود جانداروں کی اقسام کہ جہاں زندگی نیا موڑ اور رخ اختیار کرتی جا رہی ہے اور پھر خود خدائے قدوس جل شانہ نے قرآن میں فرمادیا ہے کہ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے (پانی کی موجودگی) خلق کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصُهْرًا وَمَكَانَ رَبِّكَ قَدِيرًا

(سورۃ الفرقان -- ۵۴)

اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے پھر ٹھہرایا اس کا جہد اور سسرال۔ اور پھر تیرا رب سب کر سکتا

لہذا یہ فیصلہ کرنا کہ جاندار مجسمے یا جانوروں کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے کب اور کیسے شروع کی ہے ایک مہمل اور بے معنی بات رہ جاتی ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ اس شمع حیات کی جیب سے موجودگی ہے تب سے ہی زندگی اور جانداروں کا وجود جاری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی مشیت اور منشاء کے مطابق وہ خالق و مالک ”شمع حیات“ ان مجسموں کی ہیئت و حیثیت میں تبدیلی کرتی رہی ہے۔

## لاکھوں سال پرانی زندگی؟

لاکھوں کروڑوں اور اربوں سال پرانے مجسموں اور ان کے ڈھانچوں کی صحراؤں یا سمندروں کی تہ میں موجودگی اسی امر کی غمازی کرتی ہے جیسے کہ موجودہ دور کے سائنسدان اکثر اوقات ایسے کسی جانور کی ہڈی یا ڈھانچہ سے قیاس آرائی کے بعد اچنبے میں رہ جاتے ہیں کہ یہ اتنے پرانے ڈھانچے اور بے ڈھنگے اور بے ہنگم اجسام کب اور کس زمانہ

میں واقع ہوئے ہوں گے؟ تو بجائے اس کے کہ اُن کے اس بیان کو ایک دیوانے کی بڑکھ کر خاموشی اختیار کر لی جائے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ اجسام اور جاندار زمانہ قبل از پیدائش انسان یا اُس دور کی یادگار ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ موجودہ کائنات ابھی ترتیب نہیں دی تھی اور چونکہ اس وقت کی پیدائش اور زندگی بھی اسی خالق و مالک جی القیوم شمع حیات کی بدولت ہی تھی۔ یہ اس وسیع و عریض سمندر کے جانور ہیں جو کہ کرۂ ارضی اور آسمانوں کے درمیان موجود تھا۔ کیونکہ پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

## پہلے سے موجود کائنات کا خاتمہ

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِ لِلْكِتَابِ ط كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُبِيدُهُ ط  
وَعُدَّا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فَعَلِينَ ۝ (سورہ انبیاء ۱۰۴)

جس دن ہم لپیٹ لیں آسمان کو لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ، جیسا سرے سے بنایا پہلی بار۔ پھر اس کو دہرا دیں گے۔ وعدہ ضرور ہو چکا ہے۔ ہم پر ہم کو کرنا۔

جیسا کہ قبل ازیں کہا جا چکا ہے کہ زندگی اور جانداروں کی کائنات میں موجودگی خود اللہ تعالیٰ (شمع حیات) کی موجودگی کی مرہونِ منت ہے لہذا یہ خالق و مخلوق دونوں ازل سے ہی لازم و ملزوم ہیں۔ لہذا اس موجودہ کائنات سے قبل ترتیب شدہ کائنات اور اس سے بھی ماقبل گزرنے والی کائناتوں میں پیدا ہونے اور رہنے والے جاندار اس تمام کھیل کے بنانے اور چلانے والے خالق و مالک کی منشا کے مطابق ایک مقررہ مدت کے بعد جب ختم کر دیے گئے تھے تو اس وقت ظاہر ہے کہ اس انتہائی بڑی کائنات میں تبدیلی لانے کے لئے جو قوت کار فرما ہوتی ہے اس کے عمل کے دوران کسی جاندار کا زندہ رہنا ناممکن ہی تھا بس اسی لمحہ کو جب کہ پرانی کائنات ختم کرنے کے بعد ایک نئی کائنات کو ظہور دیا۔

گیا تھا۔ پرانی کائنات کے لئے قیامت کہا جاسکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ

لوگو! اپنے رب سے۔ بیشک بھر نچال قیامت کا ایک بڑی چیز ہے۔ (حج ۱)

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (سورہ ہود ۳)

اللہ کی طرف ہے تم کو پھر جانا۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

گو اس لمحہ زندگی کی شمع (حی القیوم) موجود ہوتی ہے۔ مگر کائنات میں دوسری

طبعی زندگیاں یا جاندار اس اتنے بڑے تغیر و تبدل کو برداشت نہ کرتے ہوئے ہلاک

ہو جاتے ہیں۔ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ع

تو کہہ بھرتیا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر تعین ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے۔ (سجده ۱۱)

جو کہ اس امر کی عملی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر فانی ہے ایک کائنات کا ختم

کرنا اور پھر اسی سے دوسری کائنات کو بنانا بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں انسان

کی ساختہ چیزیں مشینری وغیرہ ایک عرصہ تک کارآمد رہنے کے بعد کل پڑزوں میں تبدیلی

آجانے کی وجہ سے کارآمد نہیں رہتیں۔ اور اس کے مادہ (میٹریل) سے دوبارہ اسی طرح کی

یا اس سے مختلف مشینری بن سکتی ہے۔ چنانچہ قیامت کا برپا ہونا مندرجہ بالا حقائق کی

روشنی میں ثابت ہوتا ہے۔

## مسئلہ معدنی تیل و معدنیات

اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں موجود ہر چیز کو نہایت خوش اسلوبی اور مہارت

سے ایسے بنا اور لگا رکھا ہے کہ یہ کبھی بھی ضائع ہی نہیں ہو سکتی۔ گو یہ اپنی اشکال تبدیل

کرتی رہتی ہیں۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (سورہ نمل، ۵)  
اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمانوں اور زمین میں مگر ہے کھلی کتاب میں۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْهُ  
عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۝ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ  
رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْفَرُ مِنْ ذَلِكَ  
وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (سورہ یونس ۶۱)

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے۔ اس میں سے کچھ قرآن اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ  
کام کہ ہم نہیں حاضر ہوتے تم پر جب تم لگتے ہو اس میں اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک  
ذره بھر زمین میں اور نہ آسمان میں نہ اس سے چھوٹا اور نہ اس سے بڑا جو نہیں کھلی کتاب میں۔

## لحیہ حکمہ

”ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کا یہ اصول کہ اس کائنات میں  
سے کوئی ایٹم نہ تو ضائع ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی نیا داخل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں  
۱۴۰۰ سال قبل بنا دیا گیا۔ حالانکہ یہ اگر مسلمان قرآن پر غور و فکر کرتے تو مغربی سائنسدانوں  
سے پہلے یہ اصول وضع کر لیتے۔“

اسی طرح زمین اور اس کے گرد فضا میں موجود ہر ذرہ خواہ وہ کسی ٹھوس، سیال یا گیس  
کی شکل میں ہو۔ کبھی ضائع نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں پوشیدہ تمام معدنی و دوسرے  
ذخائر کو کچھ اس ترکیب سے سمور رکھا ہے کہ یہ ہونے والی کائنات کی زندگی میں تمام واقع ہونے  
والی مخلوق کے گزر سیر اور افکار و خیالات و ایجادات کے تصرف تک کے لئے کافی ہوتا ہے

مگر بہر حال یہ تمام ترتیب اور ترکیب ایک عرصہ کے بعد کچھ ایسی تبدیلی اختیار کر لیتی ہے۔ کہ اس سے آگے اس پر موجود مخلوق کا گزیر مشکوک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کائنات کو ایک مقررہ مدت کے بعد ایک خصوصی عمل سے دوبارہ ترکیب کر لیا جاتا ہے اور اس بے پناہ قوت والے عمل کے بعد جسے کہ گزشتہ کائنات کے لئے قیامت کہا جاسکتا ہے۔ ایسے عمل ظہور میں آتے ہیں کہ تمام ضائع ہونے والی یا استعمال شدہ معدنی ذخائر جو مٹھوس سے مایہ یا مایہ سے گیس یا گیس سے مایہ یا مایہ سے مٹھوس بن چکے ہوتے ہیں۔ دوبارہ اپنی اصل حالت میں درست ہو کر زمین یا متعلقہ کرہ میں سمودیے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر آج کل کے سائنسدانوں کا زمین میں کئی ہزار فٹ کی گہرائیوں میں موجود یا سمندروں کی تہ میں معدنی ذخائر اور تیل کی دریافت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پچھلی کائنات میں موجود بڑے چھوٹے تمام جانداروں کے تلف ہونے کے بعد ان سے حاصل شدہ چکنائی مختلف طریقوں اور تبدیلی لانے والے قیامت کے عمل کے بعد پٹرولیم کے طور پر موجودہ دور کے انسان کو حاصل ہو رہی ہے۔ غلط نہ ہوگا۔

اسی طرح سے دھاتوں اور دوسرے اجزاء اور معدنیات کے استعمال کے بعد اگر گزشتہ دور یا موجودہ کائنات میں واقع کرہ ہوائی میں تحلیل شدہ گیس، کونکہ، ایندھن یا تیل، اسپرٹ اور دوسری ضروری اشیاء سے جو کہ زمین کے اندر سے انسان نے حاصل کر کے استعمال کر ڈالی ہیں یا اس نے ایک جگہ سے حاصل کر کے کہیں اور پہنچا دی ہیں یا ان سے مختلف اشیاء تیار کر ڈالی ہیں۔ اس دور کی قیامت کے بعد بالکل ضائع کر دی جائیں گی اور دوبارہ اپنی صحیح حالت میں بدل ڈالی جائیں گی جیسا کہ ایک نئی کائنات کے لئے ضروری ہوگا۔

## پانی اور زندگی

قرآن مجید اس دعویٰ کو مسترد کرتا ہے۔

### وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

الانبیاء ۳۰

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتُمْ أَنْتُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

(سورة هود - ۷)

ہم نے تمام قسم کی زندگی پانی ہی سے پیدا فرمائی۔ یعنی یہ بات پوری طرح سے واضح ہے کہ اس تمام کائنات میں صرف زمین ہی ایک ایسا کرہ ہے جس پر پانی موجود ہے اور اسی طرح سے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان سائنسدانوں یا ماہرین خلائی تحقیق کو کسی اور سیارہ یا ستارہ میں آباد ہونے کی تاقیامت جرات یا استطاعت ہونا مشکل ہے اور نہ ہی ان کو ان میں سے کہیں بھی پہلے سے زندگی وہاں موجود ملے گی۔ کیا

خوب کہا گیا ہے کہ :-

يَمْعَشُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْصَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ط لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۝ (سورة رحمن ۳۳)

اے فرشتے جنوں اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو۔ نہیں نکل سکنے کے بن سند۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ  
 اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ط مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ أَعْدِ إِذْنِهِ ط  
 ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ط أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○ (سورہ یونس ۳)  
 تمہارا رب اللہ ہے۔ جس نے بنائے آسمان اور زمین۔ چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا  
 کام کی۔ کوئی سفارش نہ کر سکے مگر جو پہلے اس کا حکم ہو۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا سو اس کو پوجو۔ کیا تم  
 دھیان نہیں کرتے۔

محوالہ سورہ حد آیت ۱۲ صفحہ ۷۳

کہ دنیاوی سمار کو چراغوں کی رونق اور تمہارے لئے حفاظت بنایا جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے  
 کہ آسمانوں میں سے انسان کی حفاظت کرنے والا طبقہ یعنی کرہ ہوائی بھی شامل ہے پس اس  
 تمام بیان سے تخلیق کائنات کی تشریح جھلک ظاہر ہے اور یہ بات بھی وثوق سے کہی جاسکتی  
 ہے کہ کائنات میں ایسی زندگی کہ جو مادہ اور پانی سے پیدا شدہ اجسام میں خلق کی گئی ہے یعنی مجسم  
 زندگی کہیں اور ملنا مشکل ہے کیونکہ تشریحی رو سے زمین جسے "الارض" کہا گیا صرف ایک  
 کائناتی مرکزی سیارہ ہے اور صرف اسی پر تخلیق کے دوران پانی کو قائم رکھا گیا اور ایام تخلیق  
 کے کل چھ ایام میں سے چار ایام کا محض زمین کو سنوارنے میں صرف کرنا بھی خالق کائنات  
 کے اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اگر اس کرہ ارضی پر چار ایام زندگی (جاندار اور  
 نباتات) کی ترتیب و تخلیق میں صرف کئے ہیں تو باقی ماندہ تمام کائناتی کرہ جات جن میں بعض  
 زمین (الارض) سے کسی گنا بڑے بھی ہیں۔ ان میں سے کسی امور پر زندگی پیدا کرنے کا اشارہ  
 یا دلالت نہیں دی اور نہ ہی اتنا تخلیقی وقت ہی ان پر صرف کیا۔



لہذا اگر سائنسدان ستارائی تخیل کو مد نظر رکھیں تو ان لاکھوں کروڑوں میل دور خلائی  
 سیاروں و ستاروں میں آباد ہونے کے خواب دیکھنے چھوڑ دیں کیونکہ انسانی زندگی کے ضروری  
 اجزاء پر پانی اور کربہ ہوائی کا وہاں ملنا ناممکن نظر آتا ہے بلکہ اپنی تمام تر توجہ ایسے آلات  
 یا روحانی تحقیق پر صرف کریں کہ وہ اپنے خالق و مالک کو تلاش کر کے اس پر اپنا ایمان  
 اور یقین ثابت کریں۔

---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقصد حیات

اے انسان! دنیا میں تجھے جنت سے لکوا کر تیرا دشمن شیطان یعنی تیرا نفس لے آیا ہے اور تو نے اللہ کی نافرمانی سے اپنے اور اللہ کے درمیان ایک ناراضگی کا پردہ حائل کر لیا ہے۔

لہذا اب تیری یہی آزمائش ہے کہ تو اپنے حقیقی خالق و مالک کو پردہ غیب میں ہی اپنے تصور میں رکھ کر اس کو خوش کرے تو بس اسی میں تیری نجات ہے ورنہ اس دنیا کی مختصر بے سکون و مصیبت زدہ زندگی سے بھی بدترین اور دردناک ایک دوسری زندگی کہ جس کی مصیبتیں اور عذاب لامتناہی ہو سکتے ہیں تجھے اپنی آغوش میں لینے کی منتظر ہے!

اے من موحی انسان! یاد رکھ اور دوبارہ سن لے، تجھے غیب پر ایمان رکھنے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے اس دنیا میں مختصر مہلت دی گئی ہے اور پھر سن لے کہ گواہی ایک روز اگرچہ تم غفلت میں ہی کیوں نہ ہوئے اور اللہ کو سامنے ظاہر پایا تو یہ مہلت اسی لمحہ ختم ہو جائے گی اور روز حساب شروع ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## صدائے قلب

اسے بندے! تیرے سیتے میں ایک تڑپتا ہوا دل تیری زندگی کی شمع تو روشن کہتے ہے۔ لیکن کیا اس کو تھڑے کے اندر جھانک کر کبھی تو نے اُس سے یہ پوچھا بھی ہے؟

”کہ اے ہر لمحہ تڑپتے والے! تیری یہ تڑپ آخر کس کی چاہت میں ہے اگر نہیں تو غور سے سنو!“

تمہارے جسم کے اس خاص ٹکڑے کا تعلق سیدھا لکھی القیوم سے ہے اور جس سرچشمہ زندگی سے یہ زندگی حاصل کر رہا ہے۔ اسی کے پاس واپس لوٹ جانے کے لئے بے چین ہے اور اسی کی جدائی میں تڑپ رہا ہے۔ یاد رکھاں کی ہر تڑپ بڑے بیدھے اور صاف الفاظ میں ”لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ“ پکار رہی ہے تو اب بتاؤ کہ اس زندگی کی شمع کی روشنی میں جو ہر لمحہ ہی ”لَبَّيْكَ“ کہہ رہی ہے۔ تیرے لئے اپنے رب کو ڈھونڈنا کیسے مشکل ہے؟

## عظیم رہبرِ عظیم

اے بندے! اے مومن! تجھے قرآن رہبری اور غور کرنے کے لیے دیا گیا  
 و لیکن تو رہبری تو درکنار اس کی آیات کے صحیح مطلب و مقصد کو بھی نہیں پاسکا!  
 آ۔۔ دیکھ کہ قرآن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ اُمّ الکتاب ہے۔ جس میں  
 کہا گیا ہے اور ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری کہ ہر چیز کا واضح مطلب بیان ہو  
 پس یہ مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت کا مژدہ ہے۔

وَيُرِيدُ أَنْ يَهْدِيَ بِهَا إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ (سورة سبأ - ۴)

اور دیکھ لیں جن کو ہلی ہے سمجھ کہ جو تجھ پر اترا تیرے رب سے، وہی ٹھیک ہے۔ اور سوچنا  
 ہے راہ اس زبردست خوبیوں والے کی۔

اور پھر کہا کہ ”اور ہم نے انسانیت کے لئے (سمجھنے کو) ہر طرح کی مثال قرآن  
 میں دی ہے اور جو تو ان نہ مانتے والوں پر کوئی آیت بھی سند کے طور پر لاوے  
 تو مکرر کہیں کہ تم جھوٹ بتاتے ہو۔“

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ  
 جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
 لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (سورة الرعد - ۳)

اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین، اور رکھے اس میں بوجھ اور نہریاں۔ اور ہر میوے کے رکھے  
 اس میں جوڑے دوہرے۔ ڈھانکتا ہے دن پر رات، اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو دھیان کرتے ہیں۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ (سورة شعراء ۲)  
 یہ آیتیں ہیں کھول سنا کتاب کی۔

اور تمہیں صاف صاف ہم نے ہر چیز مثال دے کر بتائی ہے تاکہ انہیں غور کرتے  
 کی ترغیب ہو۔

مختصر یہ کہ قرآن ہر لمحہ انسان کو غور کرنے اور مختلف مثالوں سے  
 اصلیت کو پانے کے بعد ایمان بالغیب پر اور مستحکم ہونے کی تلقین جا بجا کر چکا ہے  
 اور پھر قرآنی مثال کو حق بجانب اور صحیح خیال کرنا بھی ایمان ہی کی بہترین دلیل ہے  
 جیسے فرمایا

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا  
 يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ۝ (سورة عنكبوت ۲۹)

بلکہ یہ قرآنی آیات اُن لوگوں کے لئے جن کے سینے سمجھ اور علم دان ہیں ایک  
 واضح صاف اور اٹل حیثیت (حکم خداوندی) رکھتی ہیں اور (درحقیقت) ان سے

روگردانی کرتے والے تو صرف وہ ہی ہو سکتے ہیں جو (دیدہ و دانستہ) غلط روی کی طرف مائل ہوں۔ لہذا اگر اسے مومن تیرا یقین قرآن پر پختہ ہے اسے کلام اللہ اور احکام خداوندی کا ماخذ سمجھتا ہے اور تو یہ چاہتا ہے کہ اپنی بے چین روح کو تسکین اور نجات کی طرف لے جائے۔ تو تجھے یہ کتاب اللہ کی پہچان، ایمان بالغیب اعمال دنیا کی ضرورت اور کائنات کے نظام کے حقائق سے روشناس کرا سکتی ہے تاکہ تو اس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں بھی اللہ کے دین کو ناقص نہ تصور کرے۔ بلکہ یہ بات تیرے اندر رشح پس جائے کہ دنیا میں انسان اپنی انتہائی مادی و عقلی ترقی کے باوجود اپنے خالق حقیقی کے حضور بالکل حقیر ہی ہے اور اتنی بڑی ترقیات اور وسائل کائنات پر عبور حاصل کر لینے کے باوجود اسی خالق و مالک کے ہاں سے جزا و سزا کا مستوجب ہونے سے ہر لمحہ ہر آن اور قریب ہوتا جا رہا ہے۔

پس اے غافل انسان! اس عظیم ترین حاکم و مالک کے غضب و غضب کا شکار ہونے کی بجائے اس کی قربت اپنی اس عارضی زندگی میں حاصل کرنے کے لئے خود کو زیادہ سے زیادہ اسی کی تابعداری میں مصروف رکھ۔

اے بندے پھر تو یہ بات تو بخوبی جانتا ہے کہ اپنے مالک و خالق کو راضی کر لینے کے لئے تیرے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ، جرماتہ یا بوجھ بھی نہیں، بس یہ تیری اپنی ہی ہمت ہے کہ تو اپنے آقا کو کس حد تک خوش کر سکتا ہے! اور ہاں ذرا دھیان تو دو کہ اس چند روزہ عارضی دنیاوی زندگی کی آسائش اور زیادہ سے زیادہ آرام کے لئے تم کیا کچھ نہیں کر گزرتے؟ تو غور کرو! کہ اگر ابدی زندگی پر تیرا ایمان ہے تو ایسی لمبی زندگی کی آسودگی بھی ہر وقت تجھے اسے حاصل کرنے کی فکر میں رکھ سکتی

ہے۔ مگر یہ فکر نہ معلوم تم میں کیوں کم ہے؟

ذرا اپنے سینے میں اپنے دل کو ٹٹولو!

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان بالغیب اور سب سے بڑھ کر قرآن پر تمہارا یقین کچھ اس حد تک نہیں پہنچا کہ آخرت اور روزِ حساب یعنی اُس احکم الحاکمین کی عدالت کہ جہاں کسی کو دم مارنے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور جہاں کوئی سفارش یا روتا دھوتا کچھ کام نہ آئیگا اس کا نقشہ تمہاری آنکھوں کے آگے اس طرح سے نہیں گذرا کہ روزِ حساب کا نام آتے ہی تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور تمہاری راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں۔

بہر حال قرآن نے تمہیں غور و فکر کی دعوت دی ہے تو تم اپنا ایمان سنجتہ کرنے کے لئے، خدا اور نظامِ کائنات کو تشریحی زبان میں موجودہ دور کے انسان کی بڑی سے بڑی ترقی کو مد نظر رکھتے ہوئے دوبارہ پرکھ لو تاکہ تمہیں اللہ کے دین، قرآن، خدا، اسلام اور رسولِ مقبول محمد پر دل و جان سے یقین بندھ جائے اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت تک کی تمام انسانی ترقی خدا اور خدائی نظام کے سامنے ہیچ ہے۔



صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَىٰ

اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝ (سورہ شوریٰ ۵۳)

راہ اللہ کی جس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سنتا ہے۔ اللہ ہی تک پہنچنے کا ہے کاموں کی۔

## اشرف المخلوقات؟

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ (سورہ رحمن ۱۴)  
بنایا آدمی کھنکھاتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔

اے انسان! اے مٹی سے بنتے والے!

کیا کبھی تو نے اپنی حقیقت پر بھی غور کیا ہے؟ یوں تو چرند، پرند، درند اور نباتات بلکہ تمام حشرات الارض سبھی اسی مٹی سے پیدا ہوتے اور گذر بسر کر کے اسی میں مر کر شامل ہو جاتے ہیں اور ان میں سے کئی تجھ سے کہیں زیادہ طاقت ور و تتمند بھی ہیں۔ مگر اے مٹی کے پتلے! تجھے ان سب پر فوقیت و طاقت آخر کس نے عطا کی ہے؟

کیا یہ سب دوسرے مٹی سے پیدا ہونے والے بھی تجھ جیسے جاندار نہیں؟ کیا یہ بھی تمہاری طرح کھاتے پیتے اور بچے پیدا نہیں کرتے؟ مگر ان سب کو تیرے سامنے کس نے محکوم و مجبور کر دیا ہے کہ تو چاہے تو سب کو مارے، پیٹے۔ ان سے اپنے کام نکالے اور بعضوں کو اپنی خوراک تک بنالے، مگر یہ بلا چوں چراں سب کچھ تیری منشاء کے مطابق ہونے دیں۔

ہاں اگر تم ذرا سا بھی غور کرو گے تو تمہارا دل یہ ضرور گواہی دے گا کہ ان



سب کو اور خود تم کو بنانے والا ایک اور بس ایک ذاتِ واحد اللہ ہے۔  
 کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ اتنے لاتعداد دوسرے جانوروں اور نباتات  
 کو اس زمین پر تمہارے اور فقط تمہارے ہی بس میں کر دینے سے اُس ذاتِ پاک کی  
 بھی کچھ منتشر ہو سکتی ہے اور وہ تم سے کیا چاہتا ہے؟  
 تو سنو! تمہارا خدا کہ جس نے تم کو پیدا کرنے کے بعد خود کو احسن الخالقین کہا  
 ہے اپنی اتنی ڈھیر ساری مخلوق کو تمہارے تابع خود کر رہا ہے اور تم سے اس  
 دنیا کی زندگی میں جو کہ تمہارے لئے ایک خاص مدت کی مہلت سے زیادہ کچھ وقت  
 نہیں رکھتی۔ بس یہی چاہتا ہے کہ تم ایک تمام وسائل اور نعمتوں پر فوقیت عطا  
 ہونے کے بعد اُس اپنے خالق و مالک رب کی فرمانبرداری، اطاعت و  
 شکرگزاری اس بیکسوئی، رغبت اور لگاؤ سے بجالاؤ۔ کہ تمہارے اللہ کو تم پر  
 یقین آجائے کہ اب تم نے شیطانِ رجیم جو تمہارے نفس میں دخول کر کے  
 تمہیں احکامِ خداوندی سے بھٹکانے میں لگا رہتا ہے اُس پر پورا پورا غلبہ پالیا ہے اور  
 اپنے جدا مجد کی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف شیطان کی باتوں میں  
 کچھ رغبت نہیں رکھتے۔

لہذا اپنے ہر دنیاوی عمل و لین دین نیز تعلقات میں ہر وقت احکامِ خداوندی  
 کو مدنظر رکھو اور اپنے رب سے شیطانِ رجیم پر غلبہ حاصل ہونے کی دعا کر لیا کرو  
 کہ شاید وہ تمہیں اس لعین کی زد سے بچالے اور اپنی رحمت اور کرم میں لے جائے۔  
 جہاں تمہیں ابدی سکون و لطف و کرم حاصل ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حقیقتِ حال

پاک ہے وہ ذاتِ باری کہ جس نے اس نظامِ کائنات میں زمین کو زندگی کی چہل پہل اور رونق سے سجا دیا اور جب اس پر ہر طرح کے جاندار و نباتات چل نکلے تو ان میں انسان کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ جس کا خمیر اسی زمینی مٹی سے حاصل کر کے اس میں عقل و شعور داخل کرنے کے لئے اپنی روح پاک سے امتیاز بخشا۔

پھر چاہا رب تمہارے نے کہ انسان مع اپنی زوجہ کے جنت میں رسائی رکھے کہ جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین پر ہے۔ اس مقصد کے لئے تیرے

فَاِذَا سَرَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ (حجر ۲۹)

پھر جب ٹھیک کر دوں اس کو اور پھر تم کو اس میں اپنی جان سے تو گر پڑو اس کے سجدے میں۔

رب نے فرشتوں کو انسان کے تابع کر دیا تاکہ وہ اُسے جنت میں لئے پھریں انسان کو اللہ کی طرف سے فرشتوں پر فوقیت دے دی گئی۔ مگر خود نفسِ انسان اپنے دشمن شیطان کی زد سے نہیں بچ سکا اور بہک کر انسان جس

کو جنت میں ہر جگہ سے کھانے کی آزادی تھی۔ اسی شجر ممنوعہ کی طرف لپکا۔ جس کے نزدیک بھی جانے سے اس کے خالق و مالک خدا نے منع فرمایا ہوا تھا۔ پس انسان خود اپنا دشمن ہوا اور خدا کی ناراضگی کا شکار۔ چنانچہ اس وسیع و عریض جنت میں رسائی سے محروم ہو گیا اور اب اس سے وہ قوتِ خاص سلب کر لی گئی۔ کہ جس سے یہ جنت میں عمل دخل رکھے۔

اسے انسان یہ یاد رکھ کہ تو نے اپنے اللہ اور معبود کی حکم عدولی میں اپنے دشمن شیطان پر بھروسہ کیا۔ لہذا تمہیں زمین میں مقید رکھ کر اسی شیطان سے خود کو ایک مقررہ وقت تک بچائے رکھنے اور اپنے رب کی تلاش و اطاعت پر مہمور کیا جاتا ہے اور گو کہ دنیا میں بھیننے سے پہلے اسے نسلِ آدم

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ  
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ أَن تَقُولُوا يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۗ

(سورہ اعراف ۱۴۲)

اور جس وقت نکالی تیرے رب نے آدم کے پیٹوں سے اُن کی پیٹھ میں سے اُن کی اولاد اور اقرار کر دیا ان سے ان کی جان پر کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا، بولے البتہ ہم قائل ہیں۔ کبھی کہو قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی۔

تم تمام سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا اقرار لے لیا ہوا ہے۔ مگر یاد رکھو! کہ تمہارا رب تو پھر بھی تم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا اور تمہیں وقتاً فوقتاً اپنی طرف سے راہِ راست اور ایمانِ بالغیب کی تلقین کر دی جاتی رہی ہے تاکہ تم خدا کی زمین میں شر و فساد برپا کر کے برائیوں کے پھیلانے کا سبب نہ بنو،

کہ جس سے اپنے مالک خدا اور روزِ جزا کے مختارِ کل کی مزید ناراضگی کے باعث مستقل طور پر مصیبت و یاس کی دوزخِ زندگی کے سزاوار بن جاؤ۔ بلکہ اس عارضی زندگی میں اپنے کئے پر پشیمان ہو کر متواتر شب و روز کی اطاعت اور سجدہ ریزی سے اپنے پھٹنے ہوئے مقام کو اپنے اللہ سے زیادہ سے زیادہ قربت میں حاصل کرنے کی پوری دلی و تندہی سے کوشش کرو۔

مگر انسان! اے انسان! تو سخت گھاٹے میں مبتلا ہے کہ اللہ کی طرف سے مکمل ضابطہ حیات مل جانے کی بعد بھی اس کی طرف پورے دھیان سے رجوع نہیں ہوا۔ کیا اے مسلمان! فتورن کی ہر آیت تمہیں غور و فکر کرنے کی دعوت نہیں دیتی؟ تیرے اندر اگر ایمان مکمل اور روزِ آخرت اور ابدی زندگی پر پورا بھروسہ موجود ہے تو تو اس بام نہاد ترقی یافتہ دور میں راندہ درگاہ اقوام یہود و نصاریٰ اور دوسرے بے دین گروہوں سے اس قدر کیوں متاثر ہے؟

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تیرا یقین اپنے خدا کہ جس نے یہ کائنات پیدا کی تمہیں زمین میں نائب مقرر کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے اور پھر دوسری زندگی میں تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے، پر کم ہونے لگا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مادی و دنیاوی علوم کے سہارے ترقی کر کے وہی یہود و نصاریٰ اور بے دین اقوام تجھ کو ختم کرنے کی سعی میں ہیں۔

کیا اب بھی تو اپنے قرآن میں دھیان نہیں دیتا کہ جو تمہیں روحانی سائنس عطا کرے۔ ذرا غور سے سنو اور سمجھو تمہارا بھروسہ اللہ پر ہی ہونا چاہیے۔ وہی خدا جو الحی القیوم ہے جو نور علی نور ہے۔ جس کے دم قدم سے یہ کائنات قائم و دائم

ہے۔ آؤ اگر غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے نور کی ہی مسترانی مثال تمام مسائل حل کر دیتی ہے اور اس سے اللہ پر تمہارا ایمان کیسے سچتہ ہو جائے گا اور یہ تمہارا ایمان پر یقین محکم ہی ہے جو تمہیں اپنے مالک و خالق کی قربت دوبارہ عطا کروا سکتا ہے۔ لہذا صبر و استقامت سے صبح و شام مقررہ اوقات میں اور اپنے فرصت و تنہائی کے لمحات میں اپنے رب کے آگے سر بسجود ہو کر اپنے گناہوں کی معافی کے طلبگار رہو۔

اے جماعتِ مومنین! تمہیں اپنے رب پر پورا بھروسہ اور امید رکھنی چاہیے۔ تمہارا رب تو بڑا غفور الرحیم ہے اور نیکو کاروں کو بڑھ چڑھ کر درجات دینے میں فراخی اور بے پناہ فیاضی رکھتا ہے۔

اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ کہادت اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ۔ چراغ دھرا ایک شیشے میں۔ شیشہ جیسے ایک تارا ہے جھمکتا۔ تیل جلتا ہے اس میں ایک درخت کبرت کے سے وہ زیتون ہے۔ نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف، لگتا ہے اس کا تیل کہ سنگ اٹھے ابھی نہ لگی ہو اس کو آگ۔ روشنی پر روشنی۔ اللہ راہ دیتا ہے۔ اپنی روشنی کی جس کو چاہے۔ اور بتاتا ہے اللہ کہاتیں لوگوں کو اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

بلکہ یہ قرآن آیتیں ہیں صاف، سینے میں اُن کے جن کو ملی ہے سمجھ، اور منکرین ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔

## نوری نظام کائنات

اے جماعتِ مومنین!

کہدو اُن تمام اللہ کے بندوں کو جو اللہ کی ذاتِ پاک کے متعلق کسی گہری سوچ میں غرق رہتے ہیں کہ وہ کیونکر خدائے پاک کے اسماء الحسنیٰ کو سمجھ سکتے ہیں یا اوروں کو بتائیں کہ تم میں سے کوئی انسان بھی ایسا نہ رہے کہ وہ اپنے رب کو پہچاننے میں قیاس آرائی اور کسی قسم کے شک میں مبتلا ہو کہ جس طرح پہلی امتوں نے اسلام سے قبل اپنی غلط روش اور کم علمی سے تصور کیا۔ تاکہ ہر انسان کے ذہن میں یہ بات واضح ہو جائے کہ نہیں کوئی دوسرا معبود سوائے اللہ کے اور وہی ہے پرستش کے لائق اور اسی کے خوش ہونے میں انسان کی نجات اور مغفرت ہے۔ وہ اکیلا ہی کائنات کی ہر چیز بلکہ ذرہ ذرہ پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ساری کائنات اُسی کی تخلیق ہے اور وہ ازل سے سیاہ و سفید کا مالک ہے اور ابداً لایا ذمک قائم و دائم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے کہ اُس کی وسیع و عریض سلطنت میں کسی کو اُس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ کرتا ہے انتظام کائنات

اپنی خالص حکمتِ عملی سے وہ پاک ہے اور ٹھیک ٹھیک تدبیر سے بخوبی واقف ہے۔  
 بس اُسے اپنے ساتھ کسی معاون یا مشیر کی ضرورت ہرگز نہیں۔ وہ ہی سب  
 جانداروں کی زندگی کا منبع ہے۔ اسی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور سنبھالا دیے  
 ہے اور وہی ہے کہ جو مارنے کے بعد دوبارہ زندگی دے گا۔ وہ قائم و دائم ہے  
 لہذا پاک ہے وہ اس گمان سے کہ اپنا وارث رکھے یا آل و اولاد کا سہارا لے اُس  
 کی مثال ایک عظیم نور ہے۔ نور آسمانوں اور زمین کا، جس کی مثال ایسی ہے، کہ

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط  
 الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ط الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ  
 مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَا يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ  
 تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُورُهُ عَلَى نُورٍ ط يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ط وَيَضْرِبُ  
 اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (سورہ نور ۳۵)

اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ کہادت اُس کی روشنی کی۔ جیسے ایک طاق اس میں ایک  
 چراغ۔ چراغ دھرا ایک شیشے میں۔ شیشہ جیسے ایک تارا ہے جھلکتا۔ تیل جلتا اس میں ایک درخت برکت کے سے  
 وہ زیتون ہے۔ نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف، لگتا ہے اُس کا تیل کہ سلگ اُٹھے ابھی نہ لگی  
 ہو اس کو آگ، روشنی پر روشنی، اللہ راہ دیتا ہے۔ اپنی روشنی کی جس کو چاہے اور بتاتا ہے اللہ نماوتیں لوگوں  
 کو اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، یہ چراغ رکھا ہو ایک شیشہ میں، شیشہ جیسے

کہ ہو ایک تار اچھکدار، تیل جلتا ہے اس میں ایک درخت برکت کے سے جڑیوں ہے۔ اس کا مشرق و مغرب ناپید ہے۔ ایسے معلوم دیتا ہے کہ اس کا تیل بغیر آگ کے ہی سلگ رہا ہے مگر بس وہ تو نور ہی نور ہے۔ اپنے نور سے نوازتا ہے اللہ کہ جس کو پسند کرے اور کیسی مثال دی ہے اللہ نے لوگوں کے لئے اور اللہ ہی تو ہے جسے ہر چیز کی ادینچ پینچ اچھی طرح سے عیاں ہے۔  
پس اے مومنین!

اب ذات باری تعالیٰ کو سمجھ لینا مشکل نہیں ہوتا چاہیے۔ نورِ خدایوں مترکز ہے کہ وہاں مشرق و مغرب کا گمان ختم ہو جاتا ہے۔ اسی مقام سے اللہ تعالیٰ کل کائنات کو اپنی کرسی دسترس میں سینھالا دیے ہیں اور کائنات کی شیرازہ بندی اپنے عمل و تدبیر خاص سے قائم رکھے ہیں۔ اس شیرازہ بندی میں ذرا سی غفلت یا اونگھ بھی نظام کائنات کو درہم برہم کر دینے کے لئے کافی ہے۔ بس زمین و آسمان کے تمام نظام کو اللہ ہی تھا مے ہے ورنہ یہ لڑھک جائے اور اس نظام کو تھا منے والا کوئی نہ ہو۔

إِنَّ اللَّهَ يُمِصُّكَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْ تَزُولَا ۗ وَلَئِن زَالَتَا  
إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝  
فاطر سورہ (۲۱)  
تحقیق اللہ تھا مے ہے۔ آسمانوں کو اور زمین کو اور ٹل نہ جاویں۔ اور اگر ٹل جاویں، تو کوئی نہ  
تھا مے کے ان کو اس کے سوا، وہ ہے تحمل والا بخشتا۔

اے انسان تو چاہتا ہے کہ اللہ کا نور یا نوری مخلوق تجھے دکھائی دے  
مگر غور سے سن! کہ اس طرح سے تیرا ایمان بالغیب ناقص ہو جانے کے ساتھ



تیری دنیاوی زندگی بے مقصد تھی اور پھر نورِ خداوندی کو دیکھنا تمہارے مادی جسم کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ خود تیرے جسم کے آر پار کیا تمام کائنات میں موجود ہر جگہ اور ہر مقام میں سے گزر رہا ہے اور کائنات کو متوازن رکھے ہے۔ ذرا قرآنی آیات میں دھیان تو کرو، بیان ہو چکا ہے ”اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو“ اور اس کا ہر چیز سے آگاہ ہوتا، آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کرنے سے نہیں۔ بلکہ اس کی پاک نوری صفت لطیف سے ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (سورۃ انفام ۱۰۴)

اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں، اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو، اور وہ بھید جانتا ہے خبردار۔

اور ایک عامی انسان کا خدائے پاک کو دیکھنا تو درکنار، خدائے پاک کے تمام مقبول ترین بندوں کو جن میں پیغمبروں تک شامل ہیں بلکہ خود مقبول ترین ہستی محمدؐ تک کو مخاطب کر کے فرما دیا گیا۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ  
 أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذَانِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ○ (شوریٰ ۵۱)  
 اور کسی آدمی کی حد نہیں کہ اس کی باتیں کرے اللہ اگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے اس کے حکم سے جو چاہے اور وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا۔

”اے پیغمبر تو یا تجھ سے قبل آنے والے رسولوں کو بھی یہ طاقتِ بصارت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ کر ہم کلام ہوں (کیوں کہ یہ انسانی فطرت ہی سے باہر رکھا گیا ہے کہ وہ اس زندگی میں یہ مقام حاصل کر سکے) لہذا تجھ کو بھی بذریعہ وحی حقیقت اور ہدایت سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ورنہ تو قبل ازیں بے خبروں ہی میں تھا۔“

تو اے بندگانِ خدا!

یہ بات اب تمہاری سمجھ سے بالاتر نہیں ہو سکتی کہ ایک نورِ خدا کی صفتِ لطیف سے ہی سب حقیقت آشکارا ہے کہ یہ بہر حال انسان کی نظر سے انتہائی صاف و شفاف کیفیت ہے۔ پس اے انسان خود کو آتنا پاک و شفاف کر کہ تو اپنے رب کو پا سکے۔

اب اے ترقی یافتہ دور کے انسان! اپنے رب کا یہ اعلانِ ستوا اور غور کرو کہ اللہ نور ہے۔ آسمانوں اور زمین کا۔ یعنی اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ہر ذرہ ذرہ میں نور کی وجہ سے، اور اسی ہر جگہ خدا کے موجود ہونے کے متعلق ہی فرمایا۔

خدا ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب، سو جس طرف بھی تم دھیان دو، وہاں ہی اللہ متوجہ ہے۔ اور تحقیق وہ تو اتنا باخبر ہے کہ اُس کے دائرہ عمل میں ہر جگہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ غفور الرحیم کہ جس نے یہ تمام کائنات پیدا فرمائی ہے اور اس کو قائم رکھنے کی ذمہ داری لی ہے۔ اس کائنات میں ہر جگہ اس کو سہارا دینے اور اس کے ایک ایک ذرہ کو زندگی سے ہمکنار رکھنے کے لئے ہر جگہ اپنے نوری اثر سے موجود ہے اور بلا شرکت غیرے اسی لئے ہر چیز کی حرکات و سکنات پر قادر ہے

وَاللَّهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ قَ فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِثَمَّ وَجْهَ اللَّهِ ط إِنَّا  
اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ (سورہ بقرہ ۱۱۵)

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب۔ سو جس طرف کو منہ کرو وہاں ہی ہے متوجہ اللہ، برحق اللہ گنجائش والا ہے سب خبر رکھتا ہے۔

اب قرآن ہی کی آیات پر دوبارہ غور کرنے سے یہ بات ہر اُس انسان پر واضح ہو جاتی ہے جو خود کو بہت عقلمند اور ترقی یافتہ تصور کر سکتا ہے کہ خدائے قدوس خود نوری نظام کائنات کے منبع ہیں، اور خود ہی سب

کائنات کو ترتیب دے کر اس نظام کو ایک مرکزی حیثیت سے بڑی خوش اسلوبی اور احسن ترین طریقہ سے چلا رہے ہیں اور مرکزِ ربوبیت اپنے عرشِ معلیٰ پر متمکن کائنات میں اپنے نوری اثرات سے اس خوش اسلوبی و عظیم ترین مہارت سے کائناتی نظام کو رواں دواں رکھے ہیں۔ کہ اس کائنات کا شیرازہ بکھرنے نہیں پاتا، جو کہ محض نوری کشش ہی کی بدولت ہے۔ ورنہ یہ بڑے بڑے سیارے اپنے محور کھو بیٹھیں اور سب آپس ہی میں ٹکرا کر اس کائنات کی تباہی بن جائیں لہذا قرآن ہی اس تمام کھیل کی کیا پیاری تشریح فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُمِصُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۖ وَلَئِن زَالَتَا  
 إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بَعْدَهُ ۚ ط إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝ (فاطر ۴۱)

تحقیق اللہ تمام رہا ہے۔ آسمانوں کو اور زمین کو اور مل نہ جاویں۔ اور اگر مل جاویں، تو کوئی نہ تمام  
 کے ان کو اس کے ہوا، وہ ہنہ تحمل والا بنشتا۔

اور اے انسان اس سب بات کی صحیح سمجھ بوجھ تجھے اسمِ عظیم یعنی قرآن کی  
 مندرجہ ذیل آیات سے ہی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ کیا خوب تشریح کر دی گئی

ہے کہ اللہ ہی تمام کائنات کے بنتے، چلانے اور اس میں زندگی کے قائم رکھنے کا منبع ہے۔ پس یہ نوری مرکز جو رب کہلاتے کا مستحق ہے، فرماتا ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط  
 الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ط الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ  
 مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَا يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيئُ  
 وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُورٌ عَلَى نُورٍ ط يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ط  
 وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۴

(سورہ نور ۳۵)

اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ کما دت اس کی روشنی کی۔ جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ۔ چراغ دھرا ایک شیشے میں۔ شیشہ جیسے ایک تارا ہے جھمکتا۔ تیل جلتا ہے اس میں ایک رخت برکت کے وہ زیتون ہے۔ نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف، لگتا ہے اُس کا تیل کہ سلگ اٹھے ابھی نہ لگی ہو اس کو آگ، روشنی پر روشنی، اللہ راہ دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے اور بتاتا ہے اللہ کہاوتیں لوگوں کو اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

(ترجمہ سورہ بقرہ آیت ۲۵۴، آیت الکرسی)

اللہ تو وہی ہو سکتا ہے کہ جس سے کل کائنات کی زندگی ظہور پا رہی ہے (وہ چونکہ کل کائنات کو سنبھالا دیے ہے اور ہر زندگی کا منبع ہے لہذا) وہ غفلت، اونگھ یا سونے کی حاجت ہی سے بالاتر ہے۔ زمین و آسمان اور

ان میں جو کچھ بھی ہے۔ سب اسی کے مرہونِ منت ہیں۔ اُس کی قوتِ پہنچ میں تمام آسمانوں اور زمین کا ذرہ ذرہ ہے اور وہ اس نظام کو قائم رکھنے کے ساتھ اس کام سے اکتاہٹ یا تھکن محسوس نہیں کرتا اور یہ اس لئے کہ یہ سب کچھ اُس ذاتِ پاک کے لئے ہیج ہے اور ان سب سے وہ بہت بلند اور صاحبِ طاقت و عظمت ہے۔ نیز انسان کو معلوم ہوتا چاہیے کہ خواہ وہ خود کو کتنا بھی دانا اور دور اندیش اور صاحبِ علم سمجھنے لگے مگر پھر بھی یہ کچھ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے قبضہ اور پہنچ میں نہیں لاسکتا۔

اے خدا کے بندو!

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مثال اور مسئلہ نور سے آگاہ کر دیا ہے۔ یعنی گو تمہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں بھی دی گئی ہیں۔ مگر تم اپنے کئے اور نافرمانی کے لئے امتحان میں پڑ چکے ہو، اور تمہاری باطن کی آنکھ تم سے چھین لی گئی ہے لہذا تم ایک گہرے اندھیرے میں چلے گئے ہو۔ اب اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو تمہیں سمجھ آجانی چاہیے کہ باطنی آنکھ نہ رکھنے کی وجہ صرف تمہاری ہی لغزش ہے۔ پس تم خود کو اتنا پاک و مقبول بنا لو جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے سے ہی میسر ہو سکتا ہے کہ دوبارہ تم پر اندھیرے سے اُجالا آجائے اور اپنی باطنی قوتِ بصیرت اللہ سے واپس لے سکو، جس سے کہ تم اپنے رب اور خدا کو دیکھ سکو۔

اے بندو! خوب غور سے سن لو!

کہ تمہارا پروردگار تم میں سے اپنے مقبول بندوں کو پوری آزمائش سے

پھانٹ لینا چاہتا ہے۔ لہذا جہاں تمہاری پوری صلاحیت اور عقل تمہارے بس میں دے دی گئی ہے۔ وہاں تمہارے دشمن شیطان کو بھی تمہیں بہکانے کی آزادی دی گئی ہے اور اب یہی دیکھنا ہے کہ تم میں سے کون بے راہ روی اور شیطانیت کو اپناتا ہے اور کون اس سے منکر ہو کر اپنے رب سے کئے گئے وعدہ کے مطابق اس باطنی قوت سے محروم دنیا میں بھی جہاں نور بصیرت تم سے چھین لیا گیا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ  
مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ ۝ (سورہ حدید ۲۸)

اے ایمان والو۔ ڈرتے رہو اللہ سے۔ اور یقین لاؤ اس کے رسول پر، دیوے تم کو دو ہراجر اپنی مہر سے، اور رکھ دے تم میں روشنی جس کو لیے پھرد، اور تم کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا ہے۔

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ آبَعِضٍ م يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ  
إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (توبہ، ۶۷)

منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے۔ بکھادیں بات بُری۔ اور چھڑادیں بھلی سے اور بند رکھیں اپنی مٹھی۔ بھول گئے اللہ کو۔ سودہ بھول گیا ان کو تحقیق منافق وہی ہیں۔ بے حکم۔

اپنے اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے شیطان اور اس کی رنگ رلیوں سے بے پروا ہو کر پورے صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب اور اللہ سے کو

لگائے رکھتا ہے تاکہ مقررہ آزمائش کی گھڑی ختم ہونے پر اللہ تمہیں دوبارہ باطنی قوت عطا کر دے اور تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھیرے سے اجالے میں آ جاؤ وگرنہ جو شیطان کی پیروی میں رہا۔ وہ سراسر باطنی اجالا سے محروم اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے دوست شیطان کے ساتھ ان ہی مصیبت دیا س کے گڑھوں میں پڑا رہے گا۔

اے جماعتِ مومنین!

تمہیں بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ قرآن جو تمہارے لئے تاقیامت ہدایت و رہبری کا ضامن ہے کی آیات پر اگر پورے خلوص اور دیانت داری سے غور کرو اور اگر تمہارا ایمان اپنے اللہ پر بالغیب پختہ ہے تو تم اللہ کو اس دنیا میں خوب اچھی طرح سے پہچان سکتے ہو، اور پھر جب تمہارا اس بات پر یقین محکم ہو جائے کہ تمہارا رب گو تمہیں باطنی آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا مگر تمہاری ہر حرکات و سکنات پوری طرح سے دیکھ رہا ہے بلکہ تمہاری تمام سرگزشت کو محفوظ بھی کئے جاتا ہے تو پھر اپنی اس مختصر دنیاوی زندگی میں احکامِ خداوندی سے بغاوت تمہارے لئے ممکن نہیں اور بس یہ صرف ایک اللہ پر یقین ہونے کا راز ہی تمہیں قناعت اور پیہم صبر کی طرف راغب کر کے اللہ کی بندگی اور متواتر سجدہ ریزی پر لے آئے گا۔ جس سے تمہیں تمہاری قوتِ خاص اور نورانی بصیرت واپس مل سکتی ہے۔ پس دن رات صبر کا دامن نہ چھوڑو اور اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے سجدہ میں رہا کرو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## خلافیت انسان کا اعلان

اے اللہ کے نیک بندو!

کیا اب بھی تم کو معلوم نہیں کہ شیطان تمہارا ازل سے ابد تک صریحاً دشمن ہے۔ کیا قرآن نے یہ بات واضح نہیں کر دی؟  
کہ تحقیق انسان کو پیدا کرنے سے قبل اللہ نے شیطان یعنی ابلیس کی پیدائش کی تھی۔ تمہارے رب نے ابلیس کو تاری شعلہ سے جہنم دیا۔ جو کہ کائنات میں موجود ہے۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ○ (سورہ حجر ۲۷)

اور جان (جنوں کو) بنایا ہم نے اس سے پہلے نر کی آگ سے۔

مگر جب اللہ نے چاہا کہ زمین میں اپنا نائب مقرر کرے اور اللہ نے زمین

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ

مَسْنُونٍ ○ (سورہ محمد ۲۸)

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر۔ کھنکھاتے گارے سے۔

میں اپنا نائب اسی مٹی سے ہی تخلیق کرنے کے بعد اس میں اپنی روح خاص پھونک دی۔ یعنی اُسے ظاہری اور باطنی روشنی و قوت عطا کر دی، اور رب تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نائب کو کائنات یعنی جنت میں لیے جیل و حجت دسترس بخش دے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت کائنات میں مسترر قرائن والی مخلوق یعنی فرشتوں اور ابلیس کو انسان کی تابعداری کے لئے حکم دیا تو فرشتوں یعنی اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق نے اس حکم پر سر تسلیم خم کر دیا

کیونکہ خود انسان کو مرتبہ خلافت اللہ کی روح خاص رکھنے سے مل چکا تھا۔ جو کہ ایک باطنی قوت محض نور خدا سے ہی حاصل ہے۔ مگر ابلیس جو کہ انسان کو اس عظیم مرتبہ ملنے کی خلش میں تھا۔ اُس نے انسان کی تابعداری سے انکار اور

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبْ

وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (سورہ بقرہ ۲۳)

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدو کہو آدم کو تو سجدہ کر پڑے۔ مگر ابلیس نے قبول نہ رکھا

اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں کا۔

إِلَّا ابْلِيسَ ۝ أَبِي أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّجِدِينَ ۝ قَالَ يَا ابْلِيسُ مَا لَكَ إِلَّا  
تَكُونَ مَعَ السَّجِدِينَ ۝ قَالَ لَمَّا كُنْتُ لَأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ  
مِنْ حَمِيمٍ مَسْنُونٍ ۝ قَالَ فَأَخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ  
عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْفِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ  
قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا  
أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا  
عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ (حجرات: ۱۶-۲۱)

مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے۔ بلائیں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو۔ کہ  
تُو نے بنایا کھنکھاتے سے گارے سے۔ فرمایا تو تو رکھ لیاں سے۔ تجھ پر پھینک مار ہے۔ اور تجھ پر پھینکا ہے۔  
انصاف کے دن تک۔ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے۔ اس دن تک کہ مردے جیویں۔ فرمایا تجھ کو ڈھیل  
دی ہے۔ اس ٹھہرے وقت کے دن تک بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھویا میں ان کو بہا میں رکھاؤں  
گا۔ زمین میں اور راہ سے کھوؤں گا۔ ان سب کو مگر جو تیرے پنے بندے ہیں۔ فرمایا یہ راہ ہے۔ مجھ تک یہ جی۔  
بے زاری ظاہر کی۔ ابلیس کہ جو نور کی بجائے نار سے متعلق تھا اسکو غضبِ خدا  
نے آیا۔ مگر اُس نے اپنے رب سے مہلت لی اور بتایا کہ اے پروردگار یہ انسان  
جو گلی سڑی مٹی کے خمیر سے اٹھایا گیا ہے وہ بھی میرے بھٹکنے کی طرح باوجود روحِ خالص  
حاصل ہونے کے بے راہروی اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو  
سکتا ہے۔ چنانچہ اگر آپ انسان کو اتنا ہی مقبول اور فرمانبردار خیال کرتے ہیں۔  
تو مجھے موقع دیں۔ میں اسی انسان کو آپ کے احکام کی خلاف ورزی کا  
مرتکب بنا سکتا ہوں۔

پس تمہارے رب نے شیطان کو اپنی مشیت کے مطابق مہلت دی اور  
انسان کے جدا مجد آدم کو مع اُس کی زوجہ کے جنت میں مقیم کر دیا۔ اُس وقت

آدم کو قوتِ خاص عطا ہونے سے کائناتِ جنت میں جہاں جی چاہے دسترس حاصل تھی

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كَلَامِنَا رَغَدًا حَيْثُ  
شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○ (بقرہ ۳۵)

اور کہا ہم نے اے آدم! بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو  
اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے، پھر تم بے انصاف ہو گے۔

اور اس کے تمام فوائد حاصل تھے جب کہ شیطانِ رجیم پر خاص خاص مقامات پر گزرنے  
کو پہلے ہی سے منع اور اس کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا تھا۔

اور اسی میں تیرے رب کی مصلحت تھی۔ تاکہ تیری مخلوق نورِ خداوندی سے  
اوپ کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقررہ حدود کو نہ پھاند سکے۔ بلکہ نار سے پیدا شدہ مخلوق  
کی استطاعت ہی سے یہ بعید رکھا گیا کہ وہ اللہ کی کائناتِ جنت میں خدائے قدوس  
کے نزدیک بھی پھٹک سکے جس میں مرکزِ ربوبیت کا درختِ خاص بہرِ جمال شامل تھا۔

دوسری طرف احسن الخالقین تیرے رب نے یہ چاہا کہ انسان جو کہ اللہ تعالیٰ  
کی روحِ خاص سے خلق ہونے کے بعد اللہ کے نائب یعنی خلیفہ ہوتے کا مشرف  
حاصل کر چکا تھا۔ اسی جنتی کائنات میں اپنی مرضی سے ہر طرح کا فائدہ حاصل کر سکے  
اور بغیر کسی رکاوٹ کے ہر جگہ اپنا عمل دخل رکھے۔ مگر شیطان کے چیلنج کے بعد  
اللہ نے محض آزمائش اور انسان کے صبر و استقامت کا امتحان لینا چاہا تو اُس  
کے سب حقوق بحال رکھتے ہوئے آدم کو محض مرکزِ ربوبیت کے درخت سے  
جس کی مثال قرآن نے دے دی ہے، اُس کے نزدیک جانے سے منع فرمایا  
اور صاف فرما دیا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو ظالم شمار ہو گے اور اپنے رب اور

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ (سورہ رحمن ۱۵)  
اور بنایا جان کو آگ کی ڈیگ سے۔

مالک کی تاراہنگی مول لوگے۔

مگر افسوس ہے کہ اے بنی آدم تم سب گھاٹے کی طرف مائل رہتے ہو چنانچہ آدم نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور ابلیس لعین کے جھانسے میں آگیا کہ جو خود تو اس مرکزِ بوبیت کے شجر کے نزدیک تک جانے کی استطاعت سے محروم رکھا گیا تھا اس نے آدم کو اپنے رب کی مصلحت کے خلاف ممتوعہ شجر کی طرف جانے پر آمادہ کیا۔

فَاذْلَمَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنَّا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانُوا فِيهِ ۖ وَسَوَّلْنَا  
اهْبَاطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝  
(سورہ بقرہ ۳۶)

پھر دکھایا ان کو شیطان نے اس سے۔ پھر نکالا ان کو وہاں سے جس آرام میں تھے۔ اور کہا ہم نے تم سب اتر دو۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک۔ اللہ کو آدم کی یہ بات ناپسند معلوم ہوئی۔ اب آدم کی بے صبری اور حکمِ عدویٰ نے اسے اللہ کی طرف سے عطا کردہ روحانی قوتِ باطن سے محروم کر دیا۔ پس آدم

قُلْنَا اهْبَاطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَمَا يَأْتِيَكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعْ  
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (سورہ بقرہ ۳۸)

ہم نے کہا اتر دیاں سے سارے پھر کبھی پہنچے تم کو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہوگا ان کو اور نہ ان کو غم۔

(سورہ طہ ۱۲۳)

فرمایا اترو یہاں سے دونوں لکٹھے رہو۔ ایک دوسرے کے دشمن۔ پھر کبھی پہنچے تم کو میری نظر سے راہ کی خبر۔ پھر جو چلا میری بتائی راہ پر۔ نہ وہ بکے گا۔ نہ وہ ٹکھٹ میں پڑے گا۔

کو شیطان کی معیت میں زمین میں مقید کر دیا گیا اور فرما دیا کہ چونکہ تم نے ایک راندہ درگاہ کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا اب ایک خاص مدت تک کے لئے تم اسی اپنے دشمن کے ہاتھ گزر بسر کرو اور اپنی اصلاح ایسے طریقہ سے کرو کہ دنیا میں تمہیں یہ لاکھ سبز باغ دکھائے تم خود کو متواتر صابر اور اپنے خالق کا اطاعت گزار ثابت کرتے رہو تاکہ تمہارے رب کو یقین ہو جائے کہ تم نے مستقل طور پر خود کو اتنا پختہ کار اور بلند اطاعت گزار کر لیا ہے کہ تم اللہ کے نائب ہونے کے قابل ہو گئے ہو۔

اور دیکھو کہ تمہارا اللہ تو پھر بھی اتنا غفور الرحیم ہے کہ دنیا میں بھی تمہاری رہبری اپنے فرستادہ رسولوں اور خاص بندوں سے کرتا رہا ہے۔ تاکہ وقتاً فوقتاً تمہیں ہدایت اور فلاح کی طرف راغب رکھے۔ پس یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں قوت باطن لوٹانے میں امداد اور فیاضی ہے۔ اگر تم اب بھی سمجھا رہے ہو کہ تمہیں تو تم سب خود پر ہی ظلم کر رہے ہو۔ کیونکہ جس نے بھی تم میں سے اپنی دنیاوی زندگی میں ناری مخلوق سے لگاؤ رکھا اور اپنی زندگی شیاطین کے طور طریقہ سے گزر بسر کی اور اپنے اللہ جو مرکز نور ہیں سے رشتہ جوڑنے کی کوشش نہ کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناری اثرات میں گھر کر رہ جائے گا۔ کیونکہ نورانی قوت تو اسی کو

فَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

(سورۃ بقرہ ۳۷)

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں۔ پھر متوجہ ہوا اس پر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

عطا ہو سکتی ہے۔ جو توراتی کشتش کی طرف آنے کے لئے پیہم محنت سے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں دن رات لگا رہے۔

تو اسے اللہ کے بندو!

اللہ نے تمہیں تمہاری تخلیقی زندگی اور اس دنیا کی عارضی زندگی کی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ پس اگر تمہارا اس بات پر ایمان ہے کہ تمہیں واپس اپنی اصل لمبی زندگی کی طرف لوٹنا ہے تو ذرا اپنے دل کو ٹٹو لو! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ رب کے رد کئے ہوئے اپنے اذلی دشمن شیطان کے جس کے جھانسنہ میں آکر تمہیں اس دنیا کی کٹھن زندگی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناری ہو جاؤ۔ تحقیق تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان لعین تو پہلے ہی نار سے تخلیق کیا گیا ہے لہذا اس کے لئے توراتی کشتش سے دور ہی رہنا مشیت ایزدی ہے۔ مگر تم کہ جس کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد خلیفۃ اللہ کی نسل سے جہنم دیا گیا۔ جس میں تمہارے اللہ نے اپنی خاص نوری روح سے اصلاح کی۔ اس کو اپنے اللہ کے مقبول بندوں ہی میں رہنے کی تڑپ ہونی چاہیے۔ جہاں تم اپنے لئے ابدی اطمینان قلبی اپنے رب کے مرکزی نور کے دیدار سے پاسکو۔

خوب غور سے سن لو کہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں کہ جس دن تمہارا اللہ تمہاری

دنیاوی کارکردگی سے تمہیں آگاہ کر دے گا اور تم میں وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہوں گے جو اپنی قوتِ باطن کے لوٹتے ہی جنت میں پہنچ حاصل کر سکیں گے مگر وہ دن دو سہ انسانوں کے لئے کتنا دردناک ہو گا کہ جو اپنے رب اور خالق سے رشتہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جاتے کا اعلان نہیں گے اور وہ ناری مخلوق سے وابستہ ہو جائیں گے کہ جن کے لئے تیرے رب سے گنہامی اور دردناک زندگی کا فیصلہ پہلے سے دے رکھا ہے۔

پس ڈرو اپنے مالک و خالق سے کہ جو کتنا غفور الرحیم ہے کہ تمہیں آزمائش سے پورا اترنے پر واپس اپنے آغوشِ رحمت و سکون میں لے لینا چاہتا ہے اے انسان اگرچہ تو کتنا ہی گنہگار ہو۔ تمہیں ہر وقت اپنے رب سے رحمت اور معافی کی امید رکھنی لازمی ہے۔

پس جب بھی تمہیں ہدایت کی اطلاع مل جائے۔ اُس کو غور سے سنو۔ اے لوگوں یہ مال و دولت سب کچھ مع تمہاری آل اولاد کے تم سے حقوق العباد کے طالب ہیں لہذا اپنی ضرورتوں سے زائد رزق و سامانِ زندگی مجبور و مایوس مخلوقِ خدا میں تقسیم کر دیا کرو، اور حقوق اللہ تو یہ ہی ہیں کہ تم ہر وقت نماز اور سجدہ ریز رہو، اور نہایت عاجزی سے اور گاہے گاہے رو کر اپنے اللہ کو یاد کرو کہ شاید اُسے تم پر جلد رحم آجائے اور وہ اس دنیا میں بھی تم کو ناری مخلوق کے اثرات سے محفوظ رکھے اور آخرت میں بڑی سے بڑی باطنی قوت سے سرفراز کرے تاکہ تم اپنے رب کی قربت میں کئی لوگوں سے بیعت لے جاؤ۔

پس پاکی بیان کرو اُس رسمِ والے خدا کی کہ جس نے تمہیں دنیا میں بھی



تمہارے زمانہ اور تمہاری عقل و سمجھ کے مطابق ہدایت اور تشریح احکامات اپنے پیغمبروں اور برگزیدہ بندوں کی معرفت کر دی۔ یاد رکھو اسے انسان تم مادی طور پر خواہ کتنی ہی ترقی حاصل کیوں نہ کر لو۔ کائنات کے اسرار و رموز کو نہ پہنچ سکو گے۔ لہذا اپنی عقل پر قناعت کے ساتھ قوتِ باطن حاصل کرنے کی طرف بھی اپنی قوت و محنت صرف کرو تو تمہارے لئے بہتری اسی میں ہے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○ (بقرہ ۲۰)

اور کہا ہم نے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو۔ اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے۔

○ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ○ جب آسمان چر جاوے (سورہ انفطار ۱)

○ يَوْمَ تَرَوُنَّهَا تُذْهِلُ كُلَّ مَرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمَلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ○ (سورہ حج ۲)

جس دن اس کو دیکھو گے تو بھول جاؤ گے ہر دودھ پلانے والی اپنے پلانے کو۔ اور ڈال دے گی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور ان پر نشہ نہیں پر آفت اللہ کی سخت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حقیقتِ روح و قلب

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس کائنات میں تمام جاندار صبح و شام اپنے رب کی یاد اور پاکی بولنے میں مجور ہتے ہیں۔ تمام چرتند، پرند اور درند ایک طرف اور دوسری طرف تمام نباتات اپنے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں ہر وقت سر تسلیم خم کئے ہیں اور ہر وقت دنیا میں انسان کے سامنے عاجزی اور بے بسی میں اُس کی خدمت بجالاتے ہیں۔ خواہ وہ ان سے کام لے یا برداری کرے ان

تُسَوِّسُوْنَهُ وَّنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهِ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ  
وَالْاَفْئِدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورہ سجدہ ۹)

کو مار ڈالے گا دے یا اپنے پیٹ کی نظر کر دے۔ اُت بھی نہیں کرتے  
بس یہی ان سب کی اطاعت گزار اور عبادت ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے  
لئے وقت ہو جائیں۔

تو کیا اے انسان ذرا غور کرو تو کرو کہ دنیا کی تمام مخلوقات کو تمہارے لئے  
وقت کرنے والے پاک خدا کے لئے اب تو اپنی مرضی و رضا سے خود کو اللہ کے

لئے وقت کر دے پس اسی لئے فرمایا کہ ہم نے یہ دنیا اور اس میں موجود سب کچھ کسی کھیل کی خاطر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ایک خاص مقصد کے تحت انسان اور جن کو اطاعت و بندگی میں دیکھنے کے لئے اُن کے سپرد کر دیا ہے تاکہ ان سب سے انسان اپنے مطلب و مقصد کے مطابق فائدے لے۔ مگر ان سب کو بے بس کر کے اُس کے مطیع کرنے والے خدا نے انسان سے بہر حال اپنی اطاعت کا وعدہ پیشگی لیا ہوا ہے اور اب اگر وہ یہ وعدہ بھول جائے اور باوجودیکہ اُس کو گاہے گاہے اللہ کی فرمانبرداری اور صراط المستقیم کی نشان دہی بھی کر دی جائے تو پھر بھی اگر انسان اللہ کی طرف آنے سے جی چرائے تو وہ خود اپنے اوپر ہی ظلم کر رہا ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کو تو اُس کی بندگی اور اطاعت میں آنے یا نہ آنے سے کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔

ہاں اے ترقی یافتہ انسان!

اللہ نے تجھے اتنا علم اور عقل اب دے دی ہے اور تو اس قابل ہو گیا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے قرآن میں ہر ایک بات کھول کر بیان کر دی ہے اور تمہیں ہر بات میں قرآن ہی کی طرف رجوع کرنے اور ہدایت لینے پر بار بار تاکید کی ہے مگر اے مومنین تم باوجود تلقین کے غور و فکر کی طرف مائل نہیں ہوتے حالانکہ اگر تم اپنے علم اور مادی ترقی کو قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرو، تو تمہارا یقین اپنے رب اور مشرق و مغرب کے مالک پر مزید بچتہ ہو اور تمہاری تمام اشکال دور ہونے کے ساتھ تمہیں باطنی قوت حاصل کرنے کی اور چاہت ہو جائے۔ جس کے اثر میں تم اصل سکون اور چین اپنے

رب کی قربت سے ابدالابد تک کے لئے حاصل کر سکو، جو کہ تمہیں اس وقت ترقی کر لینے کے بعد بھی کبھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

اے انسان! ذرا سوچو تو تمہیں یہ بے اطمینانی اور بے چینی کیوں، کیسے اور کہاں محسوس ہوتی ہے؟ کیا اس کا تعلق تمہارے دل ہی سے نہیں ہے تمہارا جواب ضرور ہاں ہے تو کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ خواہ تمہارے پاس عیش و عشرت کے لاکھ سامان ہوں۔ تمہارے پاس مال، اولاد اور معقول ذریعہ معاش ہو۔ مگر پھر بھی تمہارے اندر تڑپنے والا دل اپنے سکون کے لئے کسی چیز کی کمی محسوس کرتا ہے۔

اگر تم اپنے اس زندگی کے منبع کی آواز کو غور سے سُنو تو تمہیں صاف سنائی دے گا کہ یہ ہر لمحہ بس کیسوتی سے دن ہو یا رات تم سوتے ہو یا جاگتے، کام میں ہو یا آرام سے پڑے ہوئے اپنے اللہ جو تمام جانداروں کی زندگی کا اصل ماخذ ہے۔ اسی حتی القیوم کے حضور تمہاری زندگی کی لوگوں کو قائم رکھنے کے لئے لبیک لبیک کی صدا سے دہائی دے رہا ہے۔ پس اللہ کے مقبول بندے اور ایمان بالغیب پر یقین رکھنے والے اسی لبیک کہنے والے کو تھڑے سے نورِ ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اپنی پستیانی کے اندر محفوظ اپنی روح کے زیر اثر اس حصہ جسم کو کہ جو انہیں انسان بنا رہا ہے اس کو اپنے اللہ کے حضور نہایت عاجزی سے بھکا دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ وہی ہیں جو اپنے اللہ اور رسول کی اطاعت میں اپنے جسم کی ہر حرکت کو اس فانی دنیا میں فرمانبرداری سے قائم رکھنے اور شیطانی وسوسوں سے پاک اور دنیا کی ظاہریت اور کھیل و تماشینی سے دور رکھ

صبر و استقامت سے آنے والی مستقل زندگی کے سامان کی فکر میں رہتے ہیں۔  
اب دوسری طرف وہ ناعاقبت اندیش انسان ہیں کہ وہ اس ہر لمحہ لبیک  
لبیک پکارتے والے کو تھڑے کی آواز کو رد کرتے ہوئے اپنی پیشانی کو غرور  
سے اگڑائے رہتے ہیں۔ جس طرح کہ ابلیس نے آدمؑ کی فرمانبرداری سے انکار  
کرتے وقت غرور و تکبر کیا تھا پس یہ تمام لوگ منکبر اور شیطان کے دوست ہیں۔  
لہذا وہ اپنے قلب کی آواز کو رد کرتے ہوئے اپنی پیشانی میں بند اپنی روح کے  
زیر اثر حصہ کو شیطانی پیروی پر لگا دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ دنیاوی لہو و لہب کی  
طرف راغب اور اسی دنیا کی عارضی زندگی میں زیادہ سے زیادہ عیش و عشرت  
حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیتے ہیں کیونکہ انہیں آخری  
زندگی پر یقین ہی نہیں ہوتا۔ مگر قریب ہے کہ یہ لوگ مصیبت و یاس کی ابدی زندگی  
سے دوچار ہوں گے۔ اللہ نے ان لوگوں کی ہرٹ دھرمی دیکھ و سن کر بھی اچھائی  
کی طرف مائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ یعنی اگرچہ  
ان لوگوں کا دل تو اپنے مالک حقیقی کی یاد میں ہر وقت لبیک لبیک کہہ ہی رہا ہوتا

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ط وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ  
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (سورہ بقرہ ۷)

مہر کر دی اللہ نے ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر ہے پردہ اور ان کو

بڑی مار ہے۔

ہے۔ مگر اس کی آواز ان کی روح کو متاثر نہیں کر سکتی۔

پس اے انسان! غور سے سوچو کہ تمہاری انسانی شخصیت تمہاری پیشانی میں

محفوظ کر دی گئی ہے اور اسی لئے تمہارے رب اور پیدا کرنے والے نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس حصہ جسم کو اللہ کے حضور عاجزی سے جھکا دو، اور اپنے اس مادہ جسم کے اعضاء کو حرکات اللہ کی رضا اور فرمانبرداری کے سپرد کر دو۔ تاکہ وہ اس کے صلہ میں تمہیں اس ابدی آنے والی زندگی میں ایسی باطنی قوت سے نوازے کہ جو تمہیں ہر قسم کے فکر و بے چینی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دے دے اور پھر اب تمہاری سمجھ میں یہ بات پوری طرح سے آجانی چاہیے کہ تم میں سے وہ انسان کہ جو اس حصہ جسم یعنی پیشانی والے دماغ سے محروم ہوتے ہیں یا کسی وجہ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ خواہ بیماری، بچپن یا بڑھاپا ہی ہو۔ ان سے اس حصہ زندگی کا کوئی مواخذہ نہ ہو گا اور ان کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ جیسے دوسرے جانور کہ جنہیں تمہارے رب نے شروع سے ہی یہ حصہ جسم جو کہ پیشانی کا ابھار بناتا ہے۔ عنایت ہی نہیں کیا۔

پس اے مومنین اگر تمہارا ایمان آخرت اور ابدی زندگی پر بچتہ ہے تو اپنی روح کے تابع اس حصہ دماغ پر جو کہ تمہیں انسان اور اسرف المخلوقات بناتا ہے۔ کبھی بھی شیطان اور دنیاوی بناؤ سنگار اور طرح طرح کی دلچسپی میں مبتلا نہ ہونے دو۔ بلکہ ہر وقت لبیک لبیک کہنے والے دل کی نورانی روشنی کو اپنے سینے میں جگہ دو تاکہ اللہ تمہارے دل کو ابدی سکون اور نور ہدایت سے نوازتا رہے۔

اسی طرح تمہیں قرآن نے ایسی تمام استیلاہ کہ جو تم پر ہیجانی یا ہذیبانی حالت پیدا کر لیں۔ تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں۔ تاکہ تم کسی وقت بھی ایسی حالت میں

بتلانہ ہو جاؤ کہ دنیا دی پرکھ اور اشرف المخلوقات بنانے والے آلہ کو ماؤت کر بیٹھو۔ کیونکہ یہ ایسی ہی حالت ہے کہ انسان سے حیوان بنا دیتی ہے تا آنکہ تم آسانی سے شیطان کے ہاتھ نہ لگ جاؤ۔ اسی لئے روزِ قیامت شیطان انسان کو یہ جواب دے کر خاموش کر دے گا کہ تمہیں خدا نے روح کے ساتھ سوچنے کی قوت دی تھی تم نے اُس سے خود کام لینے کی بجائے اسے میرے سپرد کر دیا۔ حالانکہ تم ذرا سوچتے تو میرے بہکاوے میں نہ آتے۔ (الجوالہ سورہ نحل آیت ۷۸)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَلَا جَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۗ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورہ نحل ۷۸)

اور اللہ نے تم کو نکال لایا ماں کے پیٹ سے۔ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اور دیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم احسان مانو۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورہ الحديد - ۱)

مختصر یہ کہ اسے مومنین تمہیں یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اللہ سے دنیا میں رہبری حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ اپنے دل سے سبق حاصل کرتے ہوئے اسی کی روشنی میں اور اس کی تڑپ کو چھین دینے کے لئے اپنے مرکزِ شخصیت کو کبھی بھی شیطان یعنی اپنے ازلی دشمن کے ہاتھ نہ آتے دو۔ پس اس کو نہ تو دنیا کی رنگینی میں دلچسپی لینے دو اور نہ ہی ایسی چیز کا استعمال کرو

کہ جو تمہیں انسانیت سے محروم کر دے اور تمہارا رشتہ دماغ اور دل کی وساطت سے اپنے خالق و مالک خدا سے توڑ دے۔

خوب غور سے سٹو کہ جس طرح تمہارا دل اپنے منبع حیات کی یاد میں تڑپ رہا ہے اور ہر وقت لہلہا لہلہا ہے۔ تمہارا جسم و مرکز شخصیت کہ جو امتحان میں مبتلا اس دنیا کی عارضی زندگی سے دوچار ہے بھی بعینہ اسی طرح اپنے خالق و مالک اللہ کی یاد اور قربت کے لئے تڑپ رہا ہونا چاہیے، اور تمہاری حرکت جسم اسی کی رضا کے لئے وقت ہو جانی چاہیے۔ پس تمہیں عملی طور پر اپنا سب کچھ تن من اور دولت اس تمام کائنات کے خالق پر سچا اور کر دینی چاہیے اور پھر حیرت ہے انسان پر کہ جب تمہیں یقین ہے کہ یہ سب کچھ اسی اللہ کی طرف سے تمہیں بطور امانت و آزمائش دیے گئے ہیں تو پھر ان سب کو اسی کی راہ میں قربان کر دینے میں کیوں دیر کرنا ہے۔ پس جلدی کرو کہ نامعلوم تمہارے لئے آخری گھڑی کب آن پہنچے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے ہاں ہر کام پہلے سے طے شدہ ہے اور جب اس کا وقت معین آن پہنچتا ہے تو پھر ایک لمحہ آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔

اے انسان اگر تو کائنات کے ہر جاندار پر نظر کرے اور اس کی تخلیق میں غور کرے تو تجھے یہ بات بالکل عیاں ہو جائے۔ بلکہ تیرا دل خود اس بات کی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (سورہ تین ۴)

اور اونچا کیا مذکور تیرا

گواہی دے کہ تمہارے اللہ اور خالق نے دنیا میں تمام جانداروں سے تمہیں



پیش دماغ یعنی  
انسانی عقل اور  
سجود کا مقام

زندگی کی لہریں  
زندگی منبج حیات سے

شاہ رگ

مقام لیک  
(SA NODE)

دل

حرام مغز  
مقام عنق یعنی

اعمال نامہ

کا محرک

حرام مغز سے

نکلتے والی نیس NERVES

جو تمام جسم کو

دماغی احکام (عقل)

کے تحت حرکات

کرواتی ہیں۔ خواہ

نیک ہوں یا بد۔

پارکشت

صدائے لیک کی

شکل و صورت سے خوبصورت اور عقل و سوتیح میں بلند نیز نیکی و بدی کی پہچان رکھنے والا پیدا کیا ہے تو پھر تمہارا خدا کہ جس نے تمہیں اپنے خلیفہ ہونے کے لئے جن لیا ہے۔ بجا طور پر تم پر فخر کر سکتا ہے تو تمہیں چاہیے کہ اپنے مالک کی رضا حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرو۔ تاکہ تمہارا مالک تم کو افضل سے افضل ترین بنادے اور اپنی رحمت اور قربت میں لے لے یعنی اللہ سے محبت کرو۔ کہ وہ تم سے محبت کرنے لگے۔

---

## رزقِ حلال و رازق

اے ایمان بالغیب رکھنے والو!

بڑے ادب سے تعریف کرو اور پاکی بولو اپنے پروردگار کی صبح و شام اور ہر وقت اور ہر کام میں سوتے وقت اور جاگتے ہوئے اپنا دھیان ایک اور صرف ایک اللہ کی طرف باندھے رکھو اور کسی وقت بھی غفلت نہ کرو تاکہ شیطان لعین اور اُس کے حواریوں کو تمہیں راہِ حق سے اچک لینے کا موقع تک نہ ملے۔ بس ہر کام کرنے سے پیشتر اپنے اللہ سے ابلیس کو اپنے سے دور رکھنے کی استدعا کریا کرو اور جب تمہیں تنگی ہو رزق میں یا کچھ اور مشکلات درپیش ہوں تو بلا روک ٹوک اپنے خالق و مالک سے رجوع ہو کر دو۔ کیونکہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ اور عقل سے کام لو تو تمہیں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جب تم نے اس تمام کائنات کا مالک نیز اسے تخلیق کرنے اور اس نظام کو بطریقِ احسن رواں دواں رکھنے کی تمام ذمہ داری اللہ کے لئے تسلیم کر لی ہے اور اسی نظام کائنات میں ہی تمہاری پیدائش اسی کے حکم سے مترا پائی ہے۔ تو

یہ سیدھی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں آجانی چاہیے کہ تم خود اور تمہاری تمام حاجتیں بھی اسی کے زیر اثر اور حکم کے تابع ہوتی چاہیں اور تمہیں اُس کی عظیم سلطنت میں دم مارنے کی بھی مجال نہیں ہوتی چاہیے۔

مگر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جب تمہارے مالک و خالق نے اپنی اس زمین اور اس کے خزانوں کو تمہارے سپرد بطور امانت کر دیا ہے اور خود کو تمہاری آزمائش کے لئے ایک خاص وقت تک کے لئے تم سے جدا کر لیا ہے تاکہ تمہیں پرکھے کہ تم غیب میں بھی اُسے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اُس کی سلطنت کے حصہ زمین میں اُسے ہی اپنا خالق و مالک تسلیم کرتے ہوئے اپنا تنہا اور اُس کے زمینی خزانوں سے حاصل شدہ مال و دولت مع اہل و عیال اور ان تمام فوائد کے ہمراہ اُس کی فرمانبرداری اور راہِ حق میں صرف کرتے ہو یا کہ اپنے ازلی دشمن ابلیس اور اس کے اہل کاروں کے کہنے اور سمجھانے کے مطابق چل کر اس امانت میں خیانت کے مجرم ٹھہرتے ہو۔

تو تم میں سے بہت کم ایسے ہیں کہ وہ یہ بات دنیا میں آنے کے بعد سمجھ سکیں کہ اس دنیا کے تمام خزانے اصل میں اللہ ہی کے ہیں اور اللہ نے تمہیں صبر و قناعت سکھانے کی خاطر ان خزانوں سے رزقِ حلال کمانے کی تلقین کر دی ہے جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے تمام خزانے تمہارے پاس بطور امانت و آزمائش ہیں۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ان میں سے اپنی ضروریات کے لئے رزقِ جائز طریقوں سے حاصل کرو گے تو اس امانت میں خیانت کے مجرم نہیں ہو گے اور رزقِ حلال کی تعریف تو یہی ہے کہ یہ آپس

کے لین دین اور اللہ کی زمین سے اس طریقہ سے حاصل کیا جائے کہ اس میں کسی دوسرے انسان کی حق تلفی و مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو، اور حق تلفی و مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی ایک بہترین مثال تمہارے پروردگار نے جو دنیا اور کائنات کے تمام اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے تمہیں بتا دیا ہے کہ وہ سودی کاروبار ہے کہ جس سے ایک گھر بیٹھے انسان کو دوسروں کی مجبوری اور محنت سے یقیناً مطلوبہ منافع کی امید ہوتی ہے خواہ اس کے مقروض کو نقصان ہی سے دوچار کیوں نہ ہونا پڑے۔ دوسری طرف رزق حرام اس تعریف میں بھی آجاتا ہے کہ ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ رزق جو کہ اللہ، رسول اور ملکی قوانین کے منافی ہو، اور خود تمہارا ضمیر اس امر کی گواہی دے کہ تمہاری یہ آمدن مشتبہ ہے۔

پس ڈرو اللہ سے اور اس آزمائشی زندگی کی سب سے پہلی آزمائش میں ناکامی سے۔ کہ اسے انسان دنیا کی زندگی سے قبل کائناتی جنت میں تجھے اپنی مرضی سے ہر جگہ سے کھانے و پینے کی اجازت دی گئی۔ وہاں بھی تمہارا رزق تمہارا اللہ ہی تھا۔ مگر جب تم اپنی نافرمانی کی وجہ سے آزمائشی دنیاوی زندگی میں داخل کر دیے گئے ہو تو تم سے یہ سہولت بھی چھین لی گئی ہے۔ تاکہ تم خود جائز ذرائع اور محنت سے روزی حاصل کرو کہ جس کی بدولت تمہارا خدا تم پر ترس کھائے، اور تمہارے اس محنت کرنے کے صبر کو قبول کر لے۔

لہذا وہ لوگ جو رزق حلال حاصل کرنے کی بجائے شیطانی طور طریقوں سے بیٹ بھرنے اور ضروریات زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بلاشبہ

اپنے اندر نار یعنی شیطانی اثرات کو داخل کر رہے ہیں اور یہ نار تو وہی ہے۔ کہ جہاں یہ پہنچی وہاں نور کہاں مل سکتا ہے؟ پس ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے اندر کو نور سے خالی کر رہے ہیں اور نار کو بھر رہے ہیں۔ لہذا یہ کبھی صلوٰۃ کی طرف نہیں آ سکتے اور نہ ہی اپنے اندر وہ توری کشش بنا سکتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے راہِ حق کی سوجھ پائیں۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۴ دیکھیں)

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحْنَا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۝ (سورۃ الرعد - ۲۴)  
اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تمک۔ اور وہ رتجھے ہیں دنیا زندگی پر اور  
دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب میں مگر مٹورا برتنا۔

جہاں رزقِ حلال پر قناعت کرنے والے وہی مومنین ہیں۔ جو ابلیسی ہتھکنڈوں سے بچ کر اپنے اندر نورانی شمع روشن کر رہے ہوتے ہیں۔ پس یہ وہی ہیں جو فلاح پائیں گے اور راہِ حق کی سوجھ انہی کے لئے ہے۔ اے انسان! پس یاد رکھو کہ تمہارا رازق بہر حال اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہارے رزق کمانے کے ذرائع پیدا کئے ہیں۔ وہ تو بڑا غفور الرحیم ہے۔ کہ اُس نے زمین میں جا بجا کھیتیاں اگانے کو میدان بنا دیے ہیں اور کئی جگہوں پر پہاڑ کھڑے کر رکھے ہیں۔ تاکہ تم ان سے مختلف اقسام کی معدنیات نکال سکو۔ نیز وہ تمہیں اپنے اندر سے پانی کے چشمے اور چوٹی پر جمی ہوئی برف سے پورا سال پانی کی لگاتار فراہمی کرتے رہیں۔ اب ذرا غور کرو کہ یہ تمام وسائل کس نے پیدا کئے ہیں؟ اور پھر تمہارے فصل اگانے اور موسم

تبدیل کرنے کے لئے سورج اور زمین کو اس طریق سے کام میں لگا دیا ہے کہ یہ تمہیں مختلف اقسام کی خوراک و پھل حاصل کرنے کا موقعہ دیتے ہیں تو اب سوچو کہ اگر یہ تمام وسائل نہ ہوتے تو تم زمین میں سے کس طرح اپنے لئے رزق حاصل کرتے؟ یس یہ فیصلہ کن اعلان ہے کہ پہاڑوں میں معدنیات اور پانی کے ذخائر مہیا کرنے اور میدانوں میں فصلیں اگانے کا تمام انتظام تمہارے لئے تمہارے رب نے ہی کیا ہے تو پھر کون ہے کہ جو اُس وحدہ کو اپنا رزق تسلیم نہ کرے اور اس کا تو صرف تم کو یہی حکم ہے کہ اس رزق کو جائز طریقہ سے حاصل کرو اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرنے سے رُکے رہو، اور پھر حاصل ہونے کے بعد اس کا مصروف بھی اپنے اللہ کے احکام کی روشنی میں کرو تا کہ اس امانت میں جو تمہیں رزق کی صورت میں پہنچتی ہے۔ کسی قسم کی خیانت نہ ہونے پائے اور اے مومنین اگر تم اپنے رزق حلال میں سے کچھ یا بیشتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو گے تو یہ وہی قرضِ حسنہ ہے کہ جو تم اپنے اللہ کے ہاں اپنی دنیاوی ضروریات کے بعد پس انداز کر کے جمع کر رہے ہو جو کہ شاید تمہاری ابدی زندگی میں تمہارے درجات اور حیثیت اور اپنے رب سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

اور یہ بات پھر واضح طور سے ذہن نشین کر لو کہ اللہ کی بارگاہ میں صرف ہونے والا محض رزقِ حلال ہی قبولیت پاسکتا ہے۔ چنانچہ وہ رزق جو کہ رزقِ حرام کی تعریف میں آجائے خواہ رزقِ حلال سے کئی ہزار گنا بھی کیوں نہ ہو بہر حال تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔ کیونکہ یہ تمام ایسا ہی ہے کہ پہلے بھی اللہ ہی کا تھا۔ ناجائز طور طریقوں سے ایک گناہگار انسان نے حاصل کیا۔ اور دوبارہ واپس اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ لہذا اسے جماعتِ مومنین اللہ کی راہ میں خیرات

دوسرے خرچ کرنے والوں کو واضح طور پر بتادو کہ اللہ جس کے قبضہ میں ساری کائنات کے خزانے ہیں۔ اس کو تمہاری یہ خیرات اور راہِ حق میں خرچ کیا ہو، رزق اللہ کے لئے کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے بغیر اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی نقص پڑ سکتا ہے۔ اللہ تو محض تمہارے رزقِ حلال حاصل کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت کو پرکھتا ہے پس معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہو، رزقِ حلال کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ تمہارے لئے اللہ سے مزید قربت حاصل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اے مومنین! دنیا کا مال و دولت تمہارے لئے اللہ کی قربت حاصل کرنے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنے بندوں پر نماز کو فرض قرار دینے کے ساتھ ضرورت سے زائد دولت پر زکوٰۃ نکالنا بھی تم پر فرض کر دیا ہے تاکہ اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرنے کی رسم تم میں شروع ہو جائے اور پھر تمہارا اللہ یہ دیکھے گا کہ تم میں کون ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ پس جس طرح سے مقررہ وقت کی نماز کے بعد اور زیادہ اللہ کے حضور سربسجود رہنا ایک اللہ سے محبت رکھنے والے انسان کے مزید خلوص کو ظاہر کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح راہِ حق میں بڑھ چڑھ کر رزقِ حلال لگا دینے والا بھی خلوص دل سے اللہ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ وہ کس حد تک اس دنیاوی زندگی میں زیادہ دولت کی وجہ سے بے راہ روی اور شیطان دوستی سے نفرت کا اظہار کر رہا ہے اور یاد رکھو کہ تمہاری یہ دنیاوی زندگی بہر حال عارضی ہے اور اس میں خوب خوب موقع دیا گیا ہے کہ تم اپنی ابدی



زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنا پس انداز اللہ کے ہاں بھیجتے رہو تاکہ وہ تمہیں اس تمام سے کسی گنا بڑھا کر لوٹا دے۔

اے لوگو! تمہارے رب نے تمہیں اس زمین کے مختلف حصوں میں مختلف رنگ و روپ اور مختلف حیثیت کے والدین اور بڑے مختلف وسائل دے کر پیدا کیا اور اسی میں اُس کی مصلحت تھی۔ تاکہ دنیا کا نظام ایک تدبیر کے تحت چل سکے۔ یاد رکھو جب تمہارا خالق و مالک تم سب کو پیدائشی طور پر وہی سرا آنکھیں

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدْرِ مَا يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝

اور اگر پھیلا دے اللہ روزی اپنے بندوں کو تو دھوم اٹھادیں ملک میں پر اتار تا ہے ناپ کر جتنی چاہتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے۔ دیکھتا۔

دو ہاتھ اور دو ٹانگیں یکساں طور پر عطا کر رہا ہے تو اُس کے لئے یہ بڑی آسان بات تھی کہ وہ تم سب کو یکساں حالات و وسائل بھی عطا کر دیتا۔ مگر تم میں سے بہتوں کو رزق میں فراخی اور اچھے وسائل دے کر انہیں دوہری آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ زائد رزق کو اللہ کی امانت سمجھ کر کس طرح مصروف میں لاتے ہیں اور کہاں تک اللہ کی راہ اور اُس کی مخلوق کی بہتری پر صرف کرتے ہیں اور کیا زیادہ رزق کے نشہ میں وہ دنیا کی عارضی زندگی میں عیش اور شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں تاکہ وہ انہیں اپنی عیاش زندگی اور غلط کاریوں کے بند و بست کے لئے مزید بے راہ روی اور رزق حرام ہر ناجائز طریقہ سے اکٹھا کرنے کی طرف راغب رکھے اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی ہدایت سے

محروم کر دیتا ہے۔ بلکہ اُن کو اپنا برا عمل ایک دل خوش کن کارنامہ معلوم دیتا ہے اللہ نے ان سے اچھائی اور نیکی کی رغبت سلب کر لی ہے۔ بس یوں سمجھنا چاہیے کہ نیکی اور برائی کی تمیز چھین کر اُن کے قلب پر مہر کر دی ہے۔ یعنی وہ لبیک نہیں سن سکتے۔ ادھر ایک وہ لوگ ہیں کہ جنہیں اُن کے رب نے دنیا میں غریب حالات و وسائل میں رکھ کر اُن کو زیادہ آزمائش سے بچالیا۔ مگر اللہ اُن کو اُن کے صبر و استقامت میں رہ کر اپنے رب کی طرف متوجہ دیکھنا پسند کرتا ہے۔ پس اگر یہ ذرا غور و فکر کریں تو ان کو اپنی مغفرت کے لئے زیادہ اچھے مواقع ہیں۔ کہ دنیا میں زیادہ رزق جو کہ انسان کو راہِ راست سے دور لے جاسکتا ہے کی آزمائش سے وہ بچ جاتے ہیں اور یہ تو اللہ کی طرف سے اُن کے حق میں کرم نوازی ہے کہ ایسے لوگوں پر جو خدائے وحدہ پر اپنا ایمان پختہ رکھتے ہیں۔ اپنے اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اپنی تنگدستی پر شاکر رہ کر نجات طلب کرتے رہنا بحیثیت مجموعی اُن کے فائدے کا موجب ہو سکتا ہے۔ تو اُن کو اللہ کی طرف سے یہ خوشخبری پہنچتی چاہیے کہ دنیا میں قناعت کی عارضی زندگی کے بعد ابدی زندگی کے بہترین درجات اور فوائد ان ہی لوگوں کے منتظر ہیں، اور اللہ کا وعدہ اُن کے لئے عنقریب پورا ہونے کو ہے اللہ تو پاک ہے اور سب سے بڑھ کر منصف اور کسی کا حق ایک ذرہ برابر بھی نہ رکھے گا۔

اسی لئے فرمایا کہ تم اپنی تنگدستی سے نجات اور اس میں مدد اللہ سے ہی چاہو اور یہ کبھی نہ سوچو کہ کسی ناجائز طریقہ سے تم کسی دوسرے کا حق یا مال و دولت سمیٹ کر اپنی دنیا کی زندگی کو بہتر بنا لو۔

پس اسے ایمان والو! تمہارے لئے ایک ہی اصول اللہ نے مقرر کر دیا ہے کہ خواہ تم کسی حال میں بھی کیوں نہ پیدا کئے گئے ہو۔ ہر وقت رزقِ حلال سے گذر بسر کرنے کی پوری سعی کرو اور یہ ہرگز نہ بھولو کہ رزقِ حلال ہی اگر تمہارے اندر جائے گا تو تمہاری عبادت اور نجات کے زیادہ مقبول ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر کسی جائز طریقہ سے اپنی ضرورت سے زیادہ رزقِ حلال تم نے سمیٹ لیا ہے تو اس کو راہِ خدا میں اللہ کے حکم کے مطابق بطریقِ زکوٰۃ اور خیراتِ قرضِ حسنہ میں واپس جمع کروانے کی فکر کرو۔ کیونکہ تم پر عائد کردہ نماز و دوسرے فرائضِ سب کے لئے یکساں ہیں۔ مگر خصوصی درجات تو ان ہی کے لئے ہیں جو اپنے عملِ قول و فعل اور تن من و دھن سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ دنیا کی کوئی خوبصورتی یا قیمتی چیز ان کو اپنے رب کی محبت اور کھچاؤ اور حتی الامکان قربت حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکی۔

اسے مومنین!

اگر تمہیں اس بات میں پکا یقین ہے کہ تمام کائنات تو اسی خدائے لازوال کی ہی ہے اور وہ اس کے ہر ذرہ ذرہ کا مالک ہے تو لامحالہ تمہاری ذات کا بھی مالک وہی ہے اور یہ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ جب تم اور کائنات کی ہر شے اسی خالقِ خدائے قدوس کی ہے تو اس کائنات یا زمین کے کسی بھی حصہ سے کسی بھی ذریعہ سے کچھ بھی تم حاصل کرو گے تو پھر بھی یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہی ہو گا۔ پس اگر یہ حاصل شدہ چیز تمہارے کھانے پینے یا استعمال کی ہے۔ تو بجا طور پر اللہ ہی تمہارا رازق ہوگا۔

پھر اسی اصول کو سمجھ لینے سے اے انسان! تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ باغات، کھیت، جنگل، پہاڑ اور ندیاں سب اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ سمندر سے یو جھل ہو آئیں اٹھ کر بارش برساتی ہیں۔ سورج چمکتا ہے تو تمہاری کاشت بڑھتی پھولتی ہے تو غور کرو کہ اگر یہ سارا نظام نہ ہو یا جو اب دے جائے تو تمہارا محض زمین میں بیج ڈال دینا ہی تمہیں فصل مہیا نہیں کر سکتا لہذا تمہاری محنت تب ہی رنگ لاسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ساری مشیت تمہاری تدبیر کا ساتھ دے۔ لہذا اگر تم معمولی بھی عقل استعمال کرو تو تمہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ بہر حال تمہارا رازق تو اللہ ہی ہے۔

تو اے نادان انسان! جب تجھ پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ رازق صرف اللہ ہی ہے تو تمہیں چاہیے کہ اسی اللہ کو اپنے تمام وسائل اور محنت سونپ کر اسی سے اپنے حق میں بہتری اور فراخی کے لئے التجا کرو اور خواہ مخواہ اس کے سوا کسی دوسرے کو اپنا حاجت روانہ چین لو اور غور سے سنو کہ تمہاری سب چارہ جوئی کے بعد تمہیں جو بھی نتیجہ ملے۔ اسی پر نشا کر رہو اور سمجھ لو کہ یہ ہی تمہارے اللہ کی طرف سے ہے پس اگر تم اس میں کمی بیشی کے شاک کی ہو تو یہ بھی اللہ ہی کے ہاں التجا کرو۔ شاید تمہارے رزق میں کمی کر کے وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہو۔ لہذا کبھی بھی صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اسی کا شکر دن رات بجالاؤ اور بہر حال میں اپنی ابدی زندگی کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ  
بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۵۴﴾ البقرة

## شہید اور صلہ شہید

پاک و بلند ہے اللہ کہ جس کے نور سے اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور کوئی کونہ نفع سے ہے اور ٹھہراؤ پکڑتا ہے، کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ جانداروں میں مخلوق خدا دو بڑی اقسام میں تقسیم ہے ایک وہ جاندار جو متحرک نہیں یعنی نباتات کہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ بڑھتے ہیں، پھولتے اور پھلتے ہیں۔ دوسری وہ مخلوق جو حرکت کر سکتی ہے، جن میں وہ تمام حشرات الارض۔ چرند، پرند و درندوں کے علاوہ انسان بھی شامل ہے۔ تحقیق یہ سب ہی پیدا ہونے کے بعد بڑھتے ہیں۔ جوان ہونے کے بعد پھر ایک وقت تک پوری قوت اور خوبصورتی سے بھرپور رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں دوبارہ کمزوری بیماری اور بے چارگی آتی ہے۔ اور اپنا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔

تحقیق ان سب جانداروں کا پیدا ہونا بڑھنا پھولنا اور ایک وقت معین کے بعد کسی نہ کسی طرح ختم ہو جانا بے معنی یا ایک کھیل نہیں، اس سب بات میں سوچنے اور غور کرنے سے انسان کے لیے بہت کچھ حاصل ہے، اللہ نے ازل سے سب جانداروں کو یکساں مواقع بڑھنے پھولنے اور کھانے پینے کے لیے دیئے ہیں۔ مگر ان سب میں سے کسی نے بھی اپنے ننگے

بندھے اصولوں اور کھانے پینے یا چلنے پھرنے میں کسی قسم کی تبدیلی از خود نہیں کی۔ مگر اے انسان ذرا اپنوں سے پہلوں کے رہن سہن حالات و وسائل پر نظر ڈالو اور خود اپنے حالات رہن و سہن و وسائل سے مقابلہ کرو۔ تو تمہیں بخوبی معلوم ہو جائے گا، کہ کس جاندار نے اپنی پھلی یا موجودہ نسل میں از خود کوئی نئی بات نہیں کی، حالانکہ تم نسل در نسل ترقی اور نئے نئے وسائل و ذرائع تلاش کرنے میں کامیاب ہو رہے ہو۔ دوسری طرف دوسرے تمام جاندار کیا نباتات اور کیا حیوانات چرند پرند و درند یا آبی جانور سب ہی اپنے ایک ہی ڈگر پر رہ کر بہر حال انسان کے سامنے بے بس چلے آتے ہیں، جس سے ٹھیک ٹھیک عیاں ہے۔ کہ انسان ان سب سے نرالا اور الگ حیثیت رکھتا ہے۔ آخر انسان کی یہ منفرد حیثیت کس ذریعہ سے ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ یہ انسان میں عقل و علم حاصل کرنے کی صلاحیت ہی ہے کہ جس سے ہدایت حاصل کرنے سے انسان ان سب جانوروں پر برتری حاصل کرنے اور زمانہ کے ساتھ ہی نسل در نسل اپنا علم و تجربہ منتقل کرتا آرہا ہے۔ مگر یہ عقل رکھنے کی قوت کسی اور جاندار میں اس حد تک نہیں رکھی گئی۔ کہ وہ انسان کو نیچا دکھاسکے۔ تو کیا اس سے اللہ کا یہ وعدہ دنیا میں بھی درست ہی نہیں ہے۔ کہ اُس ذات باری تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور زمین میں خلیفہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ تو اے انسان تجھے اپنے خالق و مالک کی فرمانبرداری میں کیا مشکل درپیش ہے؟ جب کہ دوسرے بے شمار جاندار اُسی اپنے پیدا کرنے والے کے حکم اور دائرہ اختیار میں رہ کر اس کے حکم سے تمہاری فرمانبرداری پر مقرر ہیں۔

کتنی سیدھی بات ہے کہ جس نے تمہاری برتری اس زمین میں قائم کر دی ہے۔ وہی ذات پاک اگر تجھے دوسری زندگی میں پوری کائنات میں برتری دینا چاہتی ہے، تو اس کی فرمانبرداری میں کیوں آنے سے گریزاں ہے؟

اے اللہ کے بندوں! یہاں تمہاری برتری تمہاری عقل و علم محنت و تجربہ سے قائم ہے

اور اس اگلی زندگی میں تو تمہیں ان چیزوں سے بھی نجات دے کر تمہیں باطنی قوت نورانی سے ہمکنار ہو جانا ہے جس سے تمہیں کسی بھی کام کے لیے غور و فکر کی ضرورت نہ ہوگی، بس خیال آتے ہی اللہ کی رحمت سے سہرا انجام پا جائے گا۔

اور اے ترقی یافتہ انسان کیا اب بھی تیسرے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے، کہ ابدی زندگی میں تیسرے تمام امور بس تیسرے اشارے ہی سے سہرا انجام پاسکتے ہیں۔ ہا حالانکہ اب تمہارے اللہ نے تمہیں اس باطنی و روحانی نظام کی معمولی سی جھلک تمہارے لیے دنیا ہی میں دے دی ہے تو ذرا غور کرو۔ کہ تمہاری یہ حیرت انگیز ایجادات کہ جن میں تمہاری تیز رفتاری زمینی یا ہوائی سواریاں پیغام رسانی کا نیا طریقہ اور مختلف انواع اقسام کی مشینیں شامل ہیں۔ سبھی تمہاری عقل و سوچ اور پیہم دماغی و جسمانی محنت کا نتیجہ ہے۔ اور تم ان سے طرح طرح کے فائدے حاصل کر رہے ہو اور اب تم خود کار مشینوں کے دور میں داخل ہو چکے ہو، جو تمہارے ہاتھوں کے معمولی اشاروں سے کام سہرا انجام دیتی ہیں۔ مگر ذرا سوچو تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ سب کچھ بلواسطہ یا بلاواسطہ تمہیں اللہ کی طرف سے ہی ملا ہے کہ جس نے تمہیں عقل جیسا گہرنا یا اب دیا ہے۔ کیونکہ بے عقل پاگل انسان کبھی ایسی چیزیں حاصل نہیں کر سکتا۔

دنیا میں انسان کو عقل و علم اللہ کی طرف سے دیئے جانے والے ہتھیار میں بتا کہ ان سے انسان خدا کی پہچان میں آسانی محسوس کرے۔ مگر اکثر ایسے ہوتا ہے کہ انسان ترقی کی منازل میں جب ایک ایسے نقطہ پر پہنچتا ہے کہ جہاں غور کرنے سے اسے اپنی بے بسی اور کسی غیبی قوت کے موجود ہونے کی نشان دہی ہو، وہاں اس غیبی ہاتھ کو محض اتفاق یا ایک خیالی طاقت کہہ کر اللہ کو ماتے سے گریز کرنے لگتا ہے۔ اور ایسے لوگ عموماً وہ ہیں۔ کہ جو دنیاوی علم و عقل تو ضرور رکھتے ہیں۔ مگر اس سب کا سرچشمہ اللہ کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔ صریحاً گھاٹے میں مبتلا ہیں، یہی لوگ کہ

جب اللہ کی غیبی قوت ان کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ تو وہ اس کی پہچان نہیں رکھتے۔ بلکہ باوجود اس کے ایک قوت اور ایک ذریعہ تسلیم کرنے کے محض خیالی اور فرضی کہہ کر دل کو اطمینان دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اگر ایسی قوت ایک اللہ پر ایمان بالغیب رکھنے والے پر ظاہر ہو تو وہ یقیناً اسے پہچان لے اور اس کیفیت پر پہنچے ہی اللہ کی موجودگی کا احساس اس کے لیے تقویتِ ایمان اور تسکینِ قلبی کا باعث ہو۔

اے مومنین کیا تم اب بھی ایسی قوتِ غیب سے واقف نہیں ہو تو ان میں سے بعض تمہارے روزمرہ کے مشاہدہ میں آرہی ہیں۔ یعنی زمین اور دوسرے مختلف سیاروں کی اندرونی کشش جسے تم کششِ ثقل سے موسوم کرتے ہو۔ تو تمہیں یہ بات اب معلوم ہو جانی چاہیے۔ کہ وہی ہے ذاتِ پاکِ ازل سے قائم ہے۔ کہ جو کائنات کی ہر شے کو سہارا اور ٹھہراؤ دیتے ہے، تو یہ کشش اسی حی القیوم کی بدولت ہی ہے جو سب سے بلند شان و شوکت والے عرش سے اپنے پیدا کردہ ہر سیارہ کو ایک مرکز پر قائم رکھے ہے، یہ اس کی پیدا کردہ کششِ نورانی ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے سیاروں کو کائنات میں اس نہارت اور چابکدستی سے معلق کئے ہے۔ یاد رکھو اگر ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خاص کششِ نورانی سیاروں سے کھو جائے تو یہ سب لڑھک کر ٹکڑا جائیں اور تباہ ہو جائیں۔

اے مومنین اللہ نے تمہیں اپنی اس خاص قوت سے مطلع کر دیا ہے، اور تمہارے لیے زمین میں ترازو اسی کششِ نورانی کی بدولت تمہارے لین دین کے کام میں انصاف کا ذریعہ ہے، اور پھر تم اور زمین میں پیدا کردہ ہر چیز اسی قائم کردہ مرکز کی ہی بدولت زمین پر قائم ہے۔ اور تم اس پر چل پھر سکتے ہو۔ تو کیا یہی ایک اللہ کی



قوتِ غیب تمہیں اللہ کو پہچاننے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔ یہ قوت تمہیں نظر تو نہیں آتی، مگر ایمان بالغیب کی ایک بہت واضح دلیل ہے۔ اسی طرح وہ قوت کہ جو تمہاری پیغام رسانی اور عکس منتقل کرنے کی مرہونِ منت ہے۔ تم نے اُسے بھی ایک تصوراتی ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہی وہ غیبی قوت ہے جو نورانی عمل پر انحصار کئے ہے۔ تو اسے انسانِ خوبِ غور سے سن لو۔ کہ اب تو نے اس حد تک ترقی کر لی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی غیبی قوت تمہارے سامنے موجود ہوتی ہے، تو پھر اللہ کو پا لینے میں تجھے کیا مانع ہے، تجھے اچھی طرح سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ کوئی ایسا ذریعہ ضرور موجود ہے، کہ جو تمہاری آواز اور تمہاری تصاویر یا تمہارے اشارے ایک کونہ سے دوسرے کونہ پر منتقل کر رہا ہے۔ اور پھر یہ ذریعہ ہر جگہ ہر کونہ میں اس کائنات میں موجود ہے۔ تو کیا یہی وہ صفتِ خداوندی نہیں، جو اللہ نے تمہیں بتادی کہ اللہ تو وہی ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ کل کائنات کے امور انجام دے رہا ہے۔ مگر تمہارے لیے بس تمہیں آزمانے کے لیے ایمان بالغیب کی دعوت دیتا ہے۔

پس یقین کرو۔ کہ اے انسان جہاں تمہاری عقل عاجز آجاتی ہے، اور تم اپنی تسکین کے لیے امور کو انجام دینے والی قوتِ غیبی کو محض ایک خیالی حقیقت سمجھنے لگتے ہو۔ تو کیا ہی اچھا ہو کہ اگر تمہارا ایمان بالغیب پختہ ہو۔ تو بس یہی موقع ہے کہ تم جانو کہ جہاں سے تمہاری عقل ختم ہو جاتی ہے۔ اور تمہاری پہنچ نہیں۔ وہ سب امور مشیتِ خداوندی ہر انجام دے رہی ہے، اور یہیں سے نورِ نظامِ خداوندی ظاہر ہوتا ہے، نورِ بہر حال صفتِ خداوندی سے ہے۔ لہذا اس کو تمہاری آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے۔ مگر یاد رکھو اس کو تمہارے قلبِ بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ اگر تم ان گوشت کے لوٹھڑوں کو جو ہر وقت تمہارے سینہ میں لپیک لپیک پکار رہے ہیں۔ اپنے دماغ اور دائرہ عقل پر محیط ہونے دو۔

تو کتنی پاک ہے وہ ذات اور کتنا غفور الرحیم ہے، تمہارا خالق و مالک کہ اس کائنات کا نظام ایک مرکزی حیثیت سے چلا رہا ہے۔ وہی ہے کہ جس کے دم قدم سے قائم ہے۔ سورج کی چمک چاند کی دمک اور ستاروں کا رات کو تمہیں محفوظ کرنے کے لیے روشن بنا دینا۔ اور اسی کی بدولت ہے پودوں کا اگنا۔ وہی بے جان بیج کو جو خاموش نظام پر بے جان نظر آتا ہے۔ اسی کی مشیت اور قائم کئے نظام سے دوبارہ زندگی پاتا بڑھتا پھولتا اور تمہارے کام آنے کے لیے اپنی نئی نسل ان گنت تعداد میں بڑھا کر حکم خدا کو بجالاتا ہے۔

وہی ہے تمہارا اللہ کہ جس نے زمین میں تمہارے لیے پانی کے دو نظام قائم کر دیئے ہیں۔ ایک وہ کہ زمین کے اندر اور دریاؤں یا سمندروں میں ہے کہ جس سے تم طرح طرح کے فوائد حاصل کرتے ہو۔ اپنی کھیتی سیراب کرتے ہو، اپنی پیاس اور اپنے مویشیوں کی پیاس بچاتے ہو، اور ان ہی سے تازہ بتازہ آبی خوراک اور قیمتی پتھر نکالتے ہو اور دوسرا وہ نظام کہ جو خود بخود تمہارے لیے رحمت کا پیغام لے کر بادلوں کی صورت میں بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بے آب زمینوں کی آبیاری کے لیے پہنچتا ہے، کیا تم اب بھی غور نہیں کرتے۔ کہ یہ اتنے معقول اور ٹھیک ٹھیک امور دنیا مقرر کر دینے والی کونسی قوت عظیم ہے۔

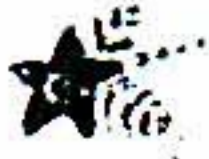
تو پھر یاد کر لو کہ یہ وہی ہے، تمہارا رب اور پروردگار کہ جس نے تمہارے پیدا کرنے سے قبل تمام نسل آدم سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا ہوا ہے۔ تو اے آدم کے بیٹو! تمہارا رب تو اپنے وعدہ کو صاف اور بالکل ادا سے سرانجام دے رہا ہے۔ یعنی وہ تمام نظام کائنات اور دنیا کو تمہارے فائدہ اور رہنے بہنے اور زندگی بسر کرنے کیلئے

ہر وقت مودوں رکھے ہے۔ تو پھر تم سب پر واجب ہے، کہ تم ہر حال ہر جگہ اور ہر علیحدہ علیحدہ قومیت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے رب کو تلاش کرنے اور اس کے صحیح احکام اور سجدہ شکر بجالانے میں کبھی غفلت نہ کرو ورنہ تم سراسر گھاٹے میں رہو گے، کیونکہ تمہیں واٹسکاف الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے، کہ تمہاری موجودہ زندگی عارضی ہے، اور مستقل زندگی میں تمہارے ساتھ تمہاری پہلی زندگی کی کارکردگی کو پرکھنے کے بعد ہی تمہیں ہر چیز میسر ہو سکے گی،

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْغَاشِيِينَ ۝

(سورہ بقرہ ۲۵)

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہیں پر جن کے دل گھلے ہیں



## قرضِ حسنہ؟

تعریف کے لائق تو صرف وہی ہے۔ پاک اللہ کہ جس نے کائنات میں سورج کو گرمی اور سفید روشنی دی تاکہ وہ دنیا کو سردی سے محفوظ رکھے اور ہر جاندار کو بڑھنے پھولنے کے لیے ضروری گرمی لگانا دہنیا کرے اور پاک ہے رب العالمین کہ جس نے آرام و تنہائی کے لیے رات کو تاریک بنایا مگر آسمان میں موجود چاند اور ستاروں کو چمک دی کہ وہ رات کی تاریکی کو کم کریں اور انسان کو رات کی تاریکی اور تنہائی میں خوف بچائیں اور راہ کا پتہ دیں۔ تو اب اے انسان ذرا غور تو کرو کہ اگر اللہ سورج کی سفید روشنی اور چاند و ستاروں کی چمک چھین لے تو تیرے لیے بس تاریکی ہی تاریکی اور خوف ناک سردی میں زندہ رہنا کیسے ممکن ہے؟ اب اگر تو یہ بات پالے کہ کائنات میں نظام کائنات اور جانداروں کی ضروریات زندگی بسم پہنچانے کے لیے تمھارے خالق و رب نے ہی سورج چاند اور ستاروں کو کام میں لگا رکھا ہے تو تجھے ان سب سے سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ کس خوش اسلوبی اور باقاعدگی سے اپنے کام میں لگے ہیں جس پر انھیں مقرر کر دیا گیا ہے۔ تو اے جن انسان! تمھیں بھی تمھارے رب نے اپنی بندگی اور پرستش کے لیے پیدا کیا ہے مگر تم ہو کہ صریحاً عقلمندی میں مبتلا شیطان کی پیروی میں پناہ اور بے راہ روی میں تسکین ڈھونڈنے کی ناکارہ کوشش میں لگے رہتے ہو۔ اللہ تو پاک ہے۔ اپنے وعدہ پر قائم اور غفور الرحیم ہے۔ اگر چاہے تو انسانوں اور

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ  
 کوئی نصیحت نہیں پہنچتی ان کو ان کے رب سے نئی نئی کہ اس کو سنتے ہیں۔ کھیل میں لگے۔ (انبیاء ۱۷)

جنوں کو ان کی وعدہ خلاتی اور نافرمانی کی لمحہ بھر میں سزا دے سکتا ہے، مگر اس نے پہلے سے جو ساعت اس کام کے لیے مقرر کر دی ہے، اُسے تبدیل کرنا نہیں چاہتا پس موقعہ ہے، تمہارے لیے کہ اپنے کئے کی معافی مانگ لو۔ اور اسی کی بخشش اور رحمت کے ہر وقت طلب گار رہو۔ وہ بہت بڑا ہے، سب سے بلند۔ بخشش اور رحمت ہے۔ اس کے پاس بے حساب اور ساعتِ آخر تک تم سب کے لیے اپنی کرپہی اور فیاضی کے دروازے کھلے رکھے گا۔

اور اگر ذرا دھیان دو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارے اللہ نے تمہیں آزمانے کو تم پر معمولی بوجھ ڈالا ہے یعنی دنیا میں اس کی پرستش صبح نصف النہار کے بعد وقتِ مغرب اور سونے سے قبل اور پھر جب بھی تمہیں موقع ملے اس کے علاوہ بھی۔ تحقیق اللہ کی پرستش کے سوا باقی تمام احکامِ ربی جو جو لکھ دیئے گئے آسمانی کتب میں اور قرآن میں وہ تو محض انسان کی خود اپنی ہی بہتری کے لیے ہیں، تاکہ تمہیں دنیا کی گذر بسر میں آسانی ہو۔ اور راہِ حق پر چلنے کے لیے خود کو متقی دپاک رکھ سکو۔ دنیا میں تمہاری زندگی محض ایک امتحان کی حیثیت ہی تو رکھتی ہے۔ پس جو کوئی اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں پر اس کے فریادہ پیغمبروں اور رہبروں سے ہدایات لے کر چلے گا، وہ امتحان میں کامیاب ہوا، اور مستقل زندگی میں اُسے اپنے رب کی قربت میں جگہ ملنے کی توقع رکھنا برحق ہے۔ مگر ابدی زندگی میں اللہ سے قریب اور زیادہ اونچا درجہ تو ان ہی کے لیے ہے جنہوں نے دنیا میں مقررہ فرائض بذمہ انسان بجالانے کے بعد اور زیادہ فرمانبرداری اور عبادت کا سہارا لیا، اور اپنے اللہ کے ہاں دن اور رات کو جاگ کر حاضر باشی اور دلی چاہت اور بے لوث لگاؤ سے اللہ کی محبت خریدنی چاہی۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں

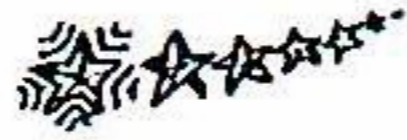
نے اپنے رب کے ہاں قرضہ حسنہ رکھ دیا۔ اور پھر ان لوگوں میں بھی بہت سے درجے ہیں جن میں کہ سب سے بلند درجہ ان کے لیے ہے، جنہوں نے اپنی عزیز جان راہ حق میں قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور عند اللہ لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ پس اللہ کے ہاں اس سے بڑھ کر کیا خلوص ہو سکتا ہے، کہ اللہ کا بندہ اس سے اتنی چاہت رکھے۔ کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے اپنی دنیا کی زندگی کی بھی پرواہ نہ رکھے۔ تو کیسی بلند ہوئی یہ چاہت اور لگاؤ۔ اور کتنے خوش قسمت ہیں شہداء اور ان کے قاصد کہ انہوں نے خود کو مقربین میں سے کر لیا۔ تحقیق یہ اللہ کی طرف ان کا بہت بڑا قرضہ ہے۔ اور پاک ہے وہ ذات کہ لوٹا دے اپنے بندوں کے قرض کئی گنا کر کے اپنی رحمت سے۔

پھر ہیں وہ لوگ جو فی الصلوٰۃ و بے دایغ زندگی گزارنے کے ساتھ شب بے داری سے اپنے رب کی طرف رجوع میں رہتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جو دنیا کی عیش و نشاط کو ٹھکراتے ہوئے اپنے اللہ سے لگاؤ پیدا کرنے کے لیے رات کو جاگ کر گڑ گڑاتے اور روتے ہیں۔ اور پناہ مانگتے ہیں اللہ سے کہ وہ دنیا کی زندگی میں انہیں شیطان سے بچائے اور ابدی زندگی میں اپنے قرب سے صحیح تسکین قلبی سے ہمکنار کرے۔ پس یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اللہ کے پاس ایک قرض کہ جسے اللہ ان کی ابدی زندگی میں لوٹائے گا، اور بلند ہیں ان کے درجات جنتی زندگی میں کیونکہ اللہ کو ان کی اپنے رب سے محبت پر یقین ہے۔

پھر ذکر ہے ایسے لوگوں کا جو اپنے رزق میں سے قرآن و دنیا اور زکوٰۃ نکالنے کے بعد بھی اپنے رزق کو حاجتمندوں، یتیموں، بیواؤں، معذوروں، غریب الوطن

لوگوں اور اللہ کے کاموں میں لاتے ہیں، یعنی اشاعتِ دین و تبلیغِ اسلام پر صرف کرتے ہیں، تو یہ بھی اللہ کے ہاں جمع ہونے والے قرضہ حسنہ کی ایک مثال ہے پس دے گا ان سب کو اچھے مقام اور تمہارے رب کے پاس تو کسی بھی چیز کی کمی نہیں۔ اور نہ ہی بخش کرنے میں اپنے بندوں پر اس کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی واقع ہو سکتی ہے۔

اور اے لوگوں خوب جان لو کہ اللہ نے دنیا میں تمہارے امتحان اور ابدی زندگی میں درجہ بندی کے لیے انسان کو فرائضِ ربی بجالانے کے بعد مزید اطاعت اور اللہ کی طرف راغب رکھنے کے لیے قرضِ حسنہ کی پیشکش کر دی ہے، مگر یاد رکھو تمہارے صحیح رہنے یا بہت زیادہ عبادت کرنے میں اللہ کے خزانوں میں کبھی کمی بیشی نہیں آسکتی، پس ڈرو اللہ سے اندرونِ دل سے اور احکامِ ربانی بجالانے میں بس تمہارا اپنا ہی مہلا ہے۔ تو غور کرو اور دن رات اسی دھیان میں رہو کہ شیطان لعین کبھی تمہارے کسی کام میں مغل نہ ہو، لہذا ہر کام کی ابتدا پر اللہ سے شیطان کی پناہ مانگ لیا کرو اور اس کی شان و دیدہ والی ذات سے مدد طلب کر لیا کرو



ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمِن رَّزْقِنَا لَهُ مَنَارِزًا حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوُونَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ نحل ۷۵)

اللہ نے بتائی ایک کھادت۔ ایک بندہ پرایا مال۔ نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر۔ اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی۔ سو وہ خرچ کرتا ہے۔ اس میں سے چھپے اور کھلے۔ کہیں برابر ہوتے ہیں۔ سب تعریف اللہ کو ہے۔ پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے۔

## یَوْمِ الدِّينِ؟

انسانی اعمال خود کار طریقہ سے رقم ہو رہے ہیں۔

اے حق کی تڑپ رکھنے والو!

بتادواللہ کے تمام بندوں کو کہ تم اور تم سے پہلے تمام اس دنیا میں قیام کر چکنے والے نیز وہ جو تمام تم سے بعد ساعتِ آخر تک کہ جب توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے آنے والے ہیں۔ یعنی تمام نسلِ آدم اور ان تمام کی کارکردگی محفوظ ہے اللہ کے پاس اس طرح سے کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی کوتاہی یا نقصان یا کم ہونے کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ اسی کائنات جو کہ ایک محفوظ کتاب کے صفحات پر مشتمل ہے ان میں اللہ کے حکم اور نورانی اثرات سے رستم ہو رہا ہے اور اس کتابِ مبین کی دسترس سے اس کائنات کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ  
إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۗ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ  
مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا  
أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (سورة یونس - ۶۱)۔

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے کچھ قرآن، اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں حاضر ہوتے تم پر۔ جب تم لگتے ہو اس میں اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بہر زمین میں نہ آسمان میں۔ نہ اس سے چھوٹا، نہ اس سے بڑا جو نہیں کھلی کتاب میں۔



اور یاد رکھو اس کتاب میں سے ایک ذرہ بھی فنا نہیں ہو سکتا اور  
اپنی نوری پہنچ ربوبیت سے اللہ کے علم میں ہے۔ پس ان ذرات کی شیرازہ بندی  
اور اپنی منشا کے مطابق جوڑ و توڑ تمہارے خالق و مالک کے قبضہ قدرت

میں ہے۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۗ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ  
عِلْمِ الْغَيْبِ لَا يُعْزِبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ

وَلَا أَصْفَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (سورہ سبأ ۳)

اور کہنے لگے منکر نہ آوے گی ہم پر وہ گھڑی تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ  
آوے گی تم پر اُسے چھپے جانے والے کی غائب نہیں ہو سکتا اُس سے ذرہ بھر۔ آسمانوں میں نہ زمین  
میں اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب میں۔

اس وسیع و عریض کتاب خاص میں ہونے والے واقعات و حالات سے  
آگاہی اللہ کے مقبول بندوں کو بھی بعض اوقات عطا کی گئی۔ جس کی مثال عہد سلیمانی

سے ظاہر ہے کہ وہ جنات سے قدرت اور دسترس میں بازی لے گیا۔ جس کے پاس

کائنات کی کتاب کا کچھ ہی علم تھا۔

تو اے مومنین خوب غور سے سن لو۔ اس کائنات میں موجود جب ہر ایک ذرہ اور ریزہ کی کارکردگی اور اصلیت سے اللہ تعالیٰ ہر لمحہ بخوبی واقف ہیں۔ بلکہ اس کائنات کا ہر ایک ذرہ ذرہ اسی کی ذاتِ ربوبیت اور مرکزیت سے قائم و دائم ہے اور اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ تم بھی اسی کائنات میں پیدا کئے گئے ہو

وَوَضَعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مَشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ  
يُوَيْلَتُنَا مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا  
وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ع (سورہ کہف ۴۹)  
اور رکھا جاوے گا۔ کاغذ پھر تو دیکھے گنہگار ڈرتے ہیں۔ اُس کے بیچ رکھے سے اور کہتے ہیں۔  
اے خرابی کیا ہے یہ لکھنا نہ چھوڑے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں گھیری اور پاریں گے  
جو کیا ہے سامنے اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا کبھی پر۔

تو تمہیں اچھی طرح سے یہ بات سمجھ میں آجانی چاہیے کہ اس کائنات میں تمہاری ہر حرکت ہر ادا تمہارے پیدا کرنے والے کی اس کائنات میں نقش ہوتی جا رہی ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ جب تمہارا پروردگار جزا و سزا کے اعلان کے ساتھ چاہے گا تو یہ تمہاری سرگذشتِ دنیا و ہر ادا سے گاتنا کہ تم سب نسلِ انسانی کو دنیا کی زندگی میں اپنی کارکردگی صاف معلوم ہو جائے۔ باایں ہمہ کسی نفس کو یہ خیال تک

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ (سورہ نزل - ۷)  
سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی، وہ دیکھ لے گا۔

نہ گزرے کہ اللہ جو غفور الرحیم ہیں انہوں نے کسی ایک کے ساتھ ظلم سے فیصلہ دیا ہے۔

پھر وہ دن مومنین کے لئے خوشی کا دن ہو گا کہ انہیں ان کے رب کی طرف سے توری بصارت لوٹا دی جائے گی۔ تا آنکہ وہ اپنے خدا کی بخشش اور رحمت سے بہرہ ور ہو سکیں تو کیسے خوش قسمت ہوں گے۔ وہ جنہوں نے اس دنیا کی زندگی میں شیطان کے نقش قدم اور پیروی کو رد کرتے ہوئے اپنے اللہ اور خالق و مالک کو نہ بھولایا اور اسی کی فرمانبرداری میں صبر سے لگے ہوئے اُس وقت کی انتظار کی کہ اُن کی باطنی آنکھ انہیں لوٹا دی جائے یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے شیطان اور اپنے نفس کی بجائے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں اور رہبروں سے ہدایت حاصل کی اور اپنی ظاہری آنکھ سے نظر آنے والی خوبصورت دنیا اور شیطانی ہدایت کو رد کر دیا اور اب یہ اُن کے صبر و استقامت کا اجر ہے کہ یہ اپنی باطن کی آنکھ روشن ہوتے ہی مقامِ جنت کہ جس کا پھیلاؤ آسمان اور زمین پر محیط ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ  
وَالْأَرْضُ لَا أَعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ؕ (سورہ آل عمران ۱۳۳)

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت چرکی کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین۔ تیار ہوتی ہے واسطے پرہیزگاروں کے۔

یے دریغ جہاں جی چاہے پہنچ جاتے ہیں اور ان سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہے اور وہ انہیں اپنی مقبولیت میں لے چکا ہے، اور اب یہ رہیں گے وہاں رہنا بے حساب۔ (دیکھیں آیات سورہ ہود ۱۰۶ اور ۱۰۸)

ادھر دوسری طرف شیطان اپنے دشمن ازل کی پیروی اور کہنے پر عمل کرنے والے وہی انسان جو دنیا کی زندگی میں آخرت اور اپنے اللہ کی پیشی پر یقینی میں مبتلا تھے اور جن لوگوں نے کہ اللہ کی طرف سے ہدایت اور غیب پر یقین لانے کی بجائے شیطانی وسوسہ اور دنیا کی زندگی کو ہی اپنے لئے پسند کیا دوبارہ اٹھائے جاتے پر خود کو اس باطنی دنیا میں بالکل اندھا پائیں گے۔ پس یہ ہی وہ لوگ ہیں کہ سراسر گھاٹے میں مبتلا اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ ط كَلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْوَانِيَهٗ قَلَا  
وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ط وَكَلَّمَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ  
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ع

(سورہ بقرہ ۲۰)

قریب سے بجلی کہ اچک لے ان کی آنکھیں۔ جس بار چمکتی ہے ان پر چلتے ہیں اس میں اور جب اندھیرا پڑا۔ کڑے رہے۔ اور اگر چاہے اللہ لے جائے ان کے کان اور آنکھیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

گمراہی، مصیبت و یاس کے دردناک گڑھوں میں گھر جائیں گے۔ ان کے لئے

مَثَدُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصْفَرَ وَالْبَصِيرَ وَالسَّمِيعَ ط هَلْ

يَسْتَوِينَ مَثَلًا ط أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ع (سورہ ہمد ۲۴)

مثال دونوں فریقوں کی، جیسے ایک اندھا اور بہرہ اور ایک دیکھتا اور سنتا۔ کیا برابر ہے دونوں کا حال؟ پھر کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ج وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى

(سورہ طہ ۱۲۶)

فرمایا۔ یوں ہی پہنچیں تمہیں تبجہ کو ہماری آیتیں۔ پھر تو نے اس کو بھلا دیا۔ اور اسی طرح آج تبجہ کو بھلا دیں گے۔

یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔ چونکہ ان کا سیاہ حلقہ بصارت بھی ختم کر دیا جائے گا۔ پس انہیں ظاہر اور باطنی دونوں روشنیوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ پس وہ اپنے رب سے دھتکار دیے جائیں گے اور انہیں کچھ چھٹکارا نہیں ملے گا یا جب تک اللہ چاہے (سورہ صودہ ۱۰۰) پس اسے بندگانِ خدا!

ڈرو اپنے رب سے اور ہر وقت اور ہر لمحہ اس سونچ میں رہو کہ تمہاری ہر حرکت و کارکردگی کائنات کی کتابِ مبین میں ہر آن رسم ہوتی جا رہی ہے لہذا اپنے اعمال نامے کے صفحات اپنی بہتری اور نیک آخرت سے سجا لو ورنہ

تمہیں خود ہی اپنے اعمال نامہ کو دیکھ کر پشیمانی سے دوچار نہ ہوتا پڑے۔ یاد رکھو کہ ہرگزرنے والا لمحہ تمہاری زندگی میں دوبارہ واپس نہیں آئے گا اور ہر آنے والا لمحہ تمہیں اس دنیا کی زندگی کی مدت کم ہو جانے کی خبر دیتا ہے پس اپنے جسم کے ہر اعضاء سے اس طرح سے کام لو کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، بولنا، سوچنا فیصلہ کرنا حتیٰ کہ کھانا پینا، رہنا سہنا اور مختصر یہ کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ محض تمہارے اللہ کی رضامندی کی طرف اقدام معلوم ہوں اور اپنے ازلی دشمن شیطان سے ہر وقت ہوشیار رہو۔ جو تمہیں اپنے ساتھ جہنم داخل کرنا چاہتا ہے یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ اُس کے ساتھ جہنم ہی پر ہے۔

اے اس ترقی یافتہ دور کے انسان!

کیا تمہارے لئے اب بھی کائنات میں خدائے تعالیٰ کی بادشاہت اور ازل سے رواں دواں انتظام کائنات پر اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور تجھے اب اس بات سے کیسے انکار ہے کہ تمہارے اللہ کو کائنات میں مرکزی حیثیت ہے اور تمام کائنات میں جب بھی اور جہاں بھی وہ جو کچھ چاہتا ہے بس ایک حرف یہ کہنے سے سرانجام پا جاتا ہے کہ ”ہو جا“ اور تحقیق سب کائنات اسی کی پیدا کردہ ہے اور اسی کے زیر اثر خاص الخاص توری اثرات (فرشتوں) سے رواں دواں ہے اور وہ جب بھی چاہے اپنے حکم سے اس کو ختم کر سکتا ہے اور پھر دوبارہ برقرار کر سکتا ہے۔

اب جب کہ تم کو ایسے آلات اللہ کے حکم سے حاصل ہو چکے ہیں کہ دنیا کے ارد گرد ان کے اثرات سے پیغام رسانی اور اپنے احکام پر عمل کروانے کی صلاحیت

تمہیں میسر ہوگئی ہے اور یہ سب کچھ تو تمہیں اسی لئے عطا کر دیا گیا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے نظام کائنات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

پس اسی طرح سے نظام کائنات اللہ کے حکم سے ایک عرصہ تک کے لئے خود بخود اسی کے اذن کے عین مطابق اسی ذات پاک کے نوری اثرات (فرشتوں) کہ جو ہر جگہ اُس کے احکام کو لئے پہنچتے ہیں کی بدولت جاری و ساری ہے۔ اور تحقیق انسان اس تمام انتہائی درجہ تک پہنچے ہوئے نظام کائنات میں سے اپنے اللہ کی منشا کے مطابق محض معمولی حدود تک واقفیت اس دنیا میں حاصل کر سکتا ہے جو کہ خدائے عظیم و برتر کے نظام کے ذرہ برابر سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتا نیز یہ دنیا میں انسانی عقل سے مادی ترقی اللہ کے مقبول بندوں کی قوتِ باطن سے پست ترین درجہ میں سمجھی جاسکتی ہے۔ پس اے نادان انسان دنیا میں مادی اور عقلی ترقی کو پیچ سمجھتے ہوئے اپنے رب و خالق کے حضور خود کو مقبول بنانے کی جدوجہد تیز سے تیز کر دو۔ تاکہ اپنی باطنی آنکھ حاصل کر سکو۔ پھر تمام ترقیاں تمہارے تابع ہو جائیں گی

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 وَتَوَّابُوا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَّابُوا بِاللَّهِ ۝ (سورة العصر)  
 قسم اترتے دن کی - مقرر انسان پر ٹوٹا ہے - مگر جو یقین لائے - اور کیے بھلے کام اور آپس میں  
 تقلید کیا ہے امن کا اور آپس میں تقلید کیا ہے صبر کا۔

## انتخاب نور و نار؟

پاک ہے وہ ذات کہ جس نے انسان کی رہبری بہر دور اور بہر کٹھن وقت  
 میں ضرورت کے مطابق کر دی ہے۔ تاکہ وہ شیطان لعین کے ہتھکنڈوں سے باخبر  
 رہے اور اپنے اصلی مقام جنت کو دوبارہ حاصل کر لے۔ کیونکہ یہ وسیع و عریض  
 کائنات جنت کہ جس کا پھیلاؤ زمین سے آسمانوں تک ہے۔ اللہ نے اپنے مقبول  
 اور منتخب نائبین و خلفاء کے لئے ہی ترتیب دی ہے۔

اے انسان تیرے لئے کتنی سیدھی اور آسان بات ہے کہ نہ تو تجھے نار  
 ہی دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی نور۔ مگر تجھے تیرے رب نے واضح طور پر یہ بتا دیا  
 ہے کہ تیرے لئے بہر حال نور کا انتخاب ہی بہتر ہے تو پھر تو ان دونوں سے  
 اپنے لئے نور ہی کو چن لے تو یہ تیری ہی فلاح ہے۔

ذرا اپنے سے پہلے گزرنے والوں کے احوال کو غور سے سُنو اور گھوم پھر کر  
 قریہ قریہ دیکھو تو تمہیں یہ بھید کھل کر سامنے آجائے گا کہ تم سے پہلے آنے والوں  
 میں سے صرف زیادہ تر ان ہی لوگوں کی یاد اور نشان باقی ہیں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی



طرح حق گوئی اور سچائی کا ساتھ دیا۔ مگر وہ تمام لوگ جو ظالم اور باطل پرست تھے۔ رسوا ہوئے اور اب اُن کا کوئی بھی نام لیوا نہیں اور جہاں بھی ان کا نام آتا ہے انسانیت اُن سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔

اور پھر ذرا غور کرو۔ پیغمبروں اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کو کہ جنہوں نے ہر وقت حق گوئی اور راست بازی سے نورِ خداوندی میں خود کو لگائے رکھا اور خلقِ خدا کو نارسے نور کی طرف آنے کی تلقین کرتے رہے۔ اُن کا نام تم میں سے بیشتر نہایت ادب اور احترام سے لیتے ہو اور ان کے آثار اور خیالات کو پاکیزہ خیال کرتے ہو۔ تو اب غور کرو کہ ان سب نے جو ہدایت اور توری اثرات کے پیکر تھے۔ انسانیت کے لئے اپنا ہر قول و فعل اُس کی بہتری کے لئے کہا اور کیا اور تمہارے لئے کیسی وضع مثالیں ہیں کہ ان میں سے کسی نے تمہیں زنا سے منع کیا تو اس سے رکنے اور نہ رکنے میں تمہارے لئے کیا کیا فوائد اور کیا کیا نقصانات ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ زنا سے زانی یا زانیہ کو محض شہوانی فعل کی تکمیل کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ مگر دونوں معاشرہ میں بدنام ہونے اور ملکی و ملی قانون کے مجرم ہونے کے ساتھ اپنے لئے دنیا میں اپنے ہی عزیز و اقارب کو دشمن بنا لیتے ہیں اور آخرت میں اللہ کی ناراضگی خرید لیتے ہیں دنیا کی دشمنی انہیں قتل و غارت گری میں لے ڈوبتی ہے اور اللہ کی ناراضگی اُن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نور سے دور اور اللہ کے سایہ عافیت و سکون سے محروم کر دیتی ہے۔ پس جو کوئی نور سے چھوٹا، نارہی ان کا ٹھکانا ہوا۔

اور پھر اگر ان میں سے کسی نے تمہیں رزقِ حرام و بوجا سے گذر بسر کرنے سے منع کیا تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں تمہارے لئے کیا کیا فوائد اور کیا کیا نقصانات

ہیں۔ یعنی کہ حرام خوری اور جو اولوں ہی دنیا میں دوسروں کی حق تلفی کرنے کے مترادف ہیں۔ چنانچہ دوسروں کی حق تلفی بھی اسی طرح سے معاشرہ میں بدنامی اور ملکی و ملی مجرم ہونے کے ساتھ اس دنیا میں اپنے ہی عزیز و اقارب کو دشمن بنا دیتی ہے۔ دوسری طرف اپنے خالق و رازق کے رزق کے خزانوں سے ناجائز طور طریقوں سے رزق حاصل کر کے ان خزانوں میں خیانت کے مجرم ہو جاتے ہیں۔ پس دنیا میں خطرات ان کو ختم کرنے کی تاک میں رہتے ہیں اور آخرت میں تو یہی وہ لوگ ہیں کہ حساب سخت جن کی تاک میں تیار کھڑا ہے۔ پس جس کسی نے اللہ کے خزانوں سے رزق حاصل کرنے میں خیانت کی اُس نے خود کو نار کے سپرد کر دیا۔ اور ان میں سے کسی نے اور پھر اگر تمہیں نشہ کی حالت سے بچے رہنے کی تلقین کی تو اس سے پرہیز کرنے میں نقصانات اور فوائد بڑی اچھی طرح سے تم پر واضح ہیں۔ یاد رکھو نشہ کرنا تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی وقتی طور پر خود کشی کر لے اور یہ تو بڑی بیدھی سی بات ہے کہ نشہ کرتے وقت نشہ کرنے والا منشی چیز ضرورت سے زائد استعمال کر لیتا ہے جو کہ بلاشبہ اُس کے جسم کے ساتھ دل و دماغ پر زہریلے اثرات پیدا کر دیتی ہے کہ جس کے زیر اثر وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ اُس کے لئے نیک و بد کی پہچان ہی نہیں رہتی۔ یعنی وہ انسان سے حیوان بن جاتا ہے۔

پس ایسے شخص کے لئے خود کشی کرنا اس لئے کہا گیا ہے کہ منشی چیز کہ جس کے زیر اثر متعلقہ شخص اپنے دل و دماغ کو ماؤف کر لیتا ہے۔ وہ اُس کے تمام جسم و اعضاء پر بد اثرات رکھتی ہے اور اگر اُس کے دل و دماغ و جسم کو مستقل طور پر ماؤف کر دے

توحیقت میں اُس کے لئے آخری وقت آن پہنچتا ہے۔

دوسری طرف ایسے اشخاص کہ جو نشہ کی حالت خود پر طاری کر لیتے ہیں۔ اُن کا دل و دماغ نیک و بد کی پہچان کھو دیتا ہے چنانچہ وہ خود کو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ نیک و بد کی تشخیص کے نظام میں رخنہ اندازی کر کے اللہ کے انسان کو دنیا میں آزمائش کے وعدہ سے روگردانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پس اسے اللہ کے بند و خوب غور سے سُن لو یہ دونوں حالتیں مجموعی طور پر انسانی خودکشی کے مترادف ہیں اور بلاوجہ خودکشی کرنا تو اس سے کم نہیں کہ اللہ کی رحمتوں سے انتہائی مایوسی ہے جس سے ظاہر ہے کہ بندے کو اللہ اور اپنے خالق پر بھروسہ نہیں رہا تو پھر ایسے انسان کہ جن کو اللہ سے مایوسی ہو، اور بھروسہ نہ رہے۔ شیطان اور نار اُن سے بڑی آسانی سے وابستگی کر لیتے ہیں۔

اور تمہارے اللہ نے تو اپنے بندوں کو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ اور امید ہر وقت قائم رکھو کیونکہ یہی تو اللہ سے وابستگی کا ذریعہ ہے اور ایک مومن کے لئے تو مایوسی کسی لمحہ بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جس نے اللہ سے مایوسی آہستہ آہستہ کی اس نے خود سے اللہ کو بھی مایوس کر لیا۔ تحقیق اے انسان تمہارے لئے اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ تمہارا خالق و مالک تم سے مایوس ہو جائے۔ پس اے مومنین! اللہ کی رحمت اور مہربانی سے کسی وقت بھی مایوس نہ رہو۔ یاد رکھو اور کبھی نہ بھولو کہ تم پر کٹھن وقت لے آنا محض تمہارے صبر و استقلال کی آزمائش ہی ہو سکتی ہے۔ پس اللہ کے بندوں پر واجب ہے کہ وہ دل و دماغ سے یعنی پوری یکسوئی سے ہر وقت اپنے اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور اپنے ہر قول و فعل میں اُسی کی فرمانبرداری مقدم رکھیں اور اپنے

دل و دماغ کو اس حالت میں نہ پہنچادیں کہ اُن کو نیک و بد کی پہچان ہی نہ رہے کیونکہ ایسی حالت انسان جو کہ انشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا گیا ہے اس کی نہیں بلکہ حیوان کی ہے اور یہ بات تو واضح ہے کہ تمہارے اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں سے انسان کو ہی اپنے خلیفہ ہونے کے لئے چن لیا ہے پس اگر تم یہ مرتبہ حاصل کر لینے کے خواہاں ہو تو تمہارے لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم اُسی کی فرمانبرداری ہر وقت کرتے رہو تاکہ وہ تم کو ناری اثرات سے محفوظ رکھ کر تمہیں نوری وسائل کے زیر اثر کر لے۔ اسے لوگو! شیطان تو اپنے لئے نار منتخب کر چکا۔ کیونکہ اُس کا تو خمیر ہی ناری ہے۔ مگر تمہیں جو کہ مٹی سے اٹھائے گئے ہو تو اسے دور رکھنا پسند کرتا ہے کیونکہ وہ تمہارا ازل سے دشمن چلا آتا ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے دوبارہ باطنی قوتِ نوری عطا کر دے کہ جس کے اثر میں تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس کی نیک و ستھری زندگی پاسکو گے جہاں تمہارے لئے کوئی مصیبت و دکھ نہیں اور نہ ہی کسی قسم کا فکر تمہارا دامن گیر ہوگا۔



لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ  
بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِإِلَهِ اللَّهِ فَقَدْ سَمَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ لَا انْفِصَامَ  
لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (سورہ بقرہ ۲۵۶)

زور نہیں دین کی بات میں۔ کھل چکی ہے۔ صلاحیت اور بے راہی اب جو کوئی منکر ہو مفند

سے اور یقین لارے اللہ پر اس نے پکڑی کڑی مضبوط جوڑنے والی نہیں اور اللہ سنا ہے جانتا ہے۔

# نورانی کشش

GRAVITY

## المیزان

پاک ہے اور بہت ہی عظمت و برکت والی ہے، وہ ذات کہ جس نے کائنات کو پیدا کیا چھ یوم میں اور اس میں کون و مکان مقرر کر دیئے تاکہ اس میں انسان جو اس کی مخلوق میں سب سے افضل ہے اس کو اپنی روحِ خاص سے نور عطا کرے کہ اُسے اللہ کی قربت اور سکونِ ابدی مل جائے۔ مگر یہ گراں بہا عطیہ حاصل کرنے کے لیے عقل و آرائش کا ایک دور مقرر کر دیا۔

اے انسان! تمہیں اللہ نے عقل جیسی نعمت سے مزیں کیا اور یہی ایک بیش بہا خزانہ ہے، جسے اگر اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کی روشنی میں خرچ کرو تو اسی میں تمہاری نجات ہے۔ دوسری مخلوق سے تجھے عقل عطا ہونے سے ہی برتری دی گئی۔ مگر یاد رکھو کہ یہ فقط تمہارے پاس امانت من جانب اللہ ہے۔ تاکہ تم اللہ تک دوبارہ رسائی حاصل کرنے میں اس سے مدد حاصل کرو، تو واضح ہو کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ امانت کو استعمال میں لاتے وقت تم اللہ سے لو لگاتے رکھو۔ اس کا سیدھا اور آسان طریقہ یہ ہو گا کہ تم اپنے دل جو ہر وقت اُسی اللہ کی یاد میں

جو لیبیک لیبیک کہہ کر تمہیں زندگی سے ہمکنار رکھتا ہے۔ کی وساطت سے اللہ کے نور سے تعلق بنا لو پس جب بھی تم دل کی آواز کو سن کر عمل کرو گے، اور ہر وقت اس کی آواز کی صدا لیبیک لیبیک پر غور کرو گے، تو اللہ تمہارے لیے نور ہدایت بھیجتا رہے گا۔ پس اے انسان اپنی عقل کو اسی لیبیک لیبیک کے تابع رکھو اور اپنے ازلی دشمن شیطان کو اپنی عقل پر قابض نہ ہونے دو۔ اور جان لو کہ شیطان ہر لمحہ اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ وہ تم سے اس خدائی امانت کو چھین لے اور تمہیں اپنی ہدایت کا آلہ کار بنا کر گمراہ کر دے، پس ظاہر ہوا کہ انسان جب بھی اپنی عقل سے کام لینے لگتا ہے شیطان اس تاک میں رہتا ہے کہ وہ ہر غلط کام کو انسان کے لیے بہتر اور صحیح ظاہر کر کے اسے غلط روی میں مبتلا کر دے۔ لہذا ہر کام شروع کرنے سے قبل اللہ سے شیطانی خیالات کو رد کرنے اور اپنی پناہ اور نور ہدایت میں رکھنے کی دعا کر لیا کرو اور تمہیں اللہ پر پورا بھروسہ ہونا چاہیے کہ وہ بڑا غفور الرحیم اور صحیح ہدایت پہنچانے والا سب سے بڑا رہبر ہے۔

اے نادان انسان! ذرا غور تو کر دو کہ تم سے پہلے گذرنے والوں کے احوال تمہیں اللہ نے پہنچا دیئے ہیں۔ اور پھر غور کرو ان پیغمبروں کے احوال پر کہ جنہیں مختلف ادوار میں ان کے اپنے دور کے رسم و رواج اور عقل و دانش کے مطابق ہدایات اور نشانیاں دے کر تمہارے رب نے مختلف قوموں کی طرف بھیجا۔ یہ تمام بھیجے جانے والے اپنی اپنی قوم کی رہبری اپنی قوم کی عقل و علم کے مطابق کرتے رہے تاکہ انہیں اللہ کی طرف سے نور ہدایت بخوبی سمجھ آجائے۔

تو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے موسیٰ کو فرعون کے عہد میں رہبری کے لیے منتخب

کیا۔ جب کہ اس کے زمانہ میں جادو کا فن عروج پر تھا۔ پس تمہارے اللہ نے موسیٰ کو ایسی چیدہ نشانیاں دے دیں، کہ موسیٰ کے یدِ بیضا اور عصائی اثر دھے نے سب جادو گروں کو مات کر دیا۔ یہ اسی لیے تھا۔ کہ موسیٰ تو عمل کرتا تھا، نور خدا سے ہر اہمیت لے کر مگر جادو گر جو کہ شیطان کے پیروکار تھے، شیطانِ عمل سے انسانوں کو گمراہ کر دیتے تھے، پس ظاہر ہے۔ جب بھی تمہارے اللہ نے اپنے بندوں کو شیطان کی پیروی سے بچانا چاہا تو اپنے نور کے ذریعہ ان میں سے اپنے چیدہ بندوں کی وساطت سے حق ظاہر کر دیا۔ تو باطل کہاں کھڑا رہ سکتا ہے، حق کو دیکھتے ہی باطل ہمیشہ ہمیشہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اور پھر سب نے دیکھ لیا۔ کہ فرعون اور اس کے پیروکار جو بنی اسرائیل پر ظلم توڑ رہے تھے، اور دنیا میں خدا سے منکر بلکہ خود کو خدا منوال نے پر مضر تھے۔ اسی بنی اسرائیل اور موسیٰ کے سامنے سمندر کی موجوں کی منظر ہو گئے، کیونکہ جو راستہ تمہارے رب نے اپنے منتخب بندوں کے لیے پیدا کیا تھا، وہ شیطان کے پیروکاروں کے لیے تباہی کا پیغام ہی دیا کرتا ہے۔ پس اے مومنین تمہیں چاہیے کہ اپنی عقص کو ظاہر داری اور شیطانی طور طریقوں پر نہ لگاؤ۔ بلکہ ہر لمحہ اپنی کارکردگی کا جائزہ لے لیا کرو۔ کہ آیا تم نور حق سے راہ لے رہے ہو۔ یا کہ شیطانی وسوسہ کی پیروی میں لگے ہو۔ تحقیق ابلیس اور اس کے حواری جو کچھ کر دکھاتے ہیں۔ وہ غیر مستقل اور انسانوں کو نار کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ سے نور حق کی روشنی میں نشانیاں دیکھنے والے سچائی اور پائیدار سکون ابدی کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔

اور پھر تمہارے لیے عیسیٰ کا پیدائش سے لے کر اٹھائے جانے تک تمام

احوال نور اور حق کی برتری کی بہترین دلیل ہے، کیونکہ عیسےٰ جسے روح اللہ کی قوت سے نوازہ گیا۔ اس نے اپنے پیدا ہونے کے فوراً بعد اپنے نبی ہونے اور اپنی قوم کو اللہ کی ہدایت کی طرف لے جانے کا اعلان کر کے اس زمانہ کے مشجدہ بازوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور پھر اپنے زمانہ کے تمام عالموں اور مسیحاؤں کو نیچا دکھایا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ انسانی عقل شیطان کی پیروی میں جو کچھ کر سکتی ہے۔ وہ اللہ سے لو لگانے اور فوری ہدایت لینے والوں کے سامنے بیخ ہے۔

اور اب تمہارے رسول برحق محمدؐ کہ جن پر اللہ اور تمام فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں، انہوں نے اپنا تعلق نور حق سے بنا کر کلام خدا اس انداز میں سنایا کہ تمام اہل زبان و علم اس کی منظر نہ لاسکے۔ تو ان سب فصیح و بلیغ اور کینتائے روزگار شعلہ بیان اہل عرب نے پیغام خدا کو بتدریج اپنے دل میں جگہ دی، پس اللہ نے اس خطہ اور قوم کی وساطت سے اپنا جامع اور مکمل دین تمام دنیا کے انسانوں کی رہبری کے لیے اپنے برگزیدہ نبی انجی کے ذریعہ دنیا میں پہنچا دیا۔ پس اللہ نے انسانی عقل کی رہبری اپنے بندہ خاص سے کر دی، تاکہ وہ شیطانی اثرات سے پوری طرح پاک ہو جائے۔

اے مومنین تمہیں اللہ نے اسلام پورے ضابطہ کے ساتھ پہنچا دیا ہے، اور اب یہ تمہارا فرض ہے، کہ اس مکمل دین پر کابند رہو، تمہیں چاہیے کہ دین کے معاملہ میں سچیدگی مت پیدا کرو اللہ تو یہ کبھی نہیں چاہتا کہ وہ اپنے بندوں پر نامناسب پابندی لگائے یا اتنا بوجھ ڈال دے کہ اس کے بندے اسے سخت گیر سمجھنے لگیں۔ اور وہ شیطانی دوسوں میں دلچسپی لیں، پس تمہیں چاہیے کہ جب کبھی تمہیں دین کے معاملہ میں کوئی معاملہ سمجھ نہ آئے۔ تو قرآن میں غور کرو اور اس کے لیے ایک بے لوث اور اللہ سے ڈرنے والے بندہ خدا سے پوچھ کر لیا کرو



اور پھر تمہیں چاہیے کہ کسی اختلاف یا خطرناک بحث میں نہ پڑا کرو۔ کہ جس سے تمہیں مختلف گروہوں میں بٹ جا۔ نے کا اندیشہ ہو، تمہیں ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی لازمی ہے، کہ تمہارا خدا ایک ہے۔ اور واحد ہے، تمہیں وہ ایک قوم اور آپس میں محبت و سلوک سے ہی دنیا میں دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہے، پس تمہیں ہر بات و مرحلہ میں یہ اصول اپنالینا چاہیے کہ ہر کام یا بات کے دو پہلو ڈھونڈ لو۔ ایک وہ پہلو جو تمہیں خدا اور رسول کی اطاعت میں رکھتے ہوئے انسانیت اور مومنین کی بہتری کی اجتماعی نشاندہی کرے۔ اور دوسرا وہ پہلو کہ جس نے خدا اور رسول کی اطاعت یا انسانیت و مومنین کی اجتماعی برائی و نقصان کا موجب دکھائی دے۔ پس تمہیں چاہیے کہ ایسے راستے سے فوراً کنارہ کشی اختیار کر لو، اور اپنے رب سے پناہ کے طالب رہو۔ خواہ اس میں تمہارا ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

اے ایمان والو!۔ تمہارے پروردگار سے یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ جوں ہی جوں دنیا میں انسان کی زندگی کے خاتمہ کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا، انسان خود کو عقل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط اور عروج پر پائے گا، لہذا وہ ایسے طور طریقے اور ذرائع حاصل کرنے کی فکر میں رہے گا، کہ جس سے وہ ابدی سکھ اور زندگی حاصل کر لے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح سے کائنات پر غلبہ حاصل کرنا شیطانی عمل سے کم نہیں۔ اللہ نے تو بہر حال انسان کو عقل دی ہے، کہ وہ اس سے اپنا دنیا میں قیام نیکی کی پہچان اور بدی سے نفرت میں صرف کرے اور اللہ سے لو لگا کر ابدی زندگی میں چلا آئے۔

تحقیق اللہ کے بندوں پر یہ ہرگز ممالعت نہیں۔ کہ وہ اپنی عقل سے حاصل شدہ فوائد و ایجادات انسانی بہتری اور اپنی نجات کے لیے صرف کر دیں، مگر ایسے تمام ذرائع

و ایجادات کا شیطانی راہ اور انسانوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے میں صرف کرنا ایسا ہی ہے کہ جس طرح سب کو قتل کرنا اور بعد میں خودکشی کر لینا۔

اے اللہ کے بندوں! تم جو کچھ بھی اپنی عقل سے کھڑا کرتے یا ایجاد کرتے ہو تمہاری سب ایجادات تمہیں ذرا سا غور و فکر کرنے سے اللہ سے مزید قریب اور پختہ رشتہ میں منسلک کر سکتی ہیں۔ اللہ تمہارے سمجھانے کے لیے کیا خوب مثال دیتا ہے۔ کہ اللہ نے دنیا میں میزان یعنی تول کا طریقہ پیدا کیا اور اے ترقی یافتہ دور کے انسان جس قوت اور طاقت کی بدولت تمہاری ترازو کے دونوں پلٹے یکساں وزن ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، اور تمہارے لین دین میں انصاف کا موجب ہوتے ہیں، اور جس کشش کو تم نے ایک فرضی قوت قرار دیا ہے۔ وہ تو زمین اور اسی طرح دوسرے سیاروں میں اللہ کی نورانی قوت سے حاصل ہے۔ اور اسی قوت خاص سے تمام کائنات کے نظام کو اپنے اپنے دائرہ میں محور بننا گیا ہے۔

پس تمہارے ترازو پر اثر انداز تمہارے اللہ کی نورانی قوت کشش ہے۔ جو کہ زمین میں جذب ہوتی رہتی ہے، لہذا اگر تم اس ترازو سے انصاف کی بجائے ناانصافی اور غلط تول سے زیادتی کرتے ہو۔ تو خوب سوچ لو کہ تم اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی قوت خاص سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہو جو کہ بندوں پر ظلم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اللہ کی قوت خاص کی بے حرمتی و بے ادبی سے تعبیر ہوتی ہے۔ پس تم اس دوسرے جرم کے سزا دار ہو جاتے ہو۔ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے۔ اور اللہ نے تو تمہیں اس تمہاری انتہائی ترقی کی سمجھ اور چالاکی کا پول بھی تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔ کیا اب بھی تم اللہ سے چھپ کر

ماپ تول کی مدد سے گناہ کرنے کی جرأت رکھتے ہو، پاک ہے اور بلند ہے، تمہارا پروردگار کہ اس کے علم میں قیامت تک کی تمام انسانی ایجادات و علوم کی اصلیت موجود ہے، اور وہ انسان اور شیطان کی مکاریوں سے پوری طرح سے باخبر ہے اور ان سب کی کوتاہیوں کو کھول کر بھی انسان کی رہبری کرنے سے نہیں چوکتا مگر اسے انسان تم پر صد حیف ہے کہ اللہ کی طرف سے سچائی اور صحیح بات آجانے کے بعد بھی تم گناہ کرتے سے نہیں ڈرتے۔ یاد رکھو اللہ کے لیے تم میں سے بیشتر کو ابدی تاری زندگی میں دھکیل دینا کچھ معنی نہیں رکھتا، مگر وہ ان سب کو جہنوں نے صبر و استقامت سے بڑائی کو رد کیا اور ہدایت کے متلاشی رہے، ابدی سکون اور اپنی قربت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لینے کا پکا وعدہ دے رہا ہے۔ پس جان لو کہ اللہ کا وعدہ ہی سچا وعدہ ہے، اور شیطان کا بہکاؤ تو محض تمہاری دشمنی کی بدولت ہے۔

## \* خبردار! \*

الْمَرْتَرَانِ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط مَا يَكُونُ  
 مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُمْ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُمْ سَادِسُهُمْ وَلَا  
 آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُمْ مَعَهُمْ آيُنَ مَا كَانُوا جِ تَمَّ يَنْبِئُهُمْ  
 بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ (سورۃ مجادلہ ۷)  
 تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ کہیں نہیں ہوتا مشورہ  
 تین کا جہاں وہ نہیں ان میں چوتھا اور نہ پانچ جہاں وہ نہیں ان میں چھٹا اور نہ اس سے کم نہ زیادہ۔  
 جہاں وہ نہیں اس کے ساتھ۔ جہاں کہیں ہوں۔ پھر جتا دے گا ان کو جو انہوں نے کیا قیامت کے دن  
 بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز:

## تُور وظلمات

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥٤﴾ (سورہ بقرہ ۲۵۴)

اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں میں سے اجلے میں اور وہ جو منکر ہیں۔ ان کے رفیق ہیں۔ شیطان نکالتے ہیں ان کو اجلے سے اندھیروں میں۔ وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں رہ پڑے۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُجُودًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ (سورہ نوح ۱۶)  
اور رکھا چاند ان میں اجالا۔ اور رکھا سورج چراغ جلتا۔

اے انسان۔ تجھے غور و فکر کے لیے عقل جیسی نعمت سے لیس کیا گیا۔ تو اگر تم فقط ایک رات کے ہر روز معمول پر چھا جانے سے ہی سبق لو۔ تو تمہیں اس کا ہمت کو جاننے اور اپنے خالق و مالک کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ اور غور کرنے والے تو اس سے کئی نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ اور پھر قرآن میں ہم نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ نیند تمہارے لیے ایک طرح کی موت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری رُوح اور جسم کا تعلق نیند میں نہیں رہتا۔ پس تمہاری رُوح تمہارے جسم کو حالت نیند

میں ایک ہی جگہ چھوڑ کر تمہیں کئی جگہوں پر لے لے پھرتی ہے۔ اور جب تم بیدار ہوتے ہو۔ تو تمہیں بعض اوقات حیرانی ہوتی ہے۔ کہ تم نہ جانے کہاں کہاں سیر کر چکے ہو۔ اور جب یہ سیر دل خوش کن یا خوبصورت معلوم ہوتی ہے تو تم ضرور یہ چاہتے ہو۔ کہ افسوس کیا عجب اور خوش قسمتی ہو۔ کہ تم واپس اسی حالت نیند میں پینچ جاؤ۔ تو یہ ہی ایک مثال ہے۔ تمہارے لیے کہ اللہ تمہاری رُوح کو حالت نیند کے چند لمحوں میں دور دراز اور اُن دیکھے مقامات اور حالات دکھا دیتا ہے تو یہ تمہارے اللہ کے لیے آسان ہے کہ ابدی زندگی میں تمہاری رُوح اور تمہارے جسم کو ایسی قوت بخش دے کہ جس سے تم اللہ کی وسیع و عریض جنت میں جہاں جی چاہے چلو پھرو۔ اور وہی ہے ہر چیز پر پوری دسترس رکھنے والا۔ پس اُس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں۔ ذرا دیکھو تو کس خوبصورتی سے اُس نے کائنات کو بنایا اور پھر سنبھالا دیے ہونے ہے۔ اور اُس کے بھیجے ہوئے اُس کے احکام لے کر ہر جگہ ایک لحظہ اور ایک پل بھر میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو انسان بھی تو اسی کی مخلوق ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے پاکیزہ تابع دارچن لے گا۔ اور انہیں وہی قوت عطا کر دے گا۔ جس سے اُن کے جدا علیٰ آدم کو شیطان نے درغلا کر محروم کر دیا تھا۔

تو اے لوگو! اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہیں آزمانے کے لیے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی مقرر کر دی تاکہ اُجاے اور اندھیرے دونوں ہی میں تمہیں پرکھ لے۔ پس اللہ سے محبت رکھنے والے رات کی تنہائی میں اللہ ہی سے لو لگاتے اور گرگڑا کر اور کبھی رُو کر اللہ سے رجوع کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں دنیا کی اس آزمائشی زندگی میں ثابت قدم رکھ۔ شیطان لعین کی چالوں

اور دوسو سول سے بچا لے اور ہمیں اپنی پناہ اور رحمت کے سامنے میں لوٹانے اور ہم تیرے ہی بندے ہیں جو کہ سب کے اوپر رحمت و بخشش کرنے والا۔ مہربان خدا اور معبود ہے۔ تجھ ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اور تو ہی ہمارا پلنے والا اور شر سے بچانے والا ہے مگر وہ لوگ کہ شیطان اُن پر غالب آجاتا ہے اور وہ اللہ پر پورا یقین نہیں رکھتے رات کے اندھیرا میں بھاری سے بھاری گناہ کے لیے اسی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہیں پس وہ نشہ کرنے اور ادب باش عورتوں سے ملاپ کرنے کی طرف مائل رہتے ہیں اُن میں سے کئی ایسے ہیں۔ کہ اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوتے۔ دوسروں کے مال و دولت اور گھر بار میں گھس آتے ہیں اور انکھ بچا کر لے جاتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دوزخ کی آگ ہر آن اپنے نرغہ میں لینے کے لیے لحظہ بلحظہ قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

یاد رکھو اللہ توبے پر واہ ہے اور بے نیاز ہے۔ اُس نے انسان کو اعمالِ حُسن کے لیے یکساں دقت دیا ہے۔ مگر بہت کم ہیں کہ جو عملِ صالح کی طرف آتے ہیں۔

اور زیادہ وہی ہیں کہ جن کے دل میلے ہو چکے ہیں۔ پس وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان کی تابعداری کرتے اور اس عارضی زندگی کو مزید بوجھل اور آگ کی طرف لے جانے کے لیے اپنے ہاتھوں بُرائی ڈھونڈتے رہتے ہیں اور اللہ نے قرآن میں اس بات کا اقرار کیا ہے۔ کہ رات کی تنہائی میں وہ تمہاری آرزوئیں حاجت روائی اور خواہشات کی تکمیل کے لیے مزید متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے بات پوری عیاں ہے کہ رات کی تاریکی میں جہاں اور انسان سو جانے کی وجہ سے اعمال کے حصول سے منقطع ہوتے ہیں۔ وہاں یہ گننے چنے اللہ کے بندے اکیلے اللہ کے سامنے

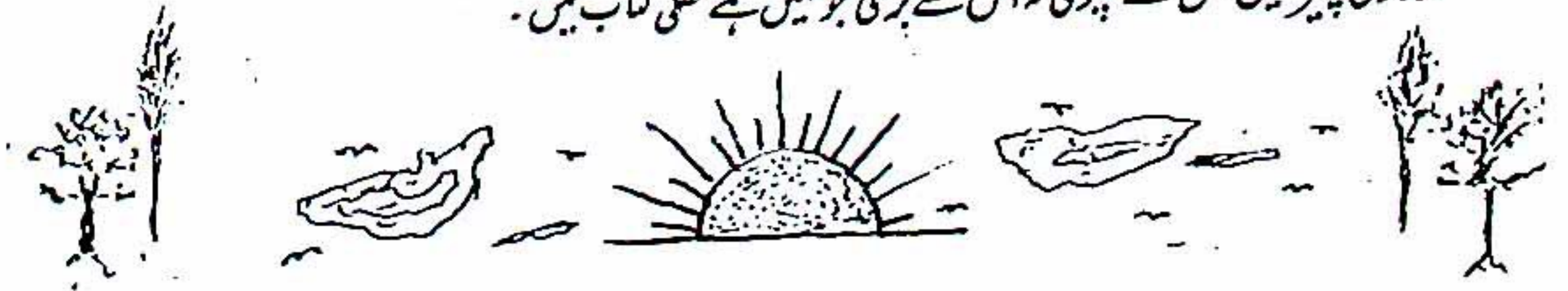
کھڑے گڑ گڑا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ جو حئی القیوم ہے اور جو ہر وقت ہر جگہ متوجہ ہے۔ ان تنہائی میں بلنے والے مشتاقان پر اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ادران سے راضی ہو جاتا ہے۔

پس اے جماعتِ مومنین۔ اگر تم اللہ سے دوسروں سے زیادہ توجہ اور رحمت کے طلب گار ہو تو رات کی تنہائی سے فائدہ اٹھاؤ اور اس آزمائشی زندگی کے اندھیروں میں بھی اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ تاکہ وہ خوش ہو اللہ نے شیطان کو شکست دیکر اللہ ہی کی طرف دیکھنے والوں کو اجرِ عظیم دیتے اور باغِ جنت میں بلند درجہ دینے کا پختہ وعدہ کر رکھا ہے۔ لہذا اپنی روزمرہ کی مشغولیت کے بعد اندھیرے میں اللہ سے اپنے دن بھر کے گناہ بخشوایا کرو۔



وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ط قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۗ  
عِلْمِ الْغَيْبِ ۗ لَا يُعْرَبُ عَنْهُ مُثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ  
وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (سورہ سبأ ۳)

اور کہنے لگے منکر نہ اے گی ہم پر وہ گھڑی۔ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آوے گی تم پر۔ اُس جیسے جلتے والے کی۔ غائب نہیں ہو سکتا اُس سے کچھ ذرہ بھر۔ آسمانوں میں نہ زمین میں۔ اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب میں۔



# سنوات

## مضافاتی طبقات کائنات

اے انسان! اے بندے! اے مومن! اے تیرا رب کتنا بلند - کتنا رحیم اور کیسی بے مثال قدرت والا ہے کہ پیدا کیے ہیں۔ یہ آسمان اور زمین چھ نورانی ایام میں ایک خاص اور نہایت ٹھیک ٹھیک تدبیر سے اُس نے کائنات کو لا محدود وسعت دی ہے۔ تاکہ غیب اور ظاہر علیحدہ رہیں اور حق و باطل کی پہچان ہو سکے۔

اور تیرے اللہ نے چاہا کہ وہ جو ایک واحد و بیش بہا خزانہ قدرت کا حامل ہے۔ ظاہر ہو اور تحقیق اس کائنات کو ظہور میں لانے سے قبل اللہ کا نور پانی پر نڈکورا تھا۔ پھر پہلے مکمل کیا تیرے رب نے زمین اور اس پر موجود کُل نظام زندگی کو ہم نورانی ایام میں پھر کائناتی طبقات کی طرح سات طبقات مقرر کر دیے تاکہ کائناتی طبقات اور ارضی طبقات میں مشابہت رہے

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ  
 اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان زمین میں ان کی مانند سات اترتا ہے حکم ان کے بیچ تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ اللہ کی خبر میں سمائی ہے ہر چیز کی۔



زمین کے اطراف میں واقع کائنات کو زمین سے دُورسات طبقات میں تقسیم کیا جو انجام پایا محض دو مزید نوری ایام ہیں۔ تاکہ زمین کو کائنات میں وہ مقام حاصل ہو جو تیرے رب نے اس کیلئے تجویز کیا ہے۔ پھر مقرر کیا سورج اور چاند تاکہ دن رات اور وقت کا تعین ہو سکے۔ علاوہ ازیں کائنات میں توازن قائم رکھے اور رات کو کائنات ارضی میں چمک و خوبصورتی پیدا ہو اور انسان کو تنہائی و خوف سے بچائیں تو کیا ایسے انسان تم نے اتنی سستی دینے والی مادی ترقی کے بعد بھی اللہ کی کتاب قرآن میں غور نہیں کیا۔ جو کہ تمہیں بہت پہلے یہ سب باتیں بتا رہا ہے۔ تحقیق قرآن ہی اللہ کی کتاب محکم ہے کہ جس میں ساعت آخر تک کی تمام ترقی و ایجادات کی طرف تیرے اللہ نے اشارہ کر دیا ہے۔ تاکہ انسان غور کرے اور اللہ کو پہچان لے اور تحقیق کتنی صاف اور سیدھی ہے یہ بات کہ تمہاری زمین اور اس کی تمام اشیاء کو جنم دینے کے لیے تمہارے اللہ نے ۴ نوری دن کا عرصہ صرف کیا۔ اور باقی تمام کائنات کو صرف

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ط

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورة السجده - ۴)

اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے، چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پر

کوئی نہیں تمہارا اسی کے سوا جانتی نہ سفارشی۔ پھر تم کیا سوچ نہیں کرتے۔

## سیاروں میں زندگی نہیں ملے گی

دو نورسی ایام میں مکمل کیا تو پھر کائنات کے دوسرے سیاروں میں زمین کی طرح سے چل پھل نہ ہونے کی ایک دلیل ہے۔ پس ستاروں کی ظاہری حالت اور خوبصورتی کو معلوم کر لینے کے بعد ان میں اللہ اور اس کی نشانیاں ڈھونڈنے والے گمراہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اچھی طرح سن لو کہ تمہارے خدا نے تو تمہیں اپنی کائنات میں محض دنیا ہی کی ناپیئیت کے لیے مقرر کیا ہے۔ لہذا اپنی مقررہ حدود کے اندر ہی اندر رہ کر خدا سے پاک سے رجوع رہو تو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہوگی۔

اے انسان! کتنی عظیم ودانا ہے وہ ذات کہ جس نے ایسی خوش اسلوبی سے یہ تمام نظام بنایا اور پھر چلایا ہے کہ اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہو سکتا اور یہ قائم رہے گا جب تک تمہارا رب چاہے گا مگر یہ کبھی نہ بھٹو لو! کہ جس ذات باری نے اس نظام کو قائم کیا ہے وہ اپنے مقرر کردہ وقت کے بعد حسب وعدہ اس تمام نظام کو درہم برہم کر کے دوبارہ جنم دے سکتا ہے تاکہ تم سب کو تمہارے لیے پر باز پرس کر لے اور نیکو کاروں کو وعدہ کے مطابق ان کا اجر دے دے۔ اور گنہگاروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم واصل کر دے۔

وَعَرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًا ۖ لَقَدْ جِئْتُمُونَنَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ  
بَلْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ لَكُمْ مَوْعِدًا ۝

(سورۃ الکہف - ۴۸)

اور سامنے لاتے تیرے رب کے قطار کر کر۔ اور آپہنچے تم ہمارے پاس، جیسا ہم نے بنایا تھا  
تم کو پہلی بار۔ نہیں تم بولتے تھے کہ نہ ٹھہراؤ گے ہم تمہارا کوئی وعدہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(سورہ بقرہ ۱۵۳)

اے مسلمانو! قوت پکڑو ثابت رہنے اور نماز سے بے شک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے۔

اور اگر تم اللہ کی کائنات میں اللہ کو ڈھونڈنا پسند کرتے ہو تو تمہیں پیہم صبر کے ساتھ لگاؤ کی ضرورت ہے اور اللہ تو تمہارے ہر وقت پاس ہی ہے کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ یہ اسی کی حکمتِ عملی اور لگاؤ کی بدولت ہے کہ تمہارے سینہ میں تمہارے دل لگاؤ دن اور رات تمہارے زندہ رکھنے کے لیے اللہ کی عبادت میں مصروف ہر وقت لیبیک لیبیک کہہ رہے ہیں تو کیا تم یہ اللہ سے زندگی کی اشعاع لینے والے کی وساطت سے اپنا تعلق اپنے حقیقی مالک و رب سے بنا سکتے ہو اے نادان انسان یہی تو اللہ سے جوڑنے والی ایک رسی ہے کہ جس کو مضبوطی سے تھام لینے سے اور اسی کی لیبیک لیبیک کی تان پر اپنے آپ کو تابع خدا رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے اپنے قلب کی طرح اللہ سے رشتہ قائم کر لیا ہے۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا ہے۔

پس تم سب کے لیے بہتر ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور تم بھی احکامِ خداوندی پر لیبیک لیبیک کہنا سیکھ لو تاکہ اس دنیاوی امتحان میں تمہیں خدا سے قدوس کا مہابی کے راستے پر گامزن رکھے۔ کوئی نہیں سواتے اُس کے کہ جو تمہیں زندگی

بخش رہا ہے اور کوئی نہیں، کہ جس کچھ در پر اپنے پروردگار کو چھوڑ کر تم سہارا بنا سکتے ہو اللہ نے تو اپنے بندوں سے اُن کے دل کو لیبیک لیبیک سکھا کر پہلے ہی سے تعلق بنایا ہوا ہے۔ لہذا ہوشیار ہو جاؤ شیطان کی چالوں سے اور اُس اللہ سے متعلق تڑپنے والے کو تھڑے کی طرح تمہارے جسم کا ہر حصہ اسی کی یاد اور محبت میں اسی طرح کانپنا اور تڑپنا چاہیے کہ جس طرح سینہ میں تمہارے دل تڑپ رہا ہے۔

اور تمہارا رب اکہ جس نے تمہیں زندگی دی ہے۔ خاص اپنی ذات پاک سے منبع زندگی جاری کرنے کے بعد کہ جو حی القیوم ہے۔ اور ازل سے ابد تک نہیں تھکتا اور سہارا دیتے ہے۔ تمام کائنات کو، کہ قائم رہے ہر چیز اپنے ہی اپنے دائرہ عمل میں کبھی نہیں چاہتا کہ اُس کے بندے راہ راست سے ہٹ جائیں، اور اسی توت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیں، کہ جو انہیں ان کے رب اور اللہ کے رستہ اور تعلق سے منقطع کر دے اللہ نے جو کچھ روتے زمین پر بنایا ہے ان سب میں سے افضل اور خوبصورت مخلوق ہی اس کو سب کائنات میں پیاری ہے، تو پھر جب اللہ اپنے بندوں سے محبت اور نرمی اور پیار سے پیش آتا ہے تو انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اس محبت کو قائم رکھنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے اللہ اور اپنے رب کے لیے وقف کر دے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ط فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ  
عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ لَا وَالْحَمْدُ  
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سودہ روم ۳۰)

سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں۔ اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین سیدھا لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

## الجہاد فی الاسلام

اے لا الہ الا اللہ کہنے والو! تمہارے خدائے تمہیں چن لیا ہے، کہ تم ہر وقت ہر لمحہ اور ہر نازک سے نازک وقت پر اور بڑی سے بڑی مصیبت میں پڑ کر بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سچائی کی طرف رہو۔ تمہارے رب نے تمہیں زمین میں حق کو بند کرنے اور باطل کو زد کرنے پر مامور کر دیا ہے۔ اور اسی سے تمہاری پرکھ اور مغفرت کا فیصلہ دے گا۔ پس تمہیں چاہیے کہ اپنے قول و فعل میں تضاد نہ آنے دو۔ اب جبکہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان بالغیب لانے کے بعد پوری اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا ہے تو اپنے وعدہ پر کاربند رہو اور کسی لمحہ بھی اپنے دشمن شیطان لعین کو اپنے خیالات و افکار میں نہ آنے دو اور پھر مومنین کے لیے تو اللہ نے وعدہ دیا ہے کہ ان سے اللہ نے ان کی دنیا کی زندگی کا سودا کر لیا ہے۔ کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی اور اس زندگی کے دوران حاصل شدہ فوائد مال و زر سب کچھ اپنے تئیں اللہ کی امانت تصور کریں، اور ہر وقت موقع کی تلاش میں رہیں کہ وہ یہ امانت ہر لحاظ اور ہر طریقہ سے لفظ بہ لفظ تھوڑی تھوڑی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ (سودہ بقرہ ۲۵۴)

اے ایمان والو خرچ کرو۔ کچھ ہمارا دیا ہے پہلے اس دن کے آنے سے جس میں نہ کنا ہے اور نہ آسانی ہے اور نہ سفارش اور جو منکر ہیں۔ وہی ہیں گنہگار۔

یا پوری کی پوری اللہ کے سپرد کر دینے کے لیے تیار رہیں۔  
 مومنین کو اچھی طرح سے سوچ لینا چاہیے کہ وہ لوگ تم میں سے زیادہ خوش قسمت اور با عظمت ہیں کہ جن سے دنیا میں اللہ نے تھوڑا تھوڑا وصول کرنے کی بجائے یکمشت اپنی امانت وصول کر لی۔ پس ایسے امین بالکل بری الذمہ ہونے اور ابدی زندگی میں ہر طرح کی سہولت اور اللہ کی قربت ان ہی کے لیے ہے، ان کے لیے تو ایسے ہی ہے کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے امانت لی اور دوسرے ہاتھ واپس کر دی اور تحقیق ان کی مثال تو بس یہ ہوتی۔ کہ وہ جنت کے دروازہ پر ہی کھڑے رہے۔ جیسے ہی انہوں نے امانت یعنی اپنی جان اور مال و ذرا اللہ کو اسی کے حکم کے مطابق اللہ کے دین اور سچائی کی سربندی کے لیے لوٹا دی۔ جنت کا دروازہ ان کے لیے اسی لمحہ کھل گیا اور وہ فوری اس میں داخل ہو گئے۔ یعنی دوسرے ہی لمحہ بغیر حساب کے انہیں اللہ کی باطنی قوت واپس کر دینا ہے۔ لہذا وہ مرے ہوئے ہیں شامل نہیں ہے کہ جن کو روز حساب اور قیامت بپا ہونے کے بعد کا انتظار مر جانے کے بعد بھی کرنا ہے اور اپنے حساب و اعمال نامہ کی مزا و جزا کے بعد دوبارہ اچھی یا بری زندگی سے ہمکنار ہونا ہے۔ پس ایسے لوگ تو مردہ کہلانے کے حق دار ہیں۔ مگر جو لوگ خصوصاً شہداء ایک زندگی سے فارغ ہوتے ہی دوسری نئی باطنی قوت والی زندگی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں ہرگز ہرگز مردہ تصور نہیں کرنا چاہیے پس اے مومنین ظاہر ہوا، کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والا بڑا خوش قسمت ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد کی مُعلق زندگی کے دور سے دوچار ہی نہیں ہوا۔ لہذا وہ بلاشبہ مرنے والوں میں نہیں۔ اللہ کی نظر میں مرنے والے تو وہ ہی لوگ

ہیں۔ کہ جو اپنی دنیا کی زندگی میں کیے گئے اعمال کی وجہ سے باز پرس میں مبتلا ہوتے۔ تو پھر سوچو کہ شہید اور ان کی شہادت کی طرف جانے کے لیے رضا مند کرنے والے اپنے خالق کے سامنے کتنے مقبول اور بلند درجہ کے مالک ہیں۔ اللہ نے انہیں بڑی رعایت دی ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند درجے اور فضائل ہیں کہ جنہوں نے دوسروں کی مہمت بندھوائی تاکہ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے اپنی دنیا کی زندگی جو کہ ایک آزمائش کا دور ہے اس سے بڑی الذمہ ہوتے۔

پس راہ حق و صداقت وہی ہے کہ جو انسانوں کو اللہ کی حاکمیت و خالقیت واضح کرے اور انہیں گمراہی اور نقش پائے ابلیس سے بچانے۔ تحقیق ابلیس کی کوشش یہی ہے کہ وہ نسل آدمؑ کو اپنے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نارمی کر دے مگر اللہ اور ان کے برگزیدہ اور نیک بندوں کی یہی کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو نار اور اللہ کے غضب سے بچا کر ان کو قوت باطن واپس لوٹا دیں۔

اے نبی آدمؑ تم پر اللہ بہر حال مہربان ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تم اس دنیا میں لگاؤ نہ پیدا کرو۔ کیونکہ یہ تو محنت و مشقت و ذلت و رسوائی کا ٹھکانہ ہے یہ اللہ کی تم سب پر خاص مہربانی ہے کہ تمہیں شیطان اور نار سے بچانے کے لیے اپنے رسول نبی اور برگزیدہ بندوں کو تم میں متعین کرتا آ رہا ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ باوجود ایک کڑی آزمائش اور بھٹکتی ہوئی زندگی میں تمہیں بغرض اصلاح روانہ کرنے کے بعد بھی تمہاری رہبری کر دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تو غفور الرحیم ہے۔ اور نسل آدم سے ہی اپنے خاص بندوں کو اپنی قربت سے ہمکنار کرنے کے لیے جن لینے کا فیصلہ دے چکا ہے

اور کیا اس زمینی زندگی سے بڑھ کر اچھی زندگی کہ جس میں قوتِ خاص سے بے حیل و حجت ہر کام انجام دے سکو گے تمہیں پسند نہیں؟ اور پھر اللہ نے تو اس دنیا کے مختصر قیام میں ہی لاتعداد باطنی قوت سے لیس انسانوں کی مثالیں دے ڈالی ہیں۔ جن میں سلیمانؑ، عزیزؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ، محمدؑ اور ان کی نسل اور دوسرے برگزیدہ ہستیوں کے عہد میں ہونے والی واقعات تم سب کی بصارت و عقل کی راہ دکھانے کے لیے کافی ہیں۔

پس یاد رکھو اللہ کی قربت اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں فوری قوتِ خاص حاصل کر لینے کا سب سے بڑا ذریعہ راہِ حق میں جہاد ہے خواہ جان و زر سے ہو۔ اور یہی تو قرضِ حسنہ کی ایک عیش بہا مثال ہے یعنی اللہ نے جو کچھ دنیا کی زندگی میں تم پر فرض قرار دیا۔ اُس سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں آل و اولاد مال و زر، عقل و علم اور اپنی جان تک کو قربان کر دینے سے دریغ نہ کرنا، تو لے اللہ کو خالقِ مالک یوم الدین ماننے والو! دوڑو اور اپنی آزمائش مختصر دنیاوی زندگی میں اللہ کے ہاں اس طرح سے قرضِ حسنہ اپنے فرائض کے بعد جمع کروادو کہ تمہارے لیے روزِ حساب ہی نہ رہے اور تم اس عارضی زندگی کے بندھن سے فارغ ہوتے ہی اپنی اصل باطنی قوت فوری طور پر اپنے رب اور مرکزِ حقیقی القیوم سے حاصل کر لو۔ تاکہ تمہاری ابدی زندگی میں تمہیں موزوں اور بلند مقام اور سکون پر ٹھہراؤ نصیب ہو۔ اور یہی سوچ و فکر اس دنیا کی زندگی میں تمہیں ہر وقت ہر حال میں بد نظر رکھنی چاہیے پس ظاہری شان و شوکت اور دنیا میں سچتہ محل اور آرام و آسائش کے سامان ہر جائز و ناجائز طریقہ سے اکٹھے کرنے کی بجائے حق کو سامنے رکھو۔ سچ بات تو یہ ہے



کہ جس کو ابدی زندگی کی اصلیت اور قربِ خدا سے ذوالجلال کی شہینہ معلوم ہو جائے۔ اس کے لیے یہ دنیاوی زندگی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اُس پر تورات کی نیند حرام ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف قرضِ حسنہ جمع کروانے کے لیے ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ اے لوگو! اور اے نسلِ آدم! کیا اپنے لیے اللہ کے ہاں سے اچھے درجات اور بلند مقام حاصل کرنے کے لیے تمہیں کسی کی سفارش یا وسیلہ کا انتظار ہے؟ تمہیں تو محض اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے راہ پر چل کر اور ہر لمحہ حق کا ساتھ دے کر سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے تو پھر کتنا آسان ہے اس سے کہ محنت و مشقت سے دنیا کی عظمت و آرام ڈھونڈنا اور پھر شیطان کے طور و طریقے پر چل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نار کے سپرد ہو جانا۔ تو اے مومنین تمہیں اگر رشک کرنا چاہیے کہیں سب سے بڑھ چڑھ۔

کر تمہارا دوسرا مومن بھائی اللہ کے ہاں کتنا زائد قرضِ حسنہ جمع کروا رہا ہے۔ اور تمہیں ہر وقت یہی فکر ہونی چاہیے کہ تم سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کے ہاں سے قربت حاصل ہونے کے لیے کیا کچھ کر رہے ہو، نہ کہ دنیا کی عیش و عشرت کے سامان اکٹھا کرنے کی چاہ و رشک۔

لہذا ہر وقت اللہ کے ہاں قرضِ حسنہ جمع کروانے کے لیے اپنے تن من و دھن سے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ بڑا رحیم ہے اور تمہاری نیت ہی سے تمہیں جان سکتا ہے یہ ضروری نہیں کہ تمہاری طرف سے تن من و دھن بہر صورت وصول کر لینے کے بعد راضی ہو، بلکہ تمہارا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے محض تیاری میں ہی رہنا اور دل سے تیار رہنا ہی اس کے ہاں مقبول ہو سکتا ہے اور وہ تو سب کچھ کا مالک اور سب باتوں ظاہر اور چھپی کا

کا جاننے والا اور سب علموں کا ماخذ ہے۔ یہ سب کھیل تو اُس نے محض انسان کو آزما کر اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کو چُن لینے کے لیے رچایا ہے اور وہ تو پاک ہے بلند ہر اس چیز اور خیال سے اُسے تمہاری کسی قسم کی مدد یا تنہا من دھن کی ضرورت ہرگز ہرگز نہیں۔ مگر یہ تو باطل سے تمہارا چھکارا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور یاد رکھو، کہ جب تک تمہارے رب اور خالق کی مرضی اور رحمت شامل حال نہ ہو تم اندھیروں سے اُس اُجائے کی طرف نہیں آ سکتے کہ جس کے مل جانے سے شیطان بھی تمہارے جدا مجد کا دشمن ہو گیا ہے تو صبح و شام اپنے اللہ کے حضور نہایت انکساری سے اور گڑگڑا کر اپنی مغفرت کے لیے التجا کیا کرو، اور اعلان کرتے رہو کہ کوئی معبود نہیں مگر ایک اور صرف ایک اللہ،

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔ اور تمہا تخت اس کا پانی پر، کہ تم کو آزماوے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگیں، یہ کچھ نہیں، مگر جا دو بے مرجح۔

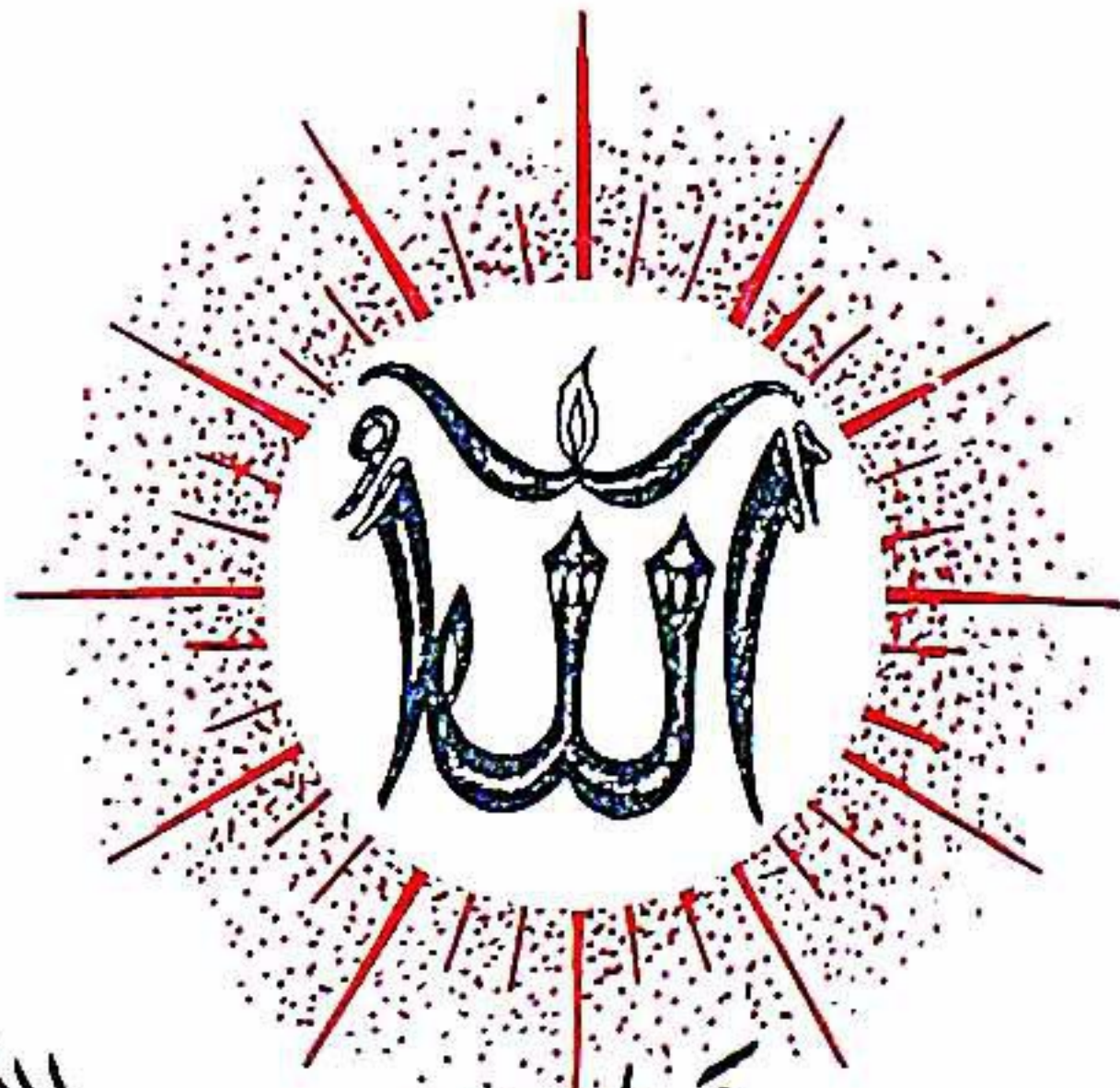
اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ  
وَسخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ  
يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ بَلِقَاءَ رَبِّكُم تَوْقِنُونَ ۝

(سورة الرعد - ۲)

اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان بن ستون، دیکھتے ہو۔ پھر قائم ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت تک تدبیر کرتا ہے کام کی، کھولتا ہے نشانیاں شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کر لو۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

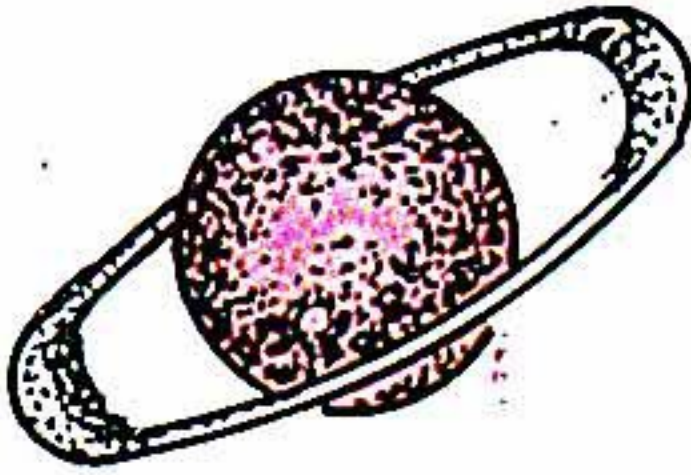
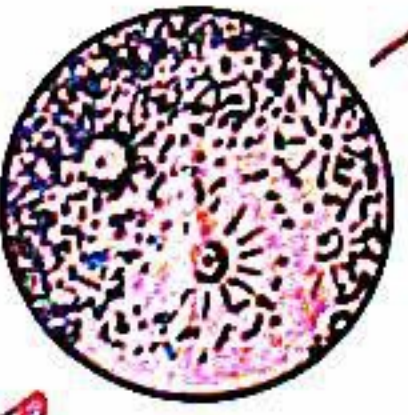
تَمَّتْ بِالنَّحْوِ بِرَبِّ



الطَّارِقُ  
الرَّجْمُ ⑤

ذَاتِ  
قسم ہے گھومتے آسمان کی

وَالسَّمَاءِ



وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ

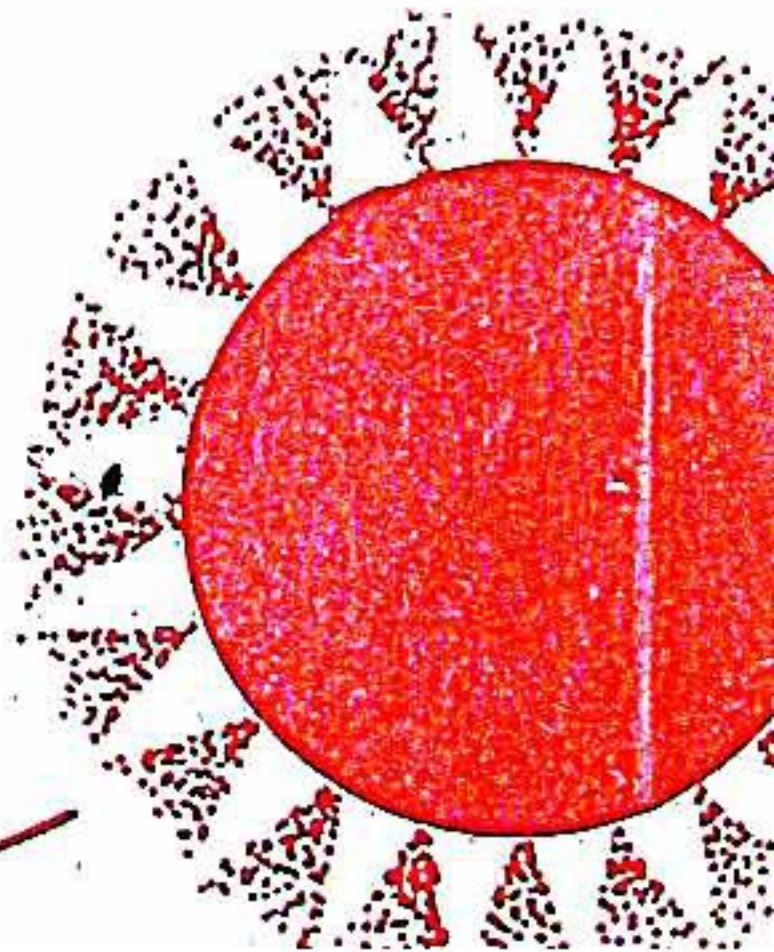


بِسَانَةٍ مَّا يَوْتَسِرُونَ فِيهَا  
زمین کو وزن سے ٹھہراؤ باجائے  
کر لڑھک جائے

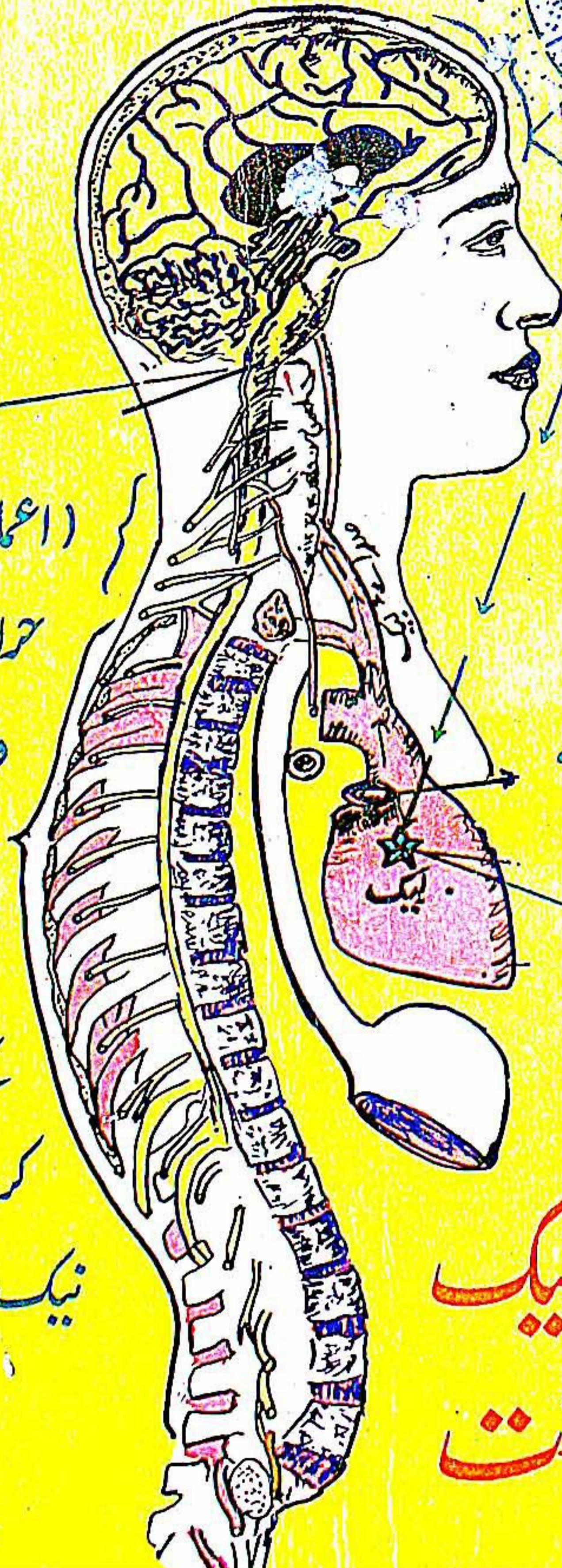
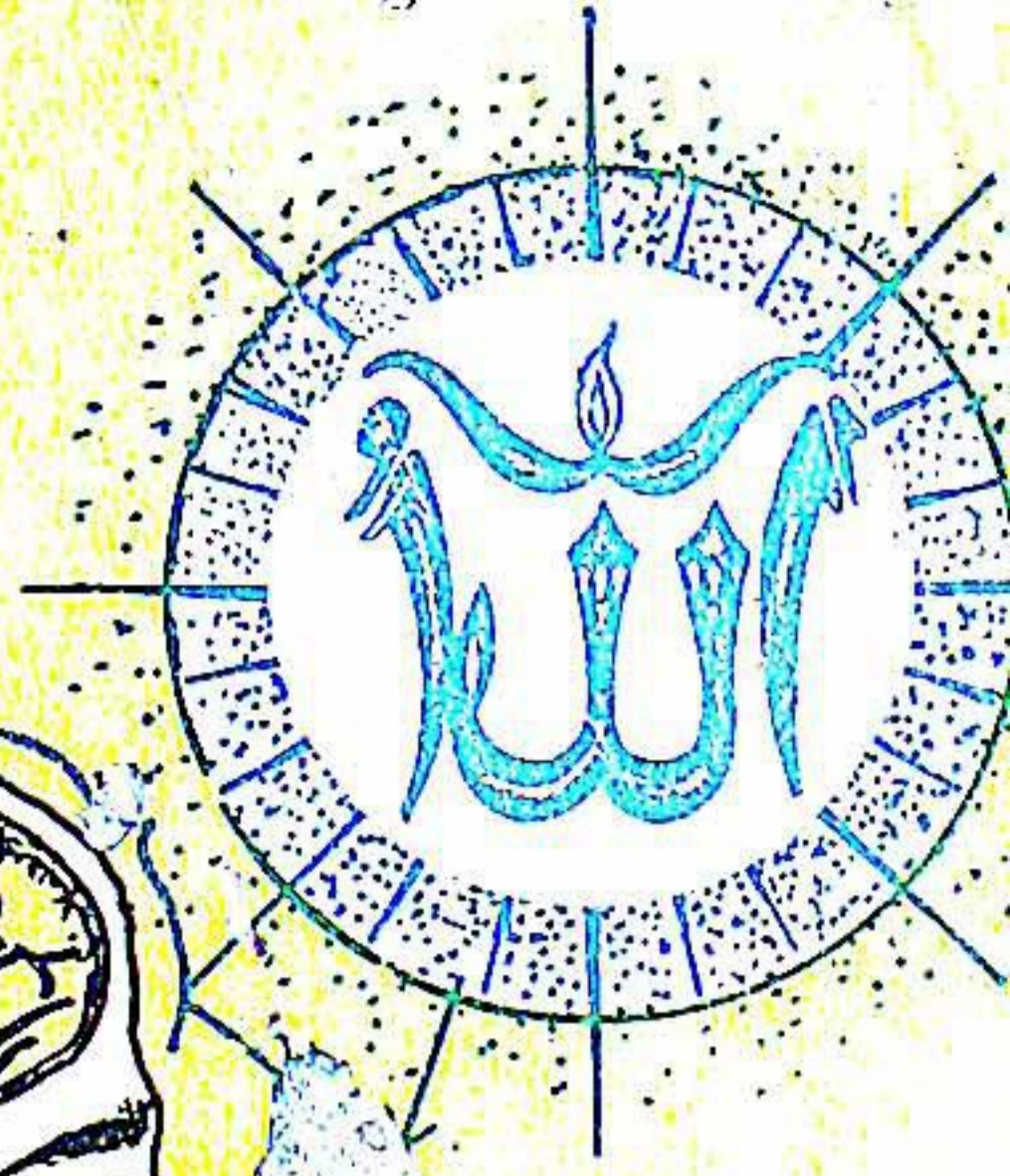


وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

سورج اپنے مخصوص راستہ پر گامزن ہے



وَكُلُّ انْسَانٍ اَلزَّمْنَةُ طَائِرَةٌ  
فِي عُنُقِهِ وَنُخْرُجُ لَهٗ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا



پیش دماغ

یعنی انسانی عقل

اور سجدہ کا مقام  
زندگی کی لہریں

منہج حیات سے  
شاہ رگ

مقام لیبیک

قلب دل

صدرائے لیبیک  
کی بازگشت

حرام

منہ

اعمال نامہ

حرام منہ

والی

حجم

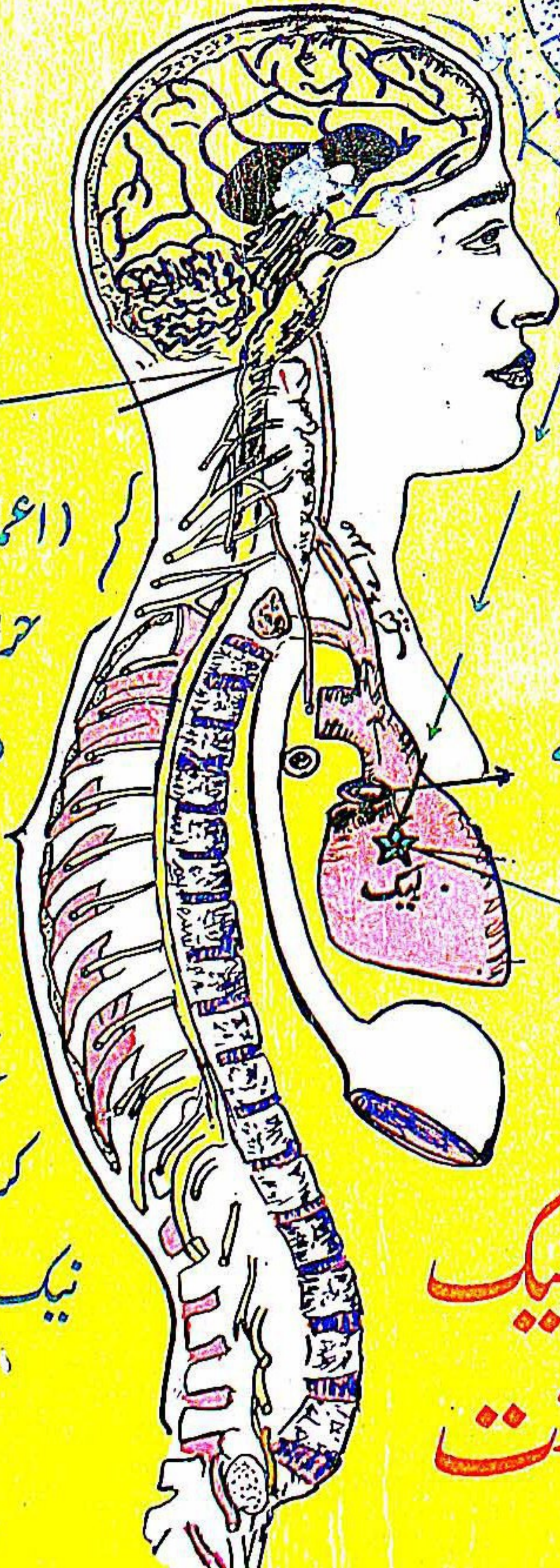
اح

کے تحت حرکات

کرواتی ہیں خواہ

نیک ہوں یا بد ہوں

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ  
فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا



پیش دماغ  
یعنی انسانی عقل

اور سجدہ کا مقام  
زندگی کی لہریں

منہج حیات سے  
شاہ رگ

مقام لپیک

قلب دل

صدرائے لپیک  
کی بازگشت

حرام

منہ

اعمال نام

حرام منہ

والی

حرم

اح

کے تحت حرکات

کرواتی ہیں خواہ

نیک ہوں یا بد ہوں